یادگارِ وطن

جسمین

حضرات نیمی کے تراجم۔ عظیم آباد کے تاریخی واقعات۔ حسن اور شام سند کے حالات
شعرا و علما کے تذکرے۔ اخبارون کے مضامین۔ شعر و سخن کے عمدہ مباحث درج ہین

مؤلفہ

عالم علیمی فاضل لوذعی۔ علامۂ زمن۔ محقق کامل الفن جناب مولانا
ابو الخیر محمد ظہیر احسن صاحب **شوق** نیموی عظیم آبادی

حسب الحکم

ملازمانِ حضور پرنور عالیجناب معلی القاب فلک اقتدار و الاتبار
نواب شیخ **حسین میان** صاحب بہادر والی سنگرول علاقہ کاٹھیاوار دام اقبالہم

باہتمام

خاکسار امیدوار رحمتِ پروردگار محمد نثار حسین **نثار**
مالک کارخانۂ عطر و قومی پریس و مہتمم پیام یار

قومی پریس لکھنؤ مین چھپی

قیمت فی جلد ۔ ۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اے میرے پیارے دوستو ذرا غفلت کا پردہ دل سے اوٹھا کے غور سے اِس عالم کے انقلاب
پر نظر کرو کہ زمانہ کیسے کیسے پلٹے کھایا کرتا ہے اور کیا کیا نیرنگیان دکھایا کرتا ہے۔
ایکدن وہ تھا کہ حضرت آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام اپنی پیاری بی بی حوا کے ساتھ باغ بہشت
کی بہار لوٹا کرتے تھے۔ اور ایکدن وہ آیا کہ اوس روح افزا باغ سے اِس خارستان دنیا
مین اوتار دیئے گئے اور طرح طرح کے اُلجھاؤ مین پڑے۔ شداد نے کس دعوے کے ساتھ
چاندی اور سونے کی اینٹون کا بہشت بنایا۔ کیسے کیسے خوشنما درخت لگائے۔ نقش و نگار
مین کیا کیا صناعیان کین۔ مگر کس حسرت کے ساتھ اِس جہان سے اوٹھ گیا کہ ایک نظر
بھی اپنے دلکش بہشت کو نہ دیکھ سکا۔ نمرود جسنے حضرت ابراہیمؑ کو اوٹھا کر آگ کے انبار مین
پھینکدیا تھا۔ تکبر سے جسکا دماغ آسمان پر رہا کرتا تھا اوسکو ایک ناچیز مچھر نے کس ذلت کے
ساتھ ہلاک کر دیا۔ فرعون جو خدائی کا دعویٰ کیا کرتا تھا انا ربکم الاعلیٰ کا دم بھرا کرتا تھا
آخر کس بے بسی سے دریائے نیل مین ڈبویا گیا۔ سکندر جو نامی بادشاہ تھا بڑے بڑے سلاطین اسکے
خراج گذار تھے عقل سے وہ وہ نایاب چیزین بنائین جو قیامت تک یادگار رہین گی مگر اسکے
بعد اوسکی قبر کا بھی پتا نہین کہ کہان ہے ؎ نہ گور سکندر نہ ہے قبر دارا ۔ مٹے نامیون کے
نشان کیسے کیسے ۔ حضرت یوسفؑ جنکے حسن کو ایک عالم مانتا ہے جنپر زلیخا ایسی مہ جبین
پروانہ وار فریفتہ تھی وہ کیا ہوئے اور اونکا وہ حسن عالم افروز کیا ہوا۔ قیس مجنون جسکے

پر حسرت واقعات دل کو تڑپا دیتے ہین بیساختہ آنکھون سے آنسو ابلے پڑتے ہین اور اونکی نازنین محبوبہ لیلی جسکی بھولی صورت اور نمکین شکل کا چرچا ہمیشہ شعرا کیا کرینگے وہ دونون کیا ہوے اور کہان گئے۔ ان سب کو جانے دو اپنے اون عزیزون کو خیال کرو جو ایک دن تمھارے سامنے میٹھی میٹھی باتین کیا کرتے تھے تمھارا دل بہلایا کرتے تھے جنکا رونا دل دکھا دیتا تھا جسکی تکلیف تمھین بیچین کر دیتی تھی جنکو ناز سے تمنے گود مین پالا تھا۔ اب وہی آغوش گور مین سوتے ہین۔ تم ایک نظر دیکھنے کو ترس گئے اور وہ کچھ ایسے کفن مین منہ لپیٹے سوے ہین کہ اونکو کروٹ بدلنا دشوار ہے۔ اب اسکو بھی جانے دو اپنے ہی حالات پر غور کرو کہ پہلے تم کیا تھے اور اب کیا ہو اور آئندہ چل کے کیا ہو گے۔ ایک مجھی کو دیکھو کہ اسوقت یہ حسرت بھرے مضامین رولانے والی تحریر لکھ رہا ہون اور کچھ دنون بعد میرے احباب مجکو مرحوم و مغفور لکھین گے۔ جب اس عالم کا انقلاب آنکھون کے آگے پھر گیا اور تمھین یقین ہو گیا کہ یہان کی ہر چیز چند روزہ ہے۔ پس ایسی بے ثبات چیزون سے دل لگانا اور عاقبت کا دھیان نہ کرنا تمھین دیکھو کہ سراسر غفلت ہے یا نہین۔ مجکو اور تمکو چاہیے کہ ایسے قدیم لایزال مالک سے دل لگائین جو سارے عالم کا پیدا کرنے والا ہے۔ جسنے ہدایت کے لیے کتنے انبیا بھیجے۔ توریت زبور۔ انجیل۔ قرآن۔ کتابین نازل کین۔ حکم ماننے والون کو جنت کی بشارت دی۔ اور منکرون کو آتش جہنم کی وعید فرمائی۔ افسوس ہم لوگ بہت کچھ خواب غفلت مین پڑے رہے

ع اوٹھو اوٹھو کہ بس اب سر پر آفتاب آیا۔ آو ہاتھ منہ دھوکے خدا کی عبادت کرین اور اوسکے سامنے سر جھکائین۔ اگلی تقصیرات سے توبہ کرین۔ وہ عاجزی سے بہت خوش ہو جاتا ہے دم بھر مین سیکڑون گناہ معاف کر دیتا ہے۔ خود ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا ارشاد فرماتا ہے۔ اے پروردگار عالم بیشک تیری عبادت ہمپر فرض ہے اور ہمارے واسطے سراسر سرمایہ فخر ہے ع کہتا ہون صدق دل سے دونون کو خوشنما مین * مجکو تو فخر میرا انکو غرور تیرا۔ یا غافر الذنوب مین اسوقت تیری بارگاہ عالی مین گناہون سے شرمسار آیا ہون۔ نہایت نادم و پشیمان حاضر ہوا ہون ع

اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا
سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار مین آئے

افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد

نعت

ہم لوگون پر اللہ تعالےٰ جل شانہ کا بہت بڑا احسان یہ ہے کہ جب اِس عالم مین ہر طرف کفر کی سیاہی پھیل گئی۔ لوگ خدا کے لاکھون شریک بنانے لگے۔ کوئی لات کو پوجنے لگا اور کوئی منات کو ماننے لگا۔ تو ہدایت کے لیئے اپنا خاص رسول بھیجا جنکا نامِ پاک محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ سبحان اللہ دین اسلام کے چمکانے مین کیا کیا جانفشانیان کین اور کیسے کیسے صدمے اوٹھائے۔ ایسے ایسے اعجاز دکھائے۔ کہ عقل دنگ ہو جاتی ہے خدا کی قدرت کاملہ یاد آجاتی ہے۔ کبھی تو ایک اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ اور کبھی اونگلیون سے پانی کا چشمہ بہا دیا۔ درختِ حنین کو مثل ناقہ خوشرفتار ایک جگہ سے دوسری جگہہ لے آئے۔ سنگریزون سے اپنی رسالت کی گواہی دلائی۔ شب معراج آسمان پر تشریف لیگئے۔ عالمِ بالا کی سیر کی قربِ الٰہی سے شادکام ہوئے۔ ایک عالم نے آپکا کلمہ پڑھا۔ ایک زمانہ آپ پر ایمان لایا۔ جو لوگ شقی ازلی تھے وہی اِس نعمت سے محروم رہے۔ دین و دنیا دونون مین اونکی مٹی خراب ہوئی۔ اور ہم تو لاکھ بار کہہ چکے ہین اور اسوقت بھی صدقِ دل سے کہتے ہین لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اے دعاؤن کے سُننے والے۔ اُمیدون کے پُوری کرنے والے ہماری دلی آرزو یہی ہے کہ اِسی کلمۂ پاک پر ہمارا خاتمہ ہو جائے۔ اور جب بعد دفن ہمارے عزیز آشنا ہمکو گورِ غریبان شہر خموشان مین تنہا چھوڑ کر گھر کی راہ لین اور نکیر و منکر آئین تو بیساختہ یہی کلمۂ مبارک زبان سے نکلجائے ع این دعا از من واز جملہ جہان آمین باد۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِكَ یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

سبب تالیف

ایک رات بسترِ خواب پر لیٹا ہوا مین کروٹین لے رہا تھا۔ آنکھون سے نیند اوچٹ گئی تھی۔ پلک سے پلک جُدا تھی۔ طرح طرح کے خیالات پیش نظر تھے۔ زمانے کا انقلاب عالم کا نقشہ آنکھون مین پھر رہا تھا۔ یکایک یہ خیال گذرا کہ یہی جو میرا پیارا وطن ہے اور جہان کے جھونپڑے اور ٹوٹے پھوٹے گھر اور پیال کے بستر کے آگے دوسرے مقامات کے عالیشان کمرے اور قالین و مخمل کے رنگین فرش نظر مین نہین جچتے۔ خدا جانے اگلے زمانے مین کیسے کیسے بزرگ وہان سے اوٹھے اور ملک عدم کو راہی ہوئے جنکی ٹوٹی پھوٹی قبرون کا

نشان تو درکنار آج کوئی اونکا نام تک نہین جانتا ہے ع خاک مین ایسا ملایا گردش
افلاک نے + لاکھ ڈھونڈو کچھ نشان رفتگان ملتا نہین + اگرچہ یہ ایل دنیا ہین تو وہ
حضرات جنکو سو دو سو برس سے زیادہ زمانہ نہین گذرا اور جنکے واقعات پرانے لوگون کو
ابھی تک یاد ہین بلکہ آج کل کے وہ ہموطن جنکو میری آنکھون نے دیکھا ہے اور جنکی
شکل پیش نظر ہے افسوس کچھ دنون بعد اونپر دو قطرے آنسو بہانے والے کا تو کیا ذکر
کوئی اونکا نام لیوا تک نرہیگا۔ مین کچھ نہین کہہ سکتا کہ اس دل تڑپانے والے خیال نے مجھے
کسقدر بیتاب کیا اور مجکو ان گور غریبان کے بسنے والون پر کس قدر حسرت و افسوس ہوا
پھر مین نے سوچا کہ اکثر حضرات نے تذکرے لکھے ہین اور ملک عدم آباد کے رہنے والونکا
نام روشن کرکے اون کی روحون کو خوش کیا ہے تو مین بھی اپنے قلم اعجاز رقم کی مدد سے
اون غریبون کا تذکرہ لکھکر اون کے نامون مین بقا کی روح پھونکدون۔ جس سے
قیامت تک اونکا نام صفحۂ عالم پر روشن رہے۔ اور ناظرین با تمکین خصوصًا اونکے خاندان
کے لوگ اپنے بزرگون کا ذکر دیکھکر دعاے خیر سے اونکی روحون کو خوش کرین۔ غرضکہ
مین نے یہ سوچ کر کمر ہمت چست باندھی اور خوب چھان بین کرکے پہلے نیمی پھر بہ ترتیب حروف
تہجی حضرات نیمی کے حالات و واقعات لکھدائے۔ اور اکثر جگہہ قطعات تاریخی بھی نظم کرکے
درج کیے۔ اور اس تذکرے کا نام یادگار وطن رکھا۔ چونکہ جابجا اسمین مفید باتین
درج کی گئی ہین مجھے امید ہے کہ جو لوگ صاحب بصیرت ہین۔ اگر نظر غور سے دیکھینگے
تو انشاء اللہ تعالے دل وجان سے پسند کرینگے اور طرز تحریر سے خوش ہوکر اور فوائد
عجیبہ و مباحث غریبہ سے نفع اوٹھاکر مولف کو دعاے خیر سے یاد فرمائینگے +۔

نیمی کی کیفیت

میری پیاری بستی جسکا نام نیمی بروزن دہلی بکسر نون وسکون یاے معروف وکسر میم ہے۔ صوبہ بہار[له]

له بہار ایک معروف ومشہور مقام ہے جو نیمی سے دس بارہ کوس کے فاصلے پر دکھن جانب واقع ہے۔ یہان سیکڑون اولیاء اللہ
مدفون ہوے ہین حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ کا مزار مبارک بھی یہین ہے اسی وجہ سے داغ دہلوی نے
کہا ہے سہ امیر ہو کے جائینگے ای داغ ہم بہار + بڑی سفر کا ارادہ ہی اور [illegible] شاہی زمانہ مین یہ صوبہ تھا عظیم آباد۔ آرہ۔ گیا۔ مونگیر
وغیرہ اسکی علاقہ مین تھے۔ اسمین بہت سیکڑون علماء نامدار و فضلاء عالی تبار گذرے ہین علامہ ملا [illegible] صاحب حواشی مشہورہ اور ملا
محب اللہ مصنف سلم وسلم الثبوت یہین کے رہنے والے تھے ۱۲ منہ + + +

ضلع عظیم آباد[1] پٹنہ پرگنہ غیاثپور تھانہ فتوحہ[2] کے علاقہ مین بارہ گیان[3] مین واقع ہے۔ یہ تو خدا جانے کہ کس صدی مین اسکی بنا ہوئی مگر اتنا مین کہہ سکتا ہون کہ بہت پرانی بستی ہے جسکو کئی سو برس گزر گئے۔ یہان اٹھارہ[18] اونیس[19] بگیھہ کا ایک بڑا تالاب ہے جسکے ہر چار جانب آبادی ہے۔ اوتر طرف شہر خموشان آباد ہے۔ اور تین طرف بستیان ہین۔ پورب والی بستی کو نیمی اور دکھن والی کو میمپور اور پچھم والی کو میا نچک

[1] عظیم آباد ایک نامی شہر ہے جسکو پٹنہ بھی کہتے ہین یہان سے نیمی چھہ سات کوس کے فاصلے پر دکھن جانب مائل بمشرق واقع ہے۔ اس شہر مین بہت سے اہل کمال گذرے ہین۔ مرزا بیدل ہین کے رہنے والے تھے۔ فارسی گو شعراے ہند مین امیر خسرو کے بعد انھین کا رتبہ ہے انکا کلیات ایران مین بھی مروج ہے

[2] فتوحہ ایک مشہور قصبہ ہے جو عظیم آباد سے پورب مائل بجنوب چار کوس کے فاصلے پر ہے۔ پٹنہ کے بعد یہین اسٹیشن ہے یہان سے نیمی دکن جانب دو کوس کے فاصلے پر ہے ١٢ منہ

[3] بارہ گیان بفتح کاف فارسی و یاے مخففہ اصطلاح مین ایسی بارہ بستیون کو کہتے ہین جو زمانہ قدیم سے شیخزادون سے آباد ہین اور اونمین شادی بیاہ بے تکلف ہوتا چلا آتا ہے۔ اگلے زمانے کے شیخزادے اون بارہ گانون کے علاوہ کہین اور شادی کرنے کو معیوب سمجھتے تھے۔ صوبہ بہار مین کئی بارہ گیان ہین۔ اونمین جو سب سے زیادہ مشہور اور معزز بارہ گانون ہین اور بہار اور پٹنہ کے وسط مین واقع ہین۔ جہان کے شیخ نہایت سربرآوردہ ہین وہ یہ ہین (١) نیمی جسکا تذکرہ مولف لکھ رہا ہے۔ یہ بستی مرکز دایرہ کی طرح وسط مین واقع ہے۔ اسکے ہر چار طرف بارہ گیان کے بقیہ مواضعات تین کوس کے اندر واقع ہین جو بستیان اس دایرہ سے باہر ہین وہ بارہ گیان سے خارج ہین (۲) جیٹھولی۔ یہ بستی نیمی سے اوتر تین کوس کے فاصلے پر ہے اس موضع کی بہت بڑی خوش نصیبی یہ ہے کہ یہان دریا کے کنارے حضرت شیخ شہاب الدین پیر جگجوت قدس سرہ کا مزار ہے۔ یہ بزرگ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور شیخ سعدی علیہ الرحمہ کے پیر بھائی ہین حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین بہاری قدس سرہ اور حضرت شیخ احمد چرم پوش بہاری رحمۃ اللہ علیہ آپکے نواسے ہین۔ بی بی کمال جنکا مزار کاکو مین ہے آپکی صاحبزادی ہین۔ آپکی بی بی کا مزار آپ ہی کی بغل مین ہے۔ آپکے روضہ مبارک کا لقب کچی درگاہ ہے۔ اس بستی مین ایک اور بزرگ حضرت شاہ آدم صوفی سہ نامی کا مزار ہے جسکو لوگ پکی درگاہ کہتے ہین یہ دونون بزرگ آسمان ولایت کے خورشید آفتاب و ماہتاب ہین (۳) ہرداس بگیھہ یہ بھی نیمی سے اوتر دو کوس کے فاصلے پر ہے (۴) کوٹھی نیمی سے پورب مائل بشمال دو کوس کے فاصلے پر ہے۔ اسکے قریب ملک جلیل نامی ایک پرانی اور آبادی بستی تھی

جواب بالکل نیست و نابود ہو کر کشت زار ہو گئی وہیں کے اکثر لوگ کوٹہ مین بسے ہین (۵) ایری مصطفےٰ پور
جوبی کی پورب مائل بجنوب ایک کوس کے فاصلے پر ہے (۶) محی الدین پور جوبی سے دکھن تین کوس کے فاصلے پر ہے
جناب میانصاحب دہلوی کے سر آوردہ شاگرد اور حضرات غیر مقلدین کے نامی و پشت پناہ جناب مولوی تلطف حسین
صاحب یہین کے رہنے والے ہین (۷) نگرنہسہ جوبی سے دکھن دو کوس کے فاصلے پر ہے یہان اکثر
علمائے نامدار اور فضلائے باوقار ہوئے ہین۔ جناب مولانا محمد امین اللہ امین مرحوم مصنف قصیدہ اخطل
اور جناب مولانا مولوی محمد ابراہیم مرحوم مؤلف مجتبیٰ شرح فارسی دیوان متنبی اور جناب مولانا مولوی تصدق حسین
مرحوم متخلص خلاق صاحب دیوان فارسی اور مولانا مولوی علیم الدین حسین مرحوم مصنف سلم الافلاک
اور جناب مولانا مولوی گلزار علی مرحوم اسی گانون کے رہنے والے تھے۔ آج بھی یہ مردم خیز بستی اہل علم سے خالی نہین
یہان ایک پرانے شاعر بحر و وزیر لکھنوی کے شاگرد جناب میر احمد حسین صاحب عرف میر بہاری متخلص بہ احمد
وہمارے ہین جنکے مذاقیہ اشعار نہایت ہی دلکش ہوا کرتے ہین (۸) اشرف پور جوبی سے دکھن دو کوس کے
فاصلے پر ہے یہ بستی مخدوم شاہ اشرف قدس سرہ کی بسائی ہوئی ہے جنکا مزار آج تک وہان موجود ہے۔ یہان
پانی مین عجب اثر ہے کہ ایک زمانے سے یہان کے اکثر لوگ دل کے شیر اور لڑائی بھڑائی مین مرنے لڑنے کو چلے آتے ہین
(۹) ڈیانوان جوبی سے دکھن مائل بغرب تین کوس کے فاصلے پر ہے یہان جناب مولوی گوہر علی مرحوم
ایک نامی رئیس گزرے ہین جنکی جود و سخاوت کا ڈنکا بجتا ہے اهل الخیرات تاریخ وفات ہے انکے صاحبزادے
جناب مولوی محمد حسن مرحوم بھی اپنے پدر بزرگوار کے ہم قدم تھے۔ انکے نواسے جناب مولوی شمس الحق صاحب بھی اسی
بستی مین رہتے ہین جنکی تالیفات سے دینیات مین بعض رسائل چھپکر شائع ہو چکے ہین حال مین انکی التعلیق المغنی
علی الدار قطنی بھی چھپی ہے آج کل ابوداود کی شرح غایۃ المقصود نام لکھ رہے ہین (۱۰) برانوان جو
بھی سے پچھم کچھ کم تین کوس کے فاصلے پر ہے (۱۱) جہیتر بگیہہ جوبی سے پچھم تین کوس کے فاصلے پر ہے۔ (۱۲) م
بکرم پور جوبی سے اتر مائل بمغرب تین کوس کے فاصلے پر ہے یہ بارہ بستیان اصلی بارہ گیان ہین جو سیکڑون برس سے شیخزادون سے آباد ہین
اگرچہ انہین سے بعض بستیان اب ابتر حالت مین ہین۔ ان بارہ گیان کے جوار مین شیخزادون کی یہ بستیان واقع ہین
سنگریانوان۔ رسول پور۔ خانپورہ۔ سالارپور۔ فرید پور۔ اکبرپور۔ صالح پور۔ کولانوان۔ مہکار۔ مخدوم پور۔ سلیمان چک۔
ہتھو چک۔ بھوجپور۔ لودی پور۔ پچھرو کھیہ۔ سعد اللہ پور۔ نوبی پور۔ پیغمبرپور۔ بیلہود۔ کسارا وغیرہ وغیرہ۔ ان سب مین رسمے
شادی بیاہ اب جاری ہے بلکہ انہین سے بعض بستیان بارہ گیان کے توابع سے ہین کہ زمانہ قدیم ہی مین بارہ گیان
کے لوگ اونہین جانتے تھے۔ جیسے فرید پور۔ خانپورہ۔ رسول پور۔ اکبرپور۔ پیغمبرپور کہ یہ سب بستیان بہت
پرانی ہین اور پرانے لوگ بے تکلف شادی بیاہ کیا کرتے تھے اور انہین سے بعض بستیان توابع مین بھی
نہین مگر عدم تحقیق کی وجہ سے لوگون کو اونپر بارہ گیان کا دھوکا ہوتا ہے جیسے سنگریانوان
کولانوان۔ مہکار۔ صالح پور۔ سالارپور وغیرہ ہر چند فی زمانہ یہ سب بستیان نہایت معزز ہین
بلکہ بعضے نہایت ہی قدیم ہین جیسے کولانوان و مہکار اور اب کثرت سے شادی بیاہ جاری ہے مگر پرانے لوگون کے بیان سے اور
تاریخی واقعات سے ثابت ہے کہ بارہ گیان کو ان مواضعات سے بارہ صدی مین کچھ علاقہ نہ تھا ۱۲ منہ

کہتے ہین۔ یہ دونون بستیان جس طرح ظاہر مین بوجہ کمالِ اتصال نیمی کے ٹولے معلوم ہوتی ہین حقیقت مین بھی یہ دونون نیمی ہی کے رقبات سے ہین۔ میانچک سے متصل پچھم طرف ایک اور ٹولہ تھا جسکا نام چک سید ولی تھا۔ اسمین حضرات سادات رہا کرتے تھے۔ خدا بخشے جب میر ناصر علی اور میر باقر علی اور میر جعفر علی کا زمانہ آیا۔ میر ناصر علی شادی کے بعد اپنی سسرال مین رہنے لگے۔ کچھ دنون بعد میر باقر علی و میر جعفر علی مین کچھ ایسا جھگڑا پھیلا کہ میر باقر علی مرحوم تنگ آکے دوسری جگہہ جا بسے۔ چلتے وقت یہ دوہرہ کہہ گئے تھے

باقر بھئے بکری اور جعفر بھئے ہونڈار
کہیو بھائی ناصر سے کہ چک بھیا اوجاڑ

یہ دوہرہ سید کی زبان سے نکلا تھا۔ واقعی رفتہ رفتہ اوس ٹولے مین جتنے مکان تھے سب کے سب اوجڑ گئے جنکا نشان آجتک موجود ہے ؎ از نقش و نگار در و دیوار شکستہ آثار پدید است صنادید عجم را ٭ میانچک مین کوئی مسلمان نہین کل لوگ ہندو کی قوم سے ہین اور ممنپور مین ہندو مسلمان دونون رہتے ہین۔ یہ بستی جب اشرف علی خان کوکہ تخلص بہ فغان دہلوی کے پوتے فیاض علیخان مرحوم کے قبضے مین آئی تو اونھون نے اس بستی کا نام ممن پور سے مومن پور بدلدیا۔ اوسی زمانے سے اسکے دو نام ہوئے۔ مگر ممن پور زیادہ معروف و مشہور ہے۔ رہی پورب والی آبادی جسکو نیمی کہا کرتے ہین اور جہان مولف کا گھر ہے وہان بھی ہنود اور مسلمان دونون رہتے ہین۔ اور مسلمانون مین شرفا زیادہ ہین۔ اور لطف یہ ہے کہ وہان جتنے شریف ہین سب ایک ہی شخص یعنی شیخ شیر محمد بن شیخ عبد الرزاق صدیقی مرحوم کی نسل سے ہین۔ آج نیمی مین کوئی ایسا شریف نہین جو جناب شیخ مرحوم کی اولاد سے نہو۔ رہا شمالی حصہ جو گورستان ہے اوس تھوڑی سی زمین مین اسقدر مردے دفن ہوئے ہین کہ اگر آج ہی حشر برپا ہو جائے تو بھی ایک ایک قبر سے خدا جانے کتنے مردے اُٹھ کھڑے ہون۔ اگر غور کیجیے تو وہ گورستان نہایت موقع سے واقع ہے کیونکہ ایک تو پانی کو رحمت سے مناسبت ہے۔ عجب نہین کہ وہ تالاب جسکے کنارے وہ شہر خموشان آباد ہے اموات کے حق مین باعثِ رحمت ہو۔ دوسرے وہان کے لوگون کو آتے جاتے وہ گورستان نظر آجاتا ہے جس سے مرد دور اندیش کو عبرت کے ساتھ موت یاد آجاتی ہے اور دل مین کہہ اوٹھتا ہے کہ ایک دن انھین لوگون کی طرح مجکو بھی خاک مین ملنا ہے۔ اور عزیز و آشنا کو چھوڑ چھاڑ کر اسی سنسان میدان کے کسی گوشہ مین پڑ رہنا ہے۔ اس گورستان

کی بڑی خوش نصیبی یہ ہے کہ یہان مخدوم ملک الاولیا حضرت بخش شہید قدس سرہ کا مزار ہے۔ یہ بزرگ بہت بڑے ولی اور صاحب کرامات ہین۔ اِن کے مزار پر اکثر خود بخود چراغ روشن ہو جاتا ہے۔ نئی روشنی والے تو اِسکو فاسفورس ہی کہین گے مگر اون کا خیال اوسوقت پلٹ سکتا ہے کہ اپنی آنکھون سے اوس روشنی کی کیفیت کو مشاہدہ کرین اِن کے مزار کے آس پاس لوگون نے بعض اوقات جماعت کثیرہ کا صف باندھنا اور پھر نظرون سے غائب ہو جانا معائنہ کیا ہے۔ اِنکے مزار پر خدا جانے کِس زمانے سے ایک بڑا زہرمہرہ جو وزن مین دس بارہ سیر سے کم نہو گا رکھا ہوا ہے صحت اورام مین عجیب انفع چیز ہے۔ جہان کسیکو ورم گلو وغیرہ ہوتا ہے لوگ اسکو گھس گھس کے نیم گرم لگاتے ہین اور بہت جلد نفع پاتے ہین۔ غالباً اِسی بزرگ کے مزار کی وجہ سے وہ اراضی جو گورستان سے ملحق ہے اوسکا نام روضہ آباد مشہور ہوا ہے۔ پہلے اِس بزرگ کے مزار کی چار دیواری تک پختہ تھی۔ مگر رفتہ رفتہ حوادثِ زمانہ سے ایسی منہدم ہو گئی کہ اوسکا نشان تک باقی نہین کسی شخص سنے قصد کیا تھا کہ پختہ گنبد تعمیر کیا جائے۔ اِسی کے تہیّہ مین تھا کہ حضرت شہید علیہ الرحمہ نے اوس سے خواب مین آکر کہا کہ میری تربت کو گنبد وغیرہ سے کچھ کام نہین ونعم ماقیل

ع۔ بر مزارِ ما غریبان گنبدِ گردون بس است۔ پہلے اِنکا مزار مرجع عام تھا۔ اطراف وجوانب کے لوگ زیارت کو آتے تھے مگر جب سے یہان کے لوگون کو بدعات قبور سے اجتناب کی توفیق ہوئی گور پرستی کا رواج اوٹھا عوام جو شانِ ظاہری کے پابند ہین اونکی توجہ بہت کم ہو گئی۔ اِن سے کچھ پچھم ایک اور بزرگ کا مزار ہے جنکا لقب **پیر از غیب** ہے۔ غرضکہ یہ دو بزرگ نیمی کے دو قطب ہین اَللّٰھُمَّ اَلحِقنَا مَعَھُم وَمَعَ سَائِرِ الصّٰلِحِینَ بعض لوگ ایک نقل یہ بھی بیان کرتے ہین کہ اگلے زمانے مین کسو نام ایک مشہور ڈاکو تھا اوسنے اپنی جماعت لیکر نیمی پر چڑھائی کی جب وہ لوگ درگاہ کے قریب پہونچے تو یکایک عالمِ غیب سے تلوارین چمکنے لگین اور وہ ڈاکو بھاگ کھڑے ہوئے۔ اگر ایسا ہوا تو بہ فحوائے کَرَامَاتُ الْاَوْلِیَاءِ حَقٌّ کچھ تعجب کا مقام نہین۔ المختصر ایک طرف گورستان اور تین جانب بستیان ہین اور بیچ مین بہت بڑا تالاب ہے جسمین سیکڑون سرخ نیلوفر[1] جنکی دل لبھانے والی رنگت

[1] صاحب مخزن نے نیلوفر کو نیلوپل کا معرب لکھا ہے نیلو ہندی نیا ہے یعنی پانی کو کہتے ہین یعنی پانی کا پھل اسکے کئی اقسام مین سرخ ازرق لال جو نیمی مین بکثرت ہوتے ہین سوسنی ادم وغیرہ کہ یہ نہایت عجیب ہین ہندوستان مین بہت کم ہوتا ہین ضلع اعظم آباد مین پالی نیمی کے سوا اور کہین نہ تھا

لالۂ حمرا سے کچھ کم نہین اپنا جلوہ دکھایا کرتے ہین۔ صبح کو جسوقت سورج کی کرن اونپر پڑتی ہے تو وہ سب لال پھول کھلجاتے ہین اور وہ تالاب لالہ زار نظر آنے لگتا ہے۔ سرخ کے علاوہ اونمین سفید نیلوفر بھی بھولا کرتے ہین جو رات کو کھلتے ہین۔ جس وقت اونپر چاندنی پڑتی ہے عجب بہار نظر آتی ہے۔ اس تالاب کے کنارے پورب جانب ایک عظیم الشان پختہ مسجد[1] جسکی بنا ۱۲۸۲ھ مین ڈالی گئی تھی فی الحال طیار ہوئی ہے۔ اسکے قریب دو بنگلے تالاب ہی کے کنارے ایسے موقع سے واقع ہین کہ وہان کے بیٹھنے والون کو پانی کے لال پھولون کی نکھار اور تالاب کے مختلف لہرون کی بہار اور روضہ آباد کا لہلہاتا ہوا مرغزار صاف نظر آجاتا ہے جس سے گھبرائی ہوئی طبیعت بہل جاتی ہے۔ دل کی کلی کھلجاتی ہے۔ اگرچہ نیمی کوئی شہر نہین۔ کوئی بڑا قصبہ نہین۔ جہان دیکھو وہان غربا ہی کے ٹوٹے پھوٹے گھر نظر آئینگے۔ مگر پھر بھی ایسی دلکش جگہہ ہے کہ یہان سے باہر

غزل

بہار اسکی نہ کیون بھائے کہ ہے میرا وطن نیمی
جو کوئی شام غربت کا تھکا ماندا ایسو پہنچا ہے
چلو اب سبزہ زارون سے بہار بوستان دیکھین
جو انان صنوبر قد و گل اندام کے صدقے
وہ تالاب اور وہ آب روان وہ سرخ نیلوفر
کسی کے خامۂ مشکین رقم کی عطر بیزی سے
نہان تھی گرد گمنامی مین لیکن ابر رحمت سے
ہوا جو ہرچیان جسدم کھنچا دل ایک عالم کا
دل ہندوستان بیشک عظیم آباد پٹنہ ہے
جدائی ایکدم کی جیتے جی کیونکر گوارا ہو
کمال خاکساری مین یہانتک رتبہ پایا ہے
مزار حضرت بخشش ہے یہان ہے باعث رحمت

بنا مین خوشنوا بلبل بنی صحن چمن نیمی
دکھاتی ہے بہار جلوۂ صبح وطن نیمی
بنی ہی آجکل برسات سے رشک چمن نیمی
نہین رکھتی مقرر حاجت سرو و سمن نیمی
بُھا لیتے ہین دل رکھتی ہے وہ دلکش پھبن نیمی
اگر سچ پوچھیے ہی غیرت ملک ختن نیمی
چمک اوٹھی یکایک صورت دُر عدن نیمی
ہوئی مشہور بنگالے سے لیکر تا دکن نیمی
مقرر ہے سویدا اسکا اے اہل سخن نیمی[2]
کہ مین روح روان ہون اور ہے میرا بدن نیمی
نظیر اپنا نہین رکھتی تہ چرخ کہن نیمی
نہو کیون مورد الطاف خلاق زمن نیمی

[1] پہلے یہ مسجد خام تھی پھر سرنو سے جناب مولوی علی احمد مرحوم رئیس ڈیانوان نے پختہ تعمیر کرائی۔ اور اسکے قبل مین ایک پختہ کنوان بھی بنوادیا جو نہایت ہی عریض و عمیق و مستحکم ہے ۱۲ منہ

[2] نام ملک ۱۲

یہی اے شوق میری التجا ہے حضرتِ حق مین
رہے آباد محشر تک مرا اپنا وطن نیمی ۔

ابو البرکات سید شاہ اکبر علی قدس سرّہٗ

یہ بزرگ ممن پور کے رہنے والے سادات کرام سے تھے انکے یہان اخذ بیعت کا طریقہ جاری تھا۔ بہت سے لوگ اِن کے مرید تے۔ مردِ حق اندیش و معرفت شناس تھے۔ ممن پور سے دکھن جانب ایک گورستان تھا جسکو آج ٹانڑا کہتے ہین۔ ان کے آباو اجداد وہین دفن ہوے تھے۔ انقلابات زمانہ سے وہ گورستان کشت زار ہو گیا۔ کل قبرین زمین کے برابر ہو گئین۔ انھون نے وصیت کی تھی کہ مجھے لوگ وہان دفن کرین۔ خدا اغریق رحمت کرے عجب اتفاق ہوا کہ جب انتقال ہوا۔ برسات کا زمانہ تھا۔ باڑھ آئی ہوئی تھی وہ گورستان غرقاب تھا۔ اونکی وصیت بجالانے سے مجبور رہے۔ آخر وہ اوسی گورستان مین جو آج گورِ غریبان سے آباد ہے حضرت بخشن شہید ؒ کے مزار سے دکن جانب دس بارہ قدم کے فاصلے پر تالاب کے کنارے مدفون ہوے۔ مگر انکی قبر مبارک کچھ ایسی مِٹ مٹا گئی کہ آج کل کے لڑکے نوجوان تو درکنار۔ بہت سے سِن رسیدہ حضرات بھی واقف نہین "شاہ اکبر علی انار اللہ برہانہٗ" مادہ سال ہے۔ اور قطعہ تاریخ وفات یہ ہے

شاہ اکبر علی حق آگاہ ۔۔۔ کرد چون باغِ جنان را رحلت
شوق تاریخ وفاتش گفتم ۔۔۔ وائے شد کانِ صفا در جنت

منشی شیخ ابو الحسن صاحب نیموی

بن شیخ بشارت علی بن شیخ کفایت اللہ مرحوم۔ خدا سلامت رکھے کہ بچّون مین بچے اور بڈھون مین بڈّے ہین۔ انکا خط نہایت ہی پاکیزہ ہے۔ دل کے ایسے شیر ہین کہ کسی معرکے مین اِن کے تیور میلے نہین ہوتے ؎ جوانمردان تابند از کسے رو ۔ نہین میدان ہمین چوگان ہمین گو ۔ خدا نے انکو کئی لختِ جگر نور البصر عطا کئے۔ مگر افسوس کہ کچھ دنون کنارِ محبت مین پلے اور آخر داغ دے کر آغوشِ گور مین لیٹ رہے ؎ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ ۔ اللہ تعالےٰ جل شانہٗ نعم البدل عطا فرمائے ۔

شیخ محمد اسمٰعیل

بن شیخ محمد ابراہیم مہینوری بن شیخ عبدالرحمٰن بن شیخ فلیح الدین بن شیخ محمد خلیل بن شیخ محمد جمیل غفراللہ لہم ۱۲۸۹ھ مین پیدا ہوے فرخندہ شمیم تاریخ ولادت ہے۔ انکے والد شیخ محمد ابراہیم صاحب نہایت قوی آدمی ہین۔ بڑے بڑے معرکون مین انکی شرکت ہوئی۔ بارہا تلوارون کا سامنا ہوا۔ مگر کبھی اُنکے تیور میلے نہوے جو جو زور آزمایان اور کارنمایان ان سے ظاہر ہوئی ہین۔ ایک زمانے تک یادگار رہین گی۔ یہ دونون باپ بیٹے بفضلہ زندہ ہین خدا صحیح وسالم رکھے۔

محمد اشفاق مرحوم

بن شیخ نذر علی بن شیخ اصغر علی بن سیف اللہ مرحوم ساکنان نیمی۔ انکا واقعہ عجب حسرت انگیز ہے۔ مان باپ کے بہت پیارے تھے۔ ہمیشہ یہی تمنا تھی کہ جوان ہون تو نوشہ بنا کے دل کے ارمان نکالیے۔ دولھا دولھن سے گھر کو آباد کیجیے۔ جب عالم شباب کو پھونچے نہایت خوشی کے ساتھ بیاہے گئے۔ ہر طرف غلغلہ شادمانی برپا تھا۔ عیش و عشرت کے سامان مہیا تھے کہ یکایک وہ مرحوم مبتلاے ہیضہ ہوے۔ قے۔ دست۔ آنے لگے۔ کسی شاعر نے یہ شعر گویا انھین کے لیے کہا تھا ؎ ٹھہر ٹھہر ملک الموت قبض روح نہ کر ابھی وصال صنم کی ہے آرزو باقی۔ لاکھ تدبیرین کیگئین مگر اجل نے ذرا مہلت نہ دی دم بھر مین روح فنا ہوگئی۔ اور وہ سارا عشرت کدہ ماتم سرا ہوگیا۔ ادہر دلھن نے بارہ ابرن سولہ سنگار پر خاک ڈالکر رنڈسالا پہنا۔ اور ادہر اوس مرحوم دولھا کے جسم نازک سے عروسانہ لباس اوتارے گئے اور اوسکے بدلے سفید کفن پہنایا گیا۔ افسوس جسکی برات ابھی نکلی تھی اب اوسکا جنازہ نکلا۔ جو محفل مین ابھی رونق افروز تھا وہ اب خواب مرگ کے سبب سے عروس لحد کا ہمکنار رہوا۔ المختصر لوگون نے نہایت حسرت کے ساتھ آنکھون سے آنسو بہا کر اوس مرحوم کی میت کو مٹی دی۔ اور فرشتون نے نم کنومۃ العروس کہا ؎ وہ اُٹھ گئے تو بزم بھی سنسان ہوگئی ✦ دولھا کے دم کے ساتھ یہ ساری برات تھی ✦ اس سانحہ حسرت افزا واقعہ جانگزا کے بعد شیخ نذر علی مرحوم کی

بقیہ اولاد بھی رفتہ رفتہ نذر اجل ہوگئی اور انکا خاندان ایسا رٹ مٹا گیا کہ آج اون کا کوئی نام لیوا نہ رہا۔ محمد اشفاق مرحوم کی تاریخ وفات مین نے یون لکھی ہے۔

چون جناب محمد اشفاق آہ — شد ہم آغوشِ عروسِ مزار
شوق تاریخ رحلتش گفتم — دخل الجنۃ مع الابرار

فائدہ الجنۃ کی تے کے پانچ عدد لیئے گئے ہین نہ چار سیکڑے۔ یہ معرکۃ الآرا بحث کہ تاے غیر طویلہ کے کیا عدد لینا چاہیئے۔ مین نے ازاحۃ الاغلاط وغیرہ مین بقدر ضرورت لکھدی ہے آج نہایت تنقیح کے ساتھ اس بحث کو لکھتا ہون۔ چونکہ یہ مشہور بات ہے کہ تے کے چار سیکڑے ہوتے ہین لہذا آجتک عام خیال یہی ہے کہ تاے طویلہ ہو یا غیر طویلہ۔ اوسکے چار سیکڑے ہین۔ تاے طویلہ مین تو کسی کو کلام نہین۔ رہی غیر طویلہ جسکو تاے مدورہ بھی کہتے ہین۔ اور اوسکا املا دو طرح ہے گول اور شکستہ۔ اوسکے اعداد بعض مورخین نے چار سیکڑے لیے ہین جیسے ملا فائق لکھنوی نے مخزن الفوائد کا تاریخی نام خزینۃ الاصول رکھا ہے۔ اور تاے خزینہ کے چار سیکڑے لیے ہین مگر محققین اسکے پانچ ہی عدد لیتے ہین جو ہاے ہوز کے اعداد ہین خزانہ عامرہ مین مولانا آزاد بلگرامی نے سید غلام حسن رح کی تاریخ لکھی ہے ؎ سید مقتدی غلام حسن کرد رحلت بجنۃ الماوی سال تاریخ او خرد فرمود * زجہان رفت زبدۃ الفقرا۔ پھر لکھا ہے کہ حساب تای زبدہ پنج است نہ چہار صد۔ اور حقیقت لکھنوی نے خزینۃ الامثال کی تاریخ یون لکھی ہے ؎ کر خزینے سے خرچ ساٹھ عدد بولا ہاتف خزینۃ الامثال اور رشک لکھنوی نے رسالہ ہدایۃ الشعرا کی تاریخ یون لکھی ہے ع ہدایۃ الشعر جاے حل مصطلحات اور مولانا مفتی عنایت احمد مرحوم نے اپنی ایک کتاب کا نام تاریخی الکلام المبین فی آیات رحمۃ للعالمین رکھا ہے۔ اور شمس العلما مولانا حسرت عظیم آبادی نے ایک مسجد کی تاریخ یون کہی ہے ع انہا کعبۃ لارض الھند اور جناب امیر لکھنوی نے اپنے دیوان اول کا تاریخی نام مراۃ الغیب رکھا ہے۔ اور والی رامپور خلد آشیان مرحوم و مغفور کے دیوان سوم کا تاریخی نام جناب منیر شکوہ آبادی نے درۃ الانتخاب رکھا ہے۔ غرضکہ ان سب تاریخون کی تاے مدورہ کے اعداد پانچ ہی لیے گئے ہین جو ہاے ہوز کے اعداد ہین۔ کیونکہ تاریخ کی بنا کتابت پر ہے نہ تلفظ پر۔ اور تاے مدورہ کتابت مین ہوز کے ہم شکل ہے۔ چنانچہ آزاد بلگرامی نے تذکرہ

خزانۂ عامرہ مین ناصر علی کے ترجمہ مین عقد الجواہر کی یہ عبارت نقل کی ہے "کہ وقتیکہ لفظ و رسم الخط مختلف واقع شود مثل چھلے و بیچیے کہ در نطق الف است و در رسم یا و مثل حمزۃ و طلحۃ کہ در نطق تا است و در رسم ہا بعضے گویند معتبر مکتوب است نہ ملفوظ و بعضے گویند معتبر ملفوظ است نہ رسم۔ سید عبداللہ مدہر لیثی (یعنی در عربی) گوید قول اول معتمد علیہ است و قول ثانی نادر" اس تحریر سے ثابت ہے کہ تاے غیر طویلہ رسم الخط مین ہمشکل ہا ہوتی ہے اور علامہ فاکہانی نے مجیب الندا شرح قطر الندا مین بحوالہ ابو حیان لکھا ہے وعلی ہذہ اللغۃ کتب فی المصحف الفاظ بالتاء نحو ان شجرت الزقوم۔ اہم یقسمون رحمت ربک یعنی اسی بنا پر قرآن مین چند الفاظ با تاء لکھے گئے ہین جیسے آیۂ ان شجرت الزقوم اور آیۂ اہم یقسمون رحمت ربک دیکھو بجاے شجرۃ جو شجرت اور بجاے رحمۃ جو رحمت لکھا گیا ہے تو ان الفاظ کو با تا کہا جس سے یہ بات نکلی کہ شجرۃ اور رحمۃ کا املا با تا نہین ہے بلکہ با ہا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ دونون ہمشکل ہین تاے مدورہ پر نقطے ہوتے ہین اور ہاے ہوز پر کچھ نہین ہوتا تو اسکا جواب یون دیا گیا ہے کہ یہ نقطے تشکیل مین کالعدم سمجھے گئے ہین۔ چنانچہ صاحب مقامات حریری جو بہت بڑا ادیب تھا اٹھائیسوین مقالہ مین جو صنعت مہملہ مین ہے تاے غیر طویلہ جا بجا لایا ہے چنانچہ اوسمین کا ایک فقرہ یہ ہے الصحۃ کاملۃ والسلامۃ حاصلۃ دیکھیے تاے مدورہ کے نقطون کا کچھ اعتبار نہین کیا۔ اور ان لفظونکو صنعت مہملہ مین لے آیا۔ مگر علامہ فیضی نے اسکے خلاف کیا ہے اور نقطون کا اعتبار کیا ہے کہ موارد الکلم کے خاتمہ مین جو صنعت منقوطہ مین ہے اوسمین نظیفۃ وغیرہ الفاظ استعمال کیے ہین اب دیکھیے کہ صاحب مقامات حریری اور صاحب موارد الکلم کس پایہ کے لوگ ہین مگر نقطون کے اعتبار کرنے مین دونون مختلف ہین۔ اب اگر انصاف پسندی کی طرف دیکھتا ہون تو بے ساختہ بول اوٹھتی ہے کہ صنعت منقوطہ و غیر منقوطہ مین اولے یہی ہے کہ یہ نقطے اعتبار کیے جائین اور کاملۃ اور حاصلۃ ایسے الفاظ صنعت غیر منقوطہ مین داخل نہ کیے جائین۔ اور شفیقۃ اور نظیفۃ ایسے لفظ صنعت منقوطہ مین داخل کیے جائین رہی یہ بات کہ جب نقطون کا اعتبار ہوا تو یہ تاے مدورہ مثل ہاے ہوز نہ ٹھہری کہ پانچ عدد دیے جائین تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس حرف پر ہے اور تے دونون کا اطلاق ہوتا ہے تے کا اطلاق تو ظاہر ہے۔ ہا کا اطلاق باعتبار مآل کے ہے یعنی اس اعتبار سے کہ آخر

وقف مین تے ہو جاتی ہے صاحب کافیہ نے بحث غیر منصرف مین لکھا ہے و شرطہ
ان یکون بغیرھا۔ اور آگے چل کے مع اظہار کی مثال مین لکھا ہے کھڑا بنۃ اور سورۂ
انبیاء مین جو اقام الصلوٰۃ ہے اوسکے تحت مین علامہ جلال الدین محلی نے اپنی تفسیر مین لکھا ہے
وَحُذِفَ ھاء اقامۃ تخفیفا۔ الغرض جب دونون اطلاقات صحیح ہوئے تو دیکھنا چاہیے
کہ تاے قرشت کی شکل سے اسکو زیادہ مناسبت ہے یا ہاے ہوز سے۔ تو انصاف پسندی
یہی کہتی ہے کہ ۃ سے تاے قرشت سے اور تاریخ مین اعتبار کتابت کا ہوتا ہے۔
لہذا یہ تے جو باعتبار آل بھی تے ہے اور کتابت مین بھی ہمشکل ہا ہے اسکے پانچ ہی عدد
لیے جاوینگے۔ ہان جب تاے دراز لکھین گے تو اسکے چار سیکڑے ہو جاینگے۔ دیکھیے یہی
جنت عربی مین جسکا املا تاے غیر طویلہ چاہیے جب عبارت فارسی و اردو مین تاے دراز
سے لکھتے ہین او سوقت اسکے تے کے اعداد پانچ سے چار سیکڑے ہو جاتے ہین۔ یا جیسے
رحمت کہ قرآن مین بعض جگہہ اسکا املا تاے طویلہ سے لاحد ہ رحمت اندر کلام ربانی
ہفت باشد بہ تاے طولانی ہود و اعراف و مریم و بقرہ روم و زخرف باول و ثانی
ان مقامون مین رحمت کی تے کے چار سیکڑے لیے جاینگے الحاصل جہان تاے طویلہ
ہے اوسکے چار سیکڑے ہین ورنہ پانچ عدد۔ رہی یہ بات کہ تے کہان دراز لکھنا چاہیے
اور کہان مدورہ تو ترکیب عربیہ مین تاے اصلی اور تاے ضمیر اور تاے جمع کو تو دراز لکھتے
ہین جیسے وقت اور ضربت اور مسلمات وغیرہ۔ اور ان کے علاوہ تاؤن کو
گول یا شکستہ لکھتے ہین۔ جیسے زبدۃ العلما۔ جنۃ الماوی۔ مگر اعلام کو اکثر فارسی۔ اور
اردو عبارت مین تاے دراز کے ساتھ لکھتے ہین۔ جیسے ہدایت اللہ۔ اور اگر عربی ترکیب نہین اور
تلفظ مین ہے ہے تو اوسکو بشکل ہا لکھتے ہین۔ جیسے ہدایہ و وقایہ اور جہان کہین تلفظ مین
تے ہے وہان اوسکا املا تاے دراز سے لکھتے ہین۔ جیسے وحشت و قسمت وغیرہ۔ مگر
بعض حضرات جیسے ڈپٹی نذیر احمد مصنف مرآۃ العروس وغیرہ اون تاؤن کو جو
حالت وقف مین ہا ہو جاتی ہین مگر تلفظ مین تے ہی رہتی ہین۔ اردو فارسی عبارت
مین بھی شکستہ ہی لکھتے ہین موعظہ حسنہ مین وحشت کی جگہہ وحشۃ اور قسمت کی
جگہہ قسمۃ وغیرہ کی بھرمار ہے۔ اور مزا تو یہ ہے کہ ایک صاحب نے لکھا ہے کہ اردو مین بھی
ان تاؤن کو دراز لکھنا غلط ہے۔ اور اتنا خیال نہین کیا کہ اون تاؤن کا وہ املا عبارت

عربیہ مین مقرر ہے نہ دوسری زبان مین - عربی کے احکام جدا ہین - اور فارسی وغیرہ کے قواعد علحدہ ع ہر سخن وقتی و ہر نکتہ مکانے ندارد - فرہنگ جہانگیری کے آئین یازدہم مین ہے کہ ہر گاہ لغت عربی کہ در آخر آن تاے فوقانی باشد د آن را در املاے عربی بصورت ہا نویسند مثل ظہیر الدولۃ والسعادۃ والرفعۃ والشوکۃ چون در پارسی نویسند آن تا رات را دراز باید نوشت مانند ظہیر دولت وسعادت ورفعت وشوکت و این تاہا را در عبارت فارسی گرد نوشتن بے املاست ✤

شیخ اکبر علی مرحوم

بن شیخ سیف اللہ نیموی بن شیخ عبد الحکیم مرحوم - یہ بزرگ میرے والد مرحوم کے نانا تھے کلیمہ انکی والدہ کا اور علیمہ انکی زوجہ کا نام تھا - انکے دو لڑکیاں تھین ایک کا نام بی بی مرتو تھا جو لاولد مر گیئن - دوسری کا نام بی بی میدن تھا جنکی اولاد سے ہم لوگ ہین - آج نیمی مین ہم لوگون کا جو کچھ حصہ ہے انھین کا تبرک ہے - خدا بخشے ۱۱۶۳ھ مین پیدا ہوے - اور ۱۲۳۳ھ مین ماہ صفر کی ساتوین تاریخ رحلت فرمائی - مین نے یہ تاریخ لکھی ہے ؎

گرامی گہر شیخ اکبر علی | ازین دارِ دنیا جو کرد انتقال
پے سالِ تاریخ فوتش دلم | بگفت آہ شیخ اکبر با کمال
۱۲۳۳ھ

شیخ الطاف حسین مرحوم

بن شیخ فضل علی نیموی مغفور - آغاز شباب مین یہ بہت بڑے شوقین تھے - جہان حسن و عشق کے قصون مین کسی حسین کی تعریف نظر سے گزرتی - منہ مین پانی بھر آتا - رال ٹپک پڑتی - بیساختہ بول اوٹھتے کہ افسوس اوسوقت ہم نہ ہے - آخر مرزاپور کے سفر کا انکو اتفاق ہوا - متشرع لوگون کی صحبت اوٹھائی - حضرت سید احمد بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ جناب مولانا مولوی محمد علی رامپوری کے ہاتھ پر بیعت کی - رسائل دینیہ کی سیر سے بہت کچھ مسائل سے واقف ہو گئے - جب وطن کی طرف مراجعت کی تو لوگون کو بدعات سے روکنے لگے - ہر شخص کو صوم وصلواۃ کی تحریک کرنے لگے - انکی سعی مشکور نے نیمی مین

دینیات کی بہت کچھ اشاعت کردی جزاہم اللہ عنا خیرالجزاء۔ آغاز شباب مین جوش و عشق کا مزا دل مین تھا بعد زہد و تقوی بھی اوسکا اثر رہا۔ کہ جہان کہین کچھ دنون کے لیے انکا قیام ہوتا کسی نہ کسی عورت سے نکاح پڑھالیتے۔ عجب شان خدا کہ دو ایک بی بیون کے سوا جتنی بی بیان حبالہ نکاح مین آئی گئین بہت جلد راہی ملک بقا ہوئی گئین۔ نیمی مین جیسے یہ کثیرالازواج ہوے کوئی نہوا ہے اور نہ شاید کوئی ہوگا۔ خدا جنت نصیب کرے۔ مرتے دم تک صوم و صلوٰۃ و تلاوت قرآن کے پابند رہے۔ مرض الموت مین بھی انکو قرآن کا شوق رہا۔ اور آخر قرآن ہی سنتے سنتے نزع روح کا عالم شروع ہوگیا اور ۶۔ ربیع الآخر روز دوشنبہ ۱۳۰۹ھ مین انتقال فرمایا انا للہ و انا الیہ راجعون ؎

شیخ الطاف حسین مرحوم	جامع زہد و کمالات و ہمم
ششم ماہ ربیع الآخر	زین جہان رفت بگلزار ارم
شوق تاریخ وفاتش گفتم	کردہ رحلت بہ جنان کان کرم

اور منشی قطب عالم صاحب نیموی بی اے نے ایک تاریخ کلکتہ سے لکھ کر بھیجی جو ذیل مین درج ہوتی ہے ؎

شیخ الطاف نیموی مرحوم	تھے جو عاشق جناب باری کے
عین بیسوین کو پیر کے دن	ماہ کاتک مین سال فصلی کے
حور جنت کے شوق مین اکبار	ہوئے تارک وہ ملک ہستی کے
ہوئی مخلوط خوب جائے حسین	ساتھ جب اونکے نام عالی کے
خامۂ قطب نے لکھی تاریخ	شیخ الطاف حسین نیمی کے

فائدہ ارم اگرچہ باغ شداد کا نام ہے مگر اہل فارس مجازاً جنت کو بھی کہتے ہین۔ مولانا جامی ؎ در رہ اسلام ہر کو آمدہ + کرد گار او دہد حور ارم + مولف نے ازاحۃ الاغلاط مین اس لفظ کی تحقیق کما حقہ لکھی ہے۔

فائدہ۔ کسی نظم مین اگر کوئی عیب ہو اور شاعر کسی عنوان سے اوس عیب کو ظاہر کردے تو وہ عیب عیب نہین رہتا۔ پس مادہ تاریخ سے جائے حطی تعقیع سے گرتی ہے۔ اور بغیر گرائے مصرع موزون نہین ہوتا۔ لہذا چوتھے شعر مین اسکا اشارہ کردیا گیا ہے۔ کما لا یخفی علی المتامل +

شیخ امانت حسین

بن شیخ فضل علی نیموی مرحوم - ۱۲۳۳ھ مین پیدا ہوے - چھوٹے میان لقب ہے - ڈاکٹر محمد صدیق کے پدر بزرگوار ہین - آدمی تجربہ کار و ہوشیار ہین - خدا صحیح و سالم رکھے - پرانے لوگون مین یادگار ہین -

شیخ امیر الحسن

بن شیخ حامد حسین ممن پوری بن شیخ ذو الفقار علی بن شیخ قاسم علی بن شیخ سیف اللہ بن شیخ وجیہ الدین بن شیخ معز الدین بن شیخ عبد اللطیف بن شیخ عبد الحکیم غفر اللہ لہم ۱۲۶۵ھ مین پیدا ہوے - خدا ترس تاریخ تولد ہے - انکے پردادا جناب شیخ قاسم علی مرحوم نہایت معزز آدمی تھے - راجہ کوچ بہار انکا شاگرد تھا - یہ خود نہایت نیکبخت و صاحب اخلاق و ہر دلعزیز ہین - انکو بعض نسخے ایسے نایاب معلوم ہین کہ بڑے بڑے اطبائے زمانہ کو معلوم نہونگے حضرت سیدنا مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادی مدظلہ کے مرید ہین - تصوفانہ مذاق رکھتے ہین - خدا صحیح و سالم رکھے - مغتنمات روزگار سے ہین -

شیخ امین اللہ مرحوم

بن شیخ ولی اللہ بن شیخ عبد الحکیم نیموی مرحوم - یہ بزرگ میری جدہ مرحومہ کے جد امجد کے بھتیجے تھے - شیخ درگاہی ان کے بھائی کا نام تھا - رحم اللہ کا - یہ دونون بھائی شیخ ولی اللہ مرحوم کے چشم و چراغ - سن رسیدہ ہو کر لاولد اس جہان سے رحلت فرما ہوے - انا للہ و انا الیہ راجعون -

قطعۂ تاریخ

چون بفردوس رفت ازین عالم	طالب قرب رب امین اللہ
شوق تاریخ شد ز روے الم	شیخ والا نسب امین اللہ

فائدہ - اس تاریخ مین ایک عدد کا تعمیہ کیا گیا ہے - مصرعۂ تاریخ سے ۱۲۷۲ھ نکلتے تھے ایک کی کمی تھی - اور لفظ الم کا رد الف ہے جسکا ایک عدد ہے - " ز روے الم " ...

ایک عدد داخل کر دیا۔ اور یہ درست ہے۔ مگر حضرت جلال لکھنوی نے افادۂ تاریخ میں باوجود جائز رکھنے تعمیہ کے اسطرح تدخلہ اعداد کو نادرست ٹھہرا دیا ہے۔ اتنا خیال نہین کیا کہ تعمیہ کے معنے معما گفتن کے ہین۔ تعمیہ تاریخ یہ ہے کہ مورخ معمّے کے طور پر مادہ تاریخ مین کچھ زیادہ کردیا اوسمین سے کچھ گھٹاوے۔ ہر ذی فہم سمجھ سکتا ہے کہ زروے الم کہنے سے معمّے کے طور پر ایک عدد داخل ہو جاتا ہے۔ اور تعمیہ کی دو قسمین ہین تدخلہ اور تخرجہ۔ اور جس طرح منطق مین تصور کے دو معنی ہین۔ تصور مطلق اور تصور ساذج۔ اور اکثر تصور کا اطلاق تصور ساذج پر ہوتا ہے اوسی طرح اکثر تعمیہ کا اطلاق تعمیہ داخلی پر ہوتا ہے اور تعمیہ خارجی کو تخرجہ کہتے ہین۔ مگر حضرت جلال نے افادہ تاریخ مین عجب حیرت انگیز بات لکھی ہے وہ لکھتے ہین۔ کہ اور یہ جو بعضون نے اس قسم کو باسم تخرجہ محض موسوم کیا ہے یہ تسمیہ غلط ہے۔ ہان تعمیہ یا تخرجہ کہتے تو درست تھا۔" مین کہتا ہون کہ تخرجہ کے معنے خارج کرنے کے ہین۔ چونکہ تعمیہ کی اس قسم مین کسی عدد کا اخراج ہوتا ہے لہذا اس قسم کو تخرجہ کہتے ہین لا مشاحۃ فی الاصطلاح یہ تسمیہ غلط کیون ہونے لگا۔ قسم مین مقسم تو معتبر ہی ہوتا ہے تخرجہ کے معنے مین تعمیہ تو معتبر ہی ہو گا تعمیہ یا تخرجہ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ چاہے تعمیہ داخلی کہیے چاہیے تعمیہ یا تخرجہ کہیے۔ چاہے صرف تخرجہ کہیے یہ سب اطلاقات بے کھٹکے درست ہین۔ اور اگر صرف تعمیہ کہیے جب بھی یہ اعتبار اطلاق العام علی الخاص جائز ہے۔ المختصر جناب جلال کی تغلیط محض غلط ہے۔

شیخ بدیع الزمان مرحوم

یہ نیمی کے اگلے لوگون مین گزرے ہین۔ انکے آبا و اجداد کا پتہ نہ لگا۔ پرانے کاغذات سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ شیخ عبد الحکیم نیموی مرحوم کے معاصر تھے۔ نیمی کے حصہ خرد کے مالک شیخ عبد الحکیم مرحوم وغیرہ تھے۔ اور حصہ بزرگ کے قابض یہ تھے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے شیخ احمد مرحوم کچھ دنون قابض رہے۔ ۱۲۰۳ فصلی مین عامل وقت نے وارثان شیخ عبد الحکیم وغیرہ کے نام دستک بھیجکر نیمی خرد اور بزرگ دونون کی قبولیت طلب کی۔ ان لوگون نے باین عبارت جواب لکھا۔ کہ از موضع بزرگ علاقہ نداریم احمد نامی از چندمدت بر موضع مذکور قابض است ازان تعلق دارد۔ اسپر عامل وقت نے بہت تشدد کیا

اور لکھا کہ من او را نمی دانم کہ کیست و کدامیست معاملہ موضع مرقوم از شمایان تعلق دارد تا کہ
قبولیت داخل نخواہد شد خلاصی نخواہد شد۔ شیخ احمد مرحوم یہ تشدد دیکھ کر گھر سے باہر چلے گئے۔
اور روپوش ہو گئے۔ جب لوگون نے بہت تلاش کی تو عظیم آباد مین اون سے ملاقات ہوئی
اوھون نے صاف جواب دیا کہ مجکو اوس موضع سے کچھ علاقہ و سروکار نہین جسکا جی چاہے
کرے۔ جب اوھون نے یہ جواب دیا تو ان لوگون نے حصہ بزرگ اور خرد دونون کو لالہ
جانکی رام کے یہان اجارہ مین رکھکر عامل وقت کو زر قبولیت دے دیا۔ کچھ دنون بعد
۱۲۱۵ فصلی مین لالہ مذکور نے سید علی رضا خان بہادر کے یہان رہن رکھا۔ جب یہ سب معاملے
ہو چکے اور شیخ احمد مرحوم کا بھی انتقال ہو چکا تو سید غلام نجف بن سید امیر اللہ بن سید
مداری مرحوم نے جو شیخ بدیع الزمان مرحوم کے کسی قسم کے وارث ہوتے تھے۔ حاکم وقت کے
یہان ورثہ شیخ عبد الحکیم وغیرہ پر بایں مضمون دعوی کیا کہ موضع نیمی خرد عملہ پرگنہ مذکور ملکیت
مدعا علیہم مرقوم مین ہست و موضع نیمی بزرگ مخلوط الرقبہ معمولہ پرگنہ مذکور ملکیت مسمی بدیع الزمان
مورث من ہست شمایان چرا بے اذن و بے اطلاع شیخ احمد پسر بدیع الزمان مرحوم موضع مرقوم
را اجارہ و رہن کردہ اید موضع مرقوم را مع ماحصل تصرفہ بمن مدعی تسلیم نمائید۔ اس دعوے
کے بعد مدعا علیہم نے اقرار کیا کہ فی الواقع نیمی بزرگ مدعی کے مورث کا ہے شیخ احمد کے انکار
اور عامل وقت کی تشدد کی وجہ سے ہم لوگون نے ایسا کیا۔ اوس زمانے مین شیخ رحم علیخان
نامی کوئی شخص تھے وہ اس مقدمے مین حکم قرار دیے گئے۔ اوھون نے یہ فیصلہ کیا کہ ۱۲۱۱
سے موضع نیمی بزرگ کو مدعی یعنی سید غلام نجف اپنے دخل و قبضہ مین لائین۔ اور سنین ماضیہ
کے ماحصل سے باز آئین۔ اور مدعا علیہم اوس سے ہاتھ اوٹھائین اور بہت جلد مرتہن سے تمسک
رہن واپس لیکر مدعی کے حوالہ کرین۔ اس فیصلے کے بعد حصہ بزرگ سید غلام نجف مرحوم کے قبضہ
مین آیا۔ پھر ۱۲۰۲ فصلی مین اون سے جناب مولانا محمد امین اللہ مرحوم ساکن موضع نگرنہسہ
ضلع عظیم آباد نے خرید کیا اور ایک مدت تک اونکی اولاد کے دخل مین رہا۔ اور آج ولایت
مولانا محمد ابراہیم نگرنہسوی نبیرۂ جناب مرحوم کی زوجہ اونکے قبضہ مین ہے غفر اللہ لہم

لـه تذکرہ روز روشن مین لکھا ہے کہ مولانا محمد امین اللہ عظیم آبادی از علمای عالی مقام و فضلای ذوی الاحترام
بود۔ مدرسی مدرسہ عالیہ انگریزی در کلکتہ اوقات عزیز صرف می نمود مختصرات از مولوی جمال الدین بہاری
مطولات از مولوی محمد قائم الہ آبادی خواندہ و تفسیر و حدیث بخدمت مولانا شاہ عبد العزیز دہلوی گزراندہ۔

شیخ بدیع الدین مرحوم

بن شیخ غلام حسن بن شیخ محمد سمیع مرحوم - یہ بھی نیمی کے اگلے لوگون مین گزرے ہین - سنہ ۱۲۱۲ تک زندہ تھے - باقی حال کچھ معلوم نہین +

شیخ بلاقی مرحوم

بن شیخ عبد الرحمن بن شیخ فلیح الدین متینپوری - جوان آدمی تھے صوم وصلوٰۃ کے نہایت پابند تھے - افسوس عین شباب مین کلیجے مین ورم ہوکر زخم پڑ گیا - گیارھوین

و تا دوام الحیات بدرس و تدریس و طاعت و عبادت مصروف ماندہ - حاشیہ بر میرزاہد رسالہ نوشتہ و تالیف شرح مسلم الثبوت شروع کردہ بود کہ کتاب حیاتش بخاتمہ رسید در نظم فارسی مہارت کامل داشت قصیدہ عظمیٰ در نعت و معجزات سید کائنات علیہ و علی آلہ السلام والصلوٰۃ بکمال بلاغت موزون نمودہ کہ یادی ارباب علم و تحدیر اول است و مطلعش اینست ~ محمد آسرار دہ تا قرآنی چہ دلبرانہ کہ دل ی برند پنہانی + مزرع عشق آئین برگ و بر طرز دو تم انگند تخم وفا نخل جفا بر خیزد + انتہی کلامہ - قصیدہ عظمیٰ چند بار چھپ چکا ہے - فی الواقع نہایت پاکیزہ نظم لکھی ہے - جناب مرحوم کے پدر بزرگوار کا نام مولوی سلیم اللہ بن مولانا علیم اللہ تھا - ۲۴ - ماہ ربیع الاول ۱۳۲۲ھ مین انتقال فرمایا - انکے بیٹے مولانا امین اللہ مرحوم بھی بہت اچھے عالم ہوے اور انکے پوتے جناب مولانا محمد ابراہیم مرحوم بن مولانا امین اللہ مذکور اور انکے نواسے جناب مولانا مولوی تصدق حسین مرحوم ابن قاضی حمید اللہ بن مولوی غلام نور بن مولانا سلیم اللہ مذکور آسمان علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب ہوے - مولانا محمد ابراہیم مرحوم ایک زمانہ تک مدرسہ عالیہ کلکتہ کے مدرس رہے - دیوان متنبی کی شرح فارسی ان سے یادگار زمانہ ہے - ۹ رمضان المبارک ۱۳۱۳ھ مین انتقال فرمایا اور جناب مولوی تصدق حسین مرحوم فارسی مین ید طولیٰ رکھتے تھے خلاق تخلص تھا - انکا دیوان فارسی آجتک قلمی موجود و محفوظ ہے - ۱۲۰۱ھ مین وفات پائی - یہ چند اشعار ان کے طبعزاد ہین ~ ای زلف یار باز این پیچ و تاب چیست + دل اسیر دام تو دیگر شتاب چیست + کشتی و سوختی و زدی خاک من بباد + خود گو جواب پرسش روز حساب چیست + آہستہ رو کہ سیر نسیم جمال دوست + ای عمر تیز گام ترا این شتاب چیست + نی برہمن نہ کعبہ نشین من چہ دانم + راہ خطا کدام و طریق صواب چیست + موئے سفید گشتہ و خلاق غافلی + صبح از افق دمید دگر وقت خواب چیست + انکے بیٹے جناب مولانا مولوی علیم الدین حسین مرحوم مصنف سلم الافلاک بھی جامع علوم و فنون تھے - افسوس انکا بھی ۲۰ - محرم ۱۳۱۲ھ مین انتقال ہو گیا - انا للہ وانا الیہ راجعون ۱۲ منہ +

ذی الحجہ روز سہ شنبہ کو ۱۳۰۷ھ مین اِس جہان فانی کو چھوڑ کر داخلِ جنت ہوے۔

قطعہ تاریخ

چوکرد شیخ بلاقی ازین جہان رحلت		سرشک در دروان شد زدیدۂ مردم
نوشت خامۂ من شوقِ سال تاریخش		سہ شنبہ مہ ذی الحجہ آہ یازدہم ۰۷ ۱۳ھ

فائدہ۔ لفظ سہرا بہاے مختفیہ ہے۔ مگر غلطی سے اکثر کم فہم کے لوگ سہرا بہاے ملفوظ بروزن کہہ دمہ و دہ بولتے ہین۔ عوام تو عوام بعض خواص بھی اسمین دھوکا کھا گئے ہین۔ ایکدفعہ دلگداز مطبوعہ مئی ۱۸۹۹ء مین جناب امیر لکھنوی کا ایک سہرا چھپا تھا جسکا مطلع یہ ہے۔ ع بنگیا حور کا آنچل ترے سر پر سہرا ٭ ناز و انداز کا ہے آج ترے سر سہرا ٭ اوسمین ایک شعر بھی تھا۔ ع تار ہاے زر و سلک گہر و دستہ گل ٭ داد و نور رخ تو جلوہ نو سہرا ٭ ظاہر ہے کہ یہان سہرا بہاے مظہرہ مستعمل ہوا ہے۔ ایک صاحب مجھپر معترض ہوئے کہ تم سہرا بہاے مظہرہ غلط کہتے ہو اور جناب امیر ایسے شاعر نے دیکھو یون باندھا ہے۔ مین نے کہا کہ یہ لفظ فارسی ہے۔ اسمین وہ مستند نہین ہو سکتے۔ بمقتضاے بشریت اون سے چوک ہو گئی ہے۔ اونھون نے نہ مانا اور دیر تک اسکی صحت پر اونکو اصرار رہا۔ آخر جب مین نے کتبِ لغات و اشعارِ اساتذہ فارس پیش کیے اور اپنی وہ تحقیقات جو ازاحۃ الاغلاط اور ضمیمہ تحقیق مین ہین دکھائین تو غلطی کے مقر ہوے۔

شیخ بلیغ اللہ مرحوم

بن شیخ نجیب اللہ بن شیخ محمد صفی ممپنوری۔ ۱۲۸۰ھ تک زندہ تھے۔ باقی حال کچھ معلوم نہین

شیخ تبارک حسین مرحوم

بن شیخ الفت حسین بن شیخ نور علی نیموی مرحوم۔ نہایت خوش خلق و خوش وضع آدمی تھے۔ دربھنگہ مین کہین نوکر تھے۔ وہین انکا انتقال ہوا۔

قطعہ تاریخ

شیخ تبارک حسین یافت بغربت وفات　　جانب باغِ جنان رفت ز دار المحن

چون سنۂ رحلتش شوقِ حزین خواستم	خامۂ من زد رقم آہ غریبِ وطن
	۸۲ ۱۲ھ

شیخ ثناء اللہ مرحوم

بن شیخ نسیم اللہ بن شیخ نجم الدین بن شیخ شہاب المبین بن شیخ ضیاء اللہ بن شیخ عبد اللطیف بن شیخ عبد الحکیم غفر اللہ لہم ممنور کے رہنے والے تھے۔ کشتکاری وجہ معاش تھی۔ سنہ ۱۲ھ مین انکا انتقال ہوا۔

تاریخ

چون بہ گلزار خلد رحلت کرد	شیخ عالی گہر ثناء اللہ
خامۂ شوق زد رقم تاریخ	سوئے فردوس رفت حق آگاہ
	۴۱ ۱۲ھ

شیخ جوگی مرحوم

ممنور مین اس نام کے چار شخص ہوئے ہین ایک بڑے جوگی جنکا نام جلال الدین تھا برادر شیخ نعمت عرف شیخ گورے بن شیخ غلام حیدر بن شیخ حمید الدین بن شیخ محمد واصل بن شیخ محمد جعفر مرحوم دوسرے ناٹے جوگی پسر شیخ بودہا ولد شیخ محمد قیوم بن شیخ نجم الدین تیسرے کہکڑی جوگی پسر شیخ روح اللہ عرف شیخ بلٹو ولد شیخ جھکون بن شیخ نقیر محمد بن شیخ حمید مرحوم چوتھے چھوٹے جوگی جنکا نام شیخ سخاوت علی تھا۔ بن شیخ محمد علی بن حمید الدین بن شیخ محمد واصل مرحوم۔ ان چارون مین صرف انھین کی اولاد ہگی ہے۔ شیخ بشارت علی۔ منشی شرافت حسین شیخ بہادر علی۔ شیخ ظہور احسن۔ شیخ ریاض الدین۔ یہ پانچون حضرات ان کے بیٹے ہین اور بفضلہ زندہ ہین۔ ان کے فروع کو ملایئے تو خاصی جماعت ہو جاتی ہے۔ بہرکیف تین جوگی تو پہلے انتقال کر چکے تھے صرف یہی ایک رہ گئے تھے۔ انھون نے بھی ۴۔ ذی الحجہ روز شنبہ سنہ ۱۳۰۹ھ مین انتقال کیا۔

تاریخ

جنابِ شیخ جوگی پیر دیرین	ہوئے دُنیائے دون سے جب بردگی
یہ لکھا شوق مین نے مصرعِ سال	جنابِ روح افزا شیخ جوگی
	۸ ۱۳ھ

شیخ چمن مرحوم

بن شیخ فتح علی بن شیخ بھتو بن شیخ عین الدین بن شیخ نورالدین بن شیخ محمد حلیم مرحوم
انکا اصلی نام سبحان علی تھا۔ شیخ نورالدین مرحوم موضع کوردو تھہ کے رہنے والے
تھے اوسکو چھوڑکر موضع سالارپور مین آبسے۔ شیخ چمن مرحوم بھی یہین کے رہنے
والے تھے۔ جب انکا بیاہ ممینپور مین شیخ حشمت علی بن شیخ محمد شفیع مرحوم کی لڑکی سے
ہوا تو اونھون نے یہین سکونت اختیار کی۔ خدا بخشے نہایت معزز و متبرک آدمی تھے۔ جناب
مولانا شاہ عبدالوہاب عرف شاہ دیدار علی مرحوم و مغفور ساکن داؤدنگر ضلع گیا کے
مرید تھے۔ فارسی مین اکثر پرانے لوگ انکے شاگرد ہین۔ مین نے بھی ان سے رقعات
عالمگیری کے دو ایک سبق پڑھے ہین ۱۲۹۲ھ مین انتقال ہوا۔ موضع بڑہوتہ کے
گورستان مین جو نیمی سے ایک کوس کے فاصلے پر ہے جہان انکے آباؤاجداد مدفون ہوے
تھے حامی الحرمین حضرت ہفت[۵۲] یار قدس سرہ کے مزار کے جوار مین مدفون ہوے۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ؀

تاریخ

چون بجنت رفت ازین بحر فنا	شیخ چمن گوہر علم و یقین ؀
خامۂ من شوق تاریخش نوشت	در معنی شد بفردوس برین ؀ ۱۲۹۲ھ

۵۱ یہ بزرگ حضرت سید احمد بریلوی قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ انکے آباؤاجداد دارانگر علاقہ بارہ کے رہنے والے تھے جب انکی شادی داؤدنگر مین ہوئی تو وہین رہنے لگے۔ وعظ و نصائح پیری و مریدی مین اپنی عمر بسر کی۔ نگرنہہ وغیرہ کے اکثر عمائد جیسے ناظر رحمت علی مرحوم اور میر ذیشان مغفور انکے مرید تھے انکے نواسہ سید شاہ محفوظ الحق صاحب واصل عظیم آبادی سے جو مؤلف کے شاگرد ہین معلوم ہوا کہ ۱۲۶۲ھ مین انکا انتقال ہوا ۱۲ منہ ۵۲ یہ بزرگ سات یار تھے اسی وجہ سے ہر ایک کا لقب ہفت یار ہے۔ ایک کا مزار بڑہوتہ مین۔ اور دوسرے کا کٹونہ مین۔ تیسرے کا بندر بنہ مین۔ چوتھے کا ہرداس بگہہ مین۔ پانچوین کا کراری مین۔ چھٹے کا کنج پور مین۔ ساتوین کا گنگا پار مائل علاقہ جروہ۔ ضلع مظفرپور مین ہے ۱۲ منہ

حبیب الحسنین مرحوم

یہ میرے سنجھلے چچا جناب منشی شیخ سعادت علی صاحب دام مجدہٗ کے چھوٹے لڑکے تھے۔ اپنی سعادتمندی سے ہر دلعزیز تھے۔ مجکو ان سے اور انکو مجھسے نہایت اُلفت تھی۔ بقدر ضرورت فارسی پڑھ کر ڈاکٹری پڑھنے لگے مگر عجب اتفاق پہلے ہی سال فیل ہوگئے۔ غالباً اسی کا صدمہ پہونچا کہ فیل ہوتے ہی تپ محرقہ مین مبتلا ہوئے۔ ہزار علاج کیا گیا کچھ سودمند نہ ہوا۔ آخر اٹھارہ اونیس برس کے سن مین ۱۳۲۰ ہجری مین محرم کی دسوین تاریخ پنجشنبہ کی رات انتقال کیا۔ مین اون دنون لکھنؤ مین تھا۔ جب یہ خبر وحشت اثر پہونچی مدت تک اضطراب کا عجب عالم رہا۔ آخر یہ قطعہ تاریخی کہہ کر دل کا غبار نکالا۔

قطعہ تاریخ

واے در دا بہ لکھنؤ بودم
در رہِ غربت از وطن مہجور

ناگہان نامہ رسید بمن
سطر سطرش ز خونِ دل مسطور

حال مرگِ حبیب بود رقم
ملاء اللہ قبرہٗ بالنور

رحمتِ خاص حضرتِ یزدان
باد بر گور پاک آن مغفور

اوفتادم بہ بسترِ غم و درد
رشتۂ صبر گشت از کف دور

از فغا نہاست حشرہا برپا
نالہا میکند دلم چون صور

اے حبیبِ شفیق غمخوارم
زینت افزاے بزمِ عیش و سرور

تو کہ از دوستان شدی پنہان
گو کہ در خاطرت چہ کرد خطور

نیک دانستم اے گلِ خوبی
سیر باغِ جنان شدت منظور

نکہتِ باغِ آرزو بودے
برد جذاب ہواے حور و قصور

شاخ در شاخ در چمن رویم
شجرِ سیب و فندق و انگور

سرزند لالہ و گل و سنبل
بردمد یاسمین بباغ وجود

تو کہ نخلِ ریاض امیدی
نونہالی ز بوستانِ شعور

قامتِ خویشش برکش از تہ خاک
سرو سان کن بباغ دہر ظہور

یاد دارم کی بجا لم رو یاے
زد منالی چو شاہد مستور

دارم اُمید از خدائے کریم	روز فردا شود چو یوم نشور
شاد و خندان شوم ز دیدارش	بہ لقایت دلم شود مسرور
قصہ کوتاہ سال تاریخش	خواستم شوقؔ خستہ در رنجور
سرآہے کشید و گفت دلم	بُد شب پنجشنبہ و عاشور

فائدہ- تیسرے شعر پر ایک صاحب مُعترض ہوئے کہ ملا کا تعدیہ ب سے ساتھ نہین آیا- بالنور کے عوض نور آ چاہیے- ہرچند مین نے کہا کہ کسی ادیب کے شعر مین میری نظر سے گذرا ہے- مگر اونکی تشفی نہ ہوئی- آخر کتب لغات کی طرف رجوع کی- کتب متداولہ مین پتا نہ لگا- آخر محیط المحیط جلد دوم مین یون نکلا ملا لا الاناء بالماء ومن الماء وبالماء (مطبوعہ بیروت ۱۸۷۰)

فائدہ- دہم محرم کے معنون مین بجائے عاشورا، عاشور بھی درست ہے اور بعض حضرات جو الف کو ہائے مختفیہ سمجھ کے عاشورہ استعمال کرجاتے ہین جیسے ع یوم عاشورہ محرم تھا- صحیح نہین- اور اسی طرح عشرہ بمعنی دہم محرم نہین آیا- بلکہ جو چیز کہ دس عدد ہو اوسپر اسکا اطلاق ہوسکتا ہے- لہذا محرم کی پہلی تاریخ سے لیکر یوم عاشورا تک کہ دس دن ہوے اون سب کو عشرہ محرم کہہ سکتے ہین نہ کہ صرف دسوین تاریخ کو- پس یون کہنا ع وہ دن تھا عشرہ ماہِ محرم- یعنے دہم محرم غلط ہے- ہان اس سبب سے کہ ان معنون مین اہل زبان اُردو استعمال کیا کرتے ہین- اگر یہ ترکیب فارسی ہو جیسے یون کہین کہ عشرے کے روز تو مستند قرار دے کے صحیح ہوسکتا ہے- بلکہ یونہین فصیح ہے- مگر بترکیب فارسی عشرہ بھی عاشورا استعمال کرنا غلط ہے- رہی حرکت وسکون حرف ثانی تو اسکو عشرہ اور درجہ وغیرہ پر قیاس کرلینا چاہیے- بہرکیف مادہ تاریخ سے سنہ کے علاوہ دن تاریخ مہینہ سب کچھ معلوم ہوگیا- اس قسم کی تاریخ کو صوری ومعنوی کہا کرتے ہین-

محمد خلیل سلمہ

بن شیخ مویدالکریم نیوی مرحوم ۲ شعبان ۱۳۱۱ھ مین پیدا ہوئے- افتخار تاریخ ولادت ہے- خدا عمر طبعی عطا کرے اپنے پدر بزرگوار کے ایک یہی یادگار رہ گئے ہین-

شیخ دھونن مرحوم

بن شیخ فتح علی بن شیخ وزیر علی صدیقی مغفور- یہ میرے جدِ امجد ہین- موضع ردیہہ مین

۱۱۹۶ھ مین پیدا ہوئے۔ ستودہ اخلاص۔ تاریخ ولادت سے ہے۔ بی بی میدن مرحومہ بنت جناب شیخ اکبر علی نیموی سے انکا بیاہ ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے کثیر الاولاد کیا۔ سب سے بڑے لڑکے میرے والد جناب شیخ **سبحان علی** مرحوم تھے۔ موضع **چکدھری** کے دو زمیندار دعویدار تھے۔ دونون اپنا قبضہ چاہتے تھے ایک طرف جد مرحوم تھے اور دوسری جانب خدابخشے شیخ **دوست علی** اشرف پوری تھے۔ جب دھان کی فصل آئی اور غلہ طیار ہو گیا تو جد مرحوم چند آدمی ساتھ لے کر وہان جا پہونچے۔ مخالفون کو جو خبر ہوئی تو گنہار جمع کر کے تلوار۔ گڑاسہ۔ لٹھ۔ لیکر یکایک ٹوٹ پڑے۔ جناب مرحوم دشمنون کے انبوہ کثیر مین گھر گئے زندگی سے مایوس ہو گئے۔ مگر پھر خدا پر بھروسا کر کے استقلال سے کام لیا۔ جو لوگ اونکے ہمراہ تھے اون سے نہایت حسرت سے کہا کہ تم لوگ کس دھیان مین ہو۔ کیا اسی دن کے لیے تمھاری پرورش ہوئی تھی کہ مین تمھارے سامنے ظالمون کے بید دہا تھون سے مارا جاؤن اور تم منہ دیکھتے رہجاؤ۔ اونمین ایک شخص قدیم نمکخوار تھا۔ اپنے آقا کی یہ حسرت آمیز گفتگو سنکر اوسکی رگ حمیت جوش مین آئی اور جان پر کھیل کے مخالفون کی گنہار مین گھس پڑا۔ اور نہایت چستی اور چالاکی سے کسی مخالف کی تلوار چھین کر لڑنے لگا۔ قیامت کا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اودھر کے اکثر لوگ زخمی ہوے۔ شیخ دوست علی مرحوم کا ایک ہاتھ قلم ہو گیا۔ دم بھر مین لوگ تتر بتر ہو گئے اور ادھر بال تک بیکا نہ ہوا۔ شیخ دوست علی مرحوم کا ہاتھ کیا گردن تک جدا ہو جاتی۔ مگر جب اوس مرد نے یہ چاہا کہ انکا کام ہی تمام کر دیجیے تو جد مرحوم پکارے کہ ہان ہان جان سے نہ مارنا۔ اس جملے نے اونکی جان بچا دی۔ جب مخالفین کی پوری شکست ہو گئی اور کوئی مقابلہ کرنے والا نظر نہ آیا تو بافتح وظفر گھر واپس آ گئے۔ مخالفین کی طرف سے محکمۂ فوجداری مین نالش دائر ہوئی۔ بلوے کا مقدمہ قائم کیا مہینون مقدمہ رہا۔ جھوٹے گواہون کی گواہی سے جد مرحوم پر یہ جرم ثابت ہوا کہ شیخ دوست علی کا ہاتھ انھین نے کاٹا ہے۔ حاکم وقت نے سات برس کی میعاد کا حکم دیا۔ صاحب گنج گیا کے قیدخانے مین محبوس ہوئے۔ خدا کی شان کہ جیلخانے کے داروغہ اور ڈاکٹر کے دل مین انکی طرف سے رحم پیدا ہو گیا۔ لطف وکرم سے پیش آنے لگے۔ ان دونون کی خاص عنایات سے نہایت ہی آرام سے رہتے تھے۔ سال بھر مین دو ایک دفعہ جناب والد مرحوم ملاقات کے لیے صاحب گنج ضرور جایا کرتے تھے۔ جب خدا خدا کر کے رہائی کو چند دن رہ گئے تو جد مرحوم نجانے مین

بتلا ہوئے۔ قید خانے سے کیا رہائی ہوتی کہ محبس تن ہی سے روح نے رہائی پائی۔ اور باغ بہشت مین جا پہونچی ۔ عہ قسمت تو دیکھیے کہ کہان ٹوٹی ہے کمند + دو چار ہاتھ جبکہ لبِ بام رہ گیا + جیلخانہ کا داروغہ مسلمان تھا۔ اوسنے نہایت اہتمام سے تجہیز و تکفین کر کے لاش صاحب گنج ہی مین پہنگو ندی کے کنارے دفن کر دی انا للہ و انا الیہ راجعون

قطعہ تاریخ

جوزین زندان عالم جد مرحوم	بسوئے جنت الفردوس زدگام
پئے تاریخ فصلی شوق گفتم	جناب شیخ دھون نیک انجام

فائدہ۔ جو تاریخ ہجری کے سوا فصلی یا عیسوی وغیرہ ہو۔ اوسکی فصلی وغیرہ ہونے کا اظہار ضرور ہے۔ جیسا کہ اس قطعہ مین کیا گیا ہے۔ کیونکہ اگر یہ ظاہر نہ کیا جائے کہ یہ تاریخ فصلی یا عیسوی ہے اور کاتب نے ف ع وغیرہ رموز چھوڑ دیے تو لوگ فصلی کو ہجری سمجھین گے اور کئی برس کا فرق ہو جائے گا۔ اسی طرح عیسوی پر سمت کا دھوکا ہو گا۔ لہذا رفع اشتباہ کے واسطے فصلی وغیرہ ہونے کا اظہار بہت ضرور ہے۔ مگر افسوس بہتیرے تاریخ گو اسکا خیال نہین کرتے ہان جہان کہین اظہار دشوار ہو تو اگر صرف ع وغیرہ رموز پر اکتفا کیجائے تو مضائقہ نہین جیسے بعض مورخین عنوان تاریخ سے سنہ عیسوی نکالتے ہین اور ہندسے لکھکے عین علامت عیسوی لکھدیتے ہین اور چونکہ پورا جملہ مادہ تاریخ ہوتا ہے صراحۃً سنہ عیسوی کے اظہار کرنے سے مجبور رہتے ہین۔ چنانچہ اس قسم کی تاریخی سرخیان اُستادی حضرت شمشاد لکھنوی کے دیوان خزانۂ خیال مین بہت ہین۔

اظہار تاریخ فصلی وغیرہ

شیخ ذو الفقار علی مرحوم

ممپنور کے رہنے والے شیخ قاسم علی مرحوم کے بیٹے تھے آخر عمر مین ہانپی تو اسوعہ کے یہان صالح پور مین بود و باش اختیار کی تھی۔ وہین ماہ شوال ۱۳۰۲؁ھ مین انکا انتقال ہوا۔ اور وہ ہین

ملہ اند تاریخ ہجری مین اسکے اظہار کی ضرورت نہین کہ یہ ہجری تاریخ ہے کیونکہ اطلاق کی حالت مین تاریخ ہجری مفہوم ہوتی ہے ۱۱منہ عہ انکے نواسے جناب منشی دیدار علی مرحوم کے بیٹے جناب منشی محمد رحیم صاحب وکیل اور جناب مولوی محمد عبد الغنی صاحب وکیل اور جناب مولوی حافظ محمد لطف الرحمن صاحب اور مولوی محمد فضل الرحمن صاحب ہین جو مولف کے برادر خالہ زاد ہوتے ہین ۱۱منہ عہ یہ وہی صالح پور ہے جہان مولف پیدا ہوا اور جسکا ذکر اوپر گزر چکا ہے ۱۱منہ

مدفون ہوے۔ اللھم اغفر لہٗ

قطعۂ تاریخ

کرد رحلت چو ذوالفقار علی	صاف دل پاک دین خجستہ نژاد
شوق تاریخ رحلتش گفتم	شد بگلزار خلد پاک نہاد ١٢[illegible]ھ

شیخ راحت حسین

انکا مشہور نام شیخ جھیدی ہے۔ شیخ بشارت علی نیموی مرحوم کے بیٹے اور ڈاکٹر محمد حسین مرحوم کے پدر بزرگوار ہین۔ کاشتکاری وجہ معاش ہے۔ نماز روزے مین نہایت مستعد آدمی ہین۔ خدا صحیح وسالم رکھے۔

شیخ روح اللہ مرحوم

بن شیخ محمد رفیع بن شیخ محمد ہاشم مہپوری۔ سنہ ١٢[illegible]ھ تک زندہ تھے باقی حال معلوم نہین ہے۔

شیخ زکی الدین مرحوم

بن شیخ یار اللہ نیموی مرحوم یہ بزرگ شیخ قطب عالم نیموی بی۔اے کے آبا واجداد سے ہین۔ پُرانے کاغذات مین اِن کے بیٹے شیخ حفیظ اللہ مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک تقسیم نامہ میرے ہاتھ لگا۔ جس سے ظاہر ہوا کہ سنہ ١٢[illegible]ھ مین انکا انتقال ہوا۔ مین نے یہ قطعہ تاریخ لکھا

چون زکی الدین گل گلزار حق	رفت ازین عالم سوے باغِ ارم
خامۂ من شوق تاریخش نوشت	شد بجنت معدنِ جود وکرم ١٢[illegible]ھ

حضرت والدی جناب شیخ سبحان علی صدیقی مرحوم

سنہ ١٢[illegible]ھ مین نیمی مین پیدا ہوے۔ صاف ضمیر تاریخ ولادت ہے۔ جب جوان ہوے جناب مولانا مولوی محمد فصیح غازی پوری مرحوم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ کتابون سے اسقدر شوق تھا کہ کچھ تو خود لکھین اور اکثر دوسرے سے لکھوائین۔ شاہنامہ فردوسی جلد دوم دیوان حافظ قصہ حاتم طائی[1] اردو

[1] یہ کتاب آرائش محفل کے سوا ایک دوسری کتاب ہے جسکو سید علی مرحوم بن سید خلیل علی

دیوان جوشش[۱] وغیرہ کتابین اِن کے ہاتھ کی لکھی ہوئین اتبک میرے کتب خانے
مین یادگار ہین - جناب مولانا مولوی محمد ابراہیم نگرنہسوی مرحوم سے انکو نہایت ہی ربط
واتحاد تھا - جناب مولانا موصوف دل سے انکو مانتے تھے اور نہایت قدر کے ساتھ پیش
آتے تھے - چونکہ اکثر علما کی صحبت بابرکت اوٹھائی تھی - عِلم وفضل کی فضیلت اسقدر دلپر
نقش تھی کہ ہمیشہ اونکی یہی آرزو رہی کہ میرے فرزندون مین سے کوئی عالم ہوتا - جناب
مرحوم کے دو محل تھے - محل اول سے اخی مولوی حکیم محمد نذیر احسن صاحب اور منشی
ظہور احسن صاحب اور دوسرے محل سے دو لڑکیان اور مین اور میرے چھوٹے بھائی محمد فرید احسن

[۱] بن سید نور الحسن خان حسنی واسطی بلگرامی نے فارسی سے اُردو مین ترجمہ کیا ہے - یہ کتاب کہین آجتک چھپی
نہین - جناب والد مرحوم کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک پورا نسخہ فقیر کے کتب خانے مین موجود ہے ۱۲ منہ سلہ یہ دیوان
شیخ محمد روشن جوشش عظیم آبادی کا ہے - اِس دیوان کو جناب والد مرحوم نے شہر پٹنہ محلہ گولکپور مین سنہ ۱۲۳۲
مین نقل کیا ہے - ہر صفحے مین ۱۷ شعر ہین - اونیس[۱۹] جزو مین تمام کیا ہے - اِس دیوان مین قصائد بھی ہین
اور آخر مین ایک آدہ تاریخ بھی ہے جس سے ثابت ہے کہ میر و مرزا کے ہمعصر تھے - پُرانے تذکرہ نویسون نے
انکو بہت بڑا عروضی لکھا ہے - چند شعر بھی جو اِس دیوان مین موجود ہین نقل کیے ہین - مگر افسوس کہ دیوان
کی نایابی سے عظیم آباد کے شعرا بھی جوشش سے واقف نہین - جناب شاد عظیم آبادی نے نوائے وطن مین جسمین
سے بعض ایسے شعرائے عظیم آباد کا بھی حال لکھا ہے جنکے دو ایک شعر بھی نہین مِلتے - پھر بھی جوشش مرحوم کا
ذکر تک نہین لکھا - سبب کیا - وہی گمنامی اور اِس دیوان کی نایابی ورنہ ضرور جوشش کو راسخ مرحوم
کے پہلو مین جگہہ دیتے - بہرکیف یہ دیوان ہرچند پُرانا ہے مگر کلام پاکیزہ اور استادانہ ہے مین نے اِس
نایاب دیوان کو بہت قدر کے ساتھ اپنے کتب خانے مین جگہہ دی ہے - چند شعر اوسمین سے انتخاب
کرکے ہدیۂ ناظرین کرتا ہون ؎ ہماری آہ کے صدمے نہین اُٹھانے کا ✦ یہ چرخ بام کہن ہے کسی زمانے کا
جسنے تری آنکھون کو ٹک دیکھہ لیا ہوگا ✦ وہ مرہی گیا ہوگا ہرگز نہ جیا ہوگا ✦ کوچۂ یار سے رونا
مین اگر جاؤن گا ✦ ایک عالم کو رلاؤن گا جدہر جاؤن گا ✦ اشک کے ہمراہ دِل تک بہ گیا ✦
ایک یہ داغ بھلا ہی رہ گیا ✦ دے کے دِل پچھتانے سے ہوتا ہے کیا ✦ ہونی تھی وہ ہو چکی روتا ہے کیا ✦
وہ زمانہ کیا ہوا جو مرے گریہ مین اثر تھا ✦ یہی چشم خونفشان تھی یہی دل یہی جگر تھا ✦ قیس پھرتا جو رہا
دشت مین دیوانہ تھا ✦ اوسکو لیلیٰ ہی کے دروازے پہ مر جانا تھا ✦ لگا دی دِل مین آگ اے
وسوزان کیا کیا تونے ✦ جلا دیتا ہے اپنے ہاتھ سے کوئی بھی گھر اپنا ✦ اشک گرم آنکھون سے

پیدا ہوے۔ جناب والد مرحوم نے اپنے بڑے بیٹے جناب مولوی محمد نذیر احسن صاحب کی تعلیم مین بہت کوشش کی۔ قریب فضیلت کے پہونچ چکے تھے کہ بھائی صاحب دنیا کے بکھیڑون مین پھنس گئے۔ پھر جناب مرحوم نے میری تعلیم مین کوشش کی۔ اللہ کی عنایت سے بہت جلد فارسی کی ضروری کتابین پڑھ کے عربی پڑھنے لگا۔ میرے انداز کو دیکھ کر ہونہار سمجھکے نہایت خوش ہوے۔ ۱۲۹۶ھ مین یکایک مرض لقوہ مین مبتلا ہوے۔ لاکھ علاج کیا گیا کچھ سودمند نہ ہوا۔ دو ایک روز بیمار رہے آخر ذی الحجہ کی چھبیسوین تاریخ پنجشنبہ کے دن قبل مغرب رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور شب جمعہ کو ملک الاولیا حضرت بخشن شہید رحمۃ اللہ علیہ کے مزار کی بغل مین پچھم جانب میری والدہ مرحومہ کی قبر کے سرہانے مدفون کیے گئے۔ جناب مرحوم چھہتر برس اس عالم فانی مین رہے۔ غسل کے وقت روغن چہرہ ہستی پیشانی نظر آتے تھے۔ بعد وفات جناب مرحوم طرح طرح کے اوجھاو ہوے جو مانع تحصیل علوم تھے مگر مین اونکی دلی آرزو کو خیال کرکے ہمہ تن تکمیل علوم مین مشغول رہا۔ جب اللہ تعالے جل شانہ کی عنایات سے سنہ ۱۳۰۱ھ مین کل علوم درسیہ سے فارغ التحصیل ہوکر مین لکھنؤ سے مع الخیر گھر پہونچا تو اوسی ہفتے مین جناب مرحوم کو خواب مین دیکھا کہ نہایت سفید کپڑے پہنے ہوئے حج کرکے تشریف لاتے ہین اور بیشمار کتابین اونکے ساتھ ہین جب مین ملا تو ارشاد فرمایا کہ یہ کتابین عرب سے تمھارے لیے لایا ہون۔ اور ایک تفسیر عربی میرے ہاتھ مین دی جسکو مین پڑھنے لگا۔ اتنے مین آنکھین کھل گئین۔ اس خواب سے دل نہایت

---

۱ تا صبح رہے ہماری رات ٭ آہ انگارون پہ لوٹا کیے ہم ساری رات ٭ روشن ہے آفتاب کے مانند داغ دل ٭ روز جزا تلک نہ بجھیگا چراغ دل ٭ گلزار محبت مین نہ پھولے نہ پھلے ہم ٭ مانند شرار سنگ مین اپنے ہی جلے ہم ٭ جون آئنہ یہ ستم رسیدہ ٭ رہتا ہے مدام آبدیدہ ٭ اسکا مقطع یہ ہے ٭ جو تو کہی ہے اس زمین مین ٭ جوشش یہ غزل بہ از قصیدہ ٭ اکثر ارباب تذکرہ کو یہ دھوکا ہوا ہے کہ عظیم آباد کے دو جوشش ہین ایک کا نام محمد روشن ہے اور دوسرے کا محمد عابد۔ اسی وجہ سے الگ الگ ترجمہ لکھا ہے اور اس مقطع کے مطلع کو محمد عابد کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ دونون ایک ہی شخص ہین جتنے اشعار کہ ان دونون کے نام تذکرہ نویسون نے لکھے ہین وہ سب ایک ہی دیوان مین موجود ہین۔ عجب کیا کہ محمد روشن جوشش کا نام محمد عابد بھی ہو۔ اسی وجہ سے لوگون کو دھوکا ہوا۔ واللہ اعلم بالصواب

خوش ہوا کیونکہ سفید کپڑے پہنے ہوئے اکا خواب مین نظر آنا اوسکے بہشتی ہونے
کی علامت ہے۔ مسند امام احمد مین ہے عن عایشة قالت سئل رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم عن ورقہ فقالت لہ خدیجة انہ کان قد صدقک وانہ مات قبل
ان تظہر فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُریتہ فی المنام وعلیہ ثیاب بیض
ولو کان من اہل النار لکان علیہ لباس غیر ذلک۔ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے ورقہ بن نوفل کا حال پوچھا
حضرت خدیجہ رض بولین کہ اونھون نے آپ کی تصدیق کی تھی۔ لیکن قبل اظہار نبوت انکا
انتقال ہو گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مین نے خواب مین اونکو سفید کپڑے پہنے
ہوئے دیکھا ہے۔ اگر دوزخی ہوتے تو کوئی اور لباس ہوتا۔ اور والد مرحوم نے جو خواب
مین تفسیر عنایت فرمائی اوسکی تعبیر بھی ظاہر ہو گئی کہ ایک مدت سے مولف علاوہ اور
علوم کے طلبہ کو روزانہ تفسیر کا بھی ایک سبق پڑھاتا ہے اور جمعہ و وعظ کے خیال سے
مختلف تفسیرین دیکھنے کا اتفاق ہوتا ہے بیشک وہ خواب رویاے صالحہ سے تھا۔ صحیحین
مین مروی ہے کہ آنحضرت نے ارشاد فرمایا ہے الرویا الصالحة جزء من ستة
واربعین جزءً من النبوة یعنی رویاے صالحہ نبوت کے چھیالیس ۴۶ اجزا مین سے ایک
جزو ہے۔ ہر کیف جب جناب مرحوم نے انتقال فرمایا ہے بمضمون حدیث ولد صالح
یدعوا لہ۔ راقم الحروف اکثر اوقات بعد نماز اپنے آبا و اجداد کے واسطے خصوصاً جناب
مرحوم کے لیے دعاے مغفرت کیا کرتا ہے اور کبھی کبھی اونکے لیے صدقات و خیرات بھی
دیا کرتا ہے۔ مجکو ایکدفعہ عجب تشویش ہوئی کہ والد مرحوم کو تو کبھی کبھی خواب مین دیکھتا ہون
مگر والدہ مرحومہ کی زیارت سے کبھی خواب مین مشرف نہ ہوا۔ چنانچہ ۲۷ جمادی الآخر
روز پنجشنبہ کو ۱۳۲۶ھ مین نہایت خلوص سے کچھ زر نقد فقرا کو دیا اور اوسکا ثواب جناب مرحومہ
کو بخشا اور بارگاہ الہی مین زیارت کے لیے دعا کی اوسکی شان کریمی کے صدقے کہ
اوسکے دوسرے روز قبل نماز جمعہ عالم رویا مین جناب مرحومہ کو اہل جنت کی عمر مین سونے
کے زیورات اور نہایت عمدہ کپڑے پہنے ہوئے رونق افروز پایا۔ بعد بیداری
شکر خدا بجا لایا۔ اور نہایت ہی خوش ہوا۔ فالحمد للہ علی ذلک۔
ہر کیف حضرت والد مرحوم گندمی رنگ۔ چھریرا بدن۔ کچھ دراز قد تھے۔ ماتھے پر سجدے کا

داغ چمکتا تھا اللهم اغفر لی ولوالدی ولجمیع المومنین والمومنات انک سمیع مجیب الدعوات

قطعات تاریخ وفات حضرت والد مرحوم طبعزاد جناب اخی محمد ظهور حسن صاحب غنوی

چون بذی الحجہ روز بست و ششم — والدم عازم جنان گردید
سر آہ کشید و گفت ظهور — روح سبحان علی بخلد رسید
٩٦ ١٢ھ

ولہ

والدم چون وفات کرد ظهور — آہ من خواست سینہ ام بدرو
سال فصلی شد از حق چون یافت — روح سبحان علی بخلد برو
٩٦ ١٢ف

ولہ

روح سبحان علی در رضوان — چون ز دنیائے دنی برد بخلد
سال فصلیش رقم کرد ظهور — روح سبحان علی برد بخلد
٩٦ ١٢ف

قطعات تواریخ رحلت جناب مرحوم از مولف عفی عنہ

بست و شش از ماہ ذی الحجہ چو شد یوم الخمیس — حاصل آمد والد مرحوم را قرب الٰہ
شوق گفتم سال فوتش صوری و ہم معنوی — یکہزار و دو صد و شش ہم نود از ہجری آہ
٩٦ ١٢ھ

ولہ

روز بست و ششم ز ذی الحجہ — بر دلم آمدہ غم جانکاہ
زین جہان رفت سوئے باغ جنان — والد من فتاد الا لہ شراہ
شوق تاریخ رحلتش گفتم — شہر ذی الحجہ آہ واویلاہ
٩٦ ١٢ھ

ولہ

حسرتا شد انتقال والد مرحوم من — رحمت حق باد نازل بر مزارش دمبدم
بود روز پنجشنبہ از مہ ذی الحجہ آہ — روز عیشم شد سیہ از ظلمت شام الم

خواستم تاریخ فوت آنجناب پاک ذات	تا کنم بر صفحۂ لوح دل محزون رقم
عندلیب فکر شوق من نوا شد نغمہ زن	عیسوی تاریخ فوتش داخل باغ ارم

۱۸۹۹ع

فائدہ - اخی منشی محمد ظہور احسن صاحب کے قطعہ اولی و ثانیہ مین سبحان علی کا نون غنہ اور باعلان دونون طرح پڑہ سکتے ہین غنہ تو اس سبب سے کہ یہان ترکیب امتزاجی ہے پس جس طرح صرف سبحان کو بنون غنہ استعمال کرسکتے ہین علی کے ساتھ بھی اوسی طرح کہہ سکتے ہین اور باعلان اسلیئے درست ہے کہ گو عبارت فارسی مین اعلان نون قبیح ہے مگر چونکہ یہ علم ہے اور باعتبار تسمیہ یہ نام باعلان نون ہے اور اعلام کو بعینہ ہر زبان مین لاسکتے ہین لہذا نظم فارسی مین بھی اوسکا اعلان درست ٹھہرا مگر اس صورت مین علی کا عین تقطیع سے گرتا ہے - اور مشہور یہ ہے کہ عین کا گرانا فاحش غلطی ہے مگر تتبع کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر فارسی گو شعرا نے گرایا ہے - ہنر در خان غافل سے ناتوانی تختہ بند یک مقام غافل بباش + خاک بر سر سکند در خانہ آئینہ آب + ناصر علی سرہندی سے اے رگ ابر بہاران ہمہ بیرحمی چیست + خاک از مقدم تو خون شدن عادت دارد + غنی سے پیراہن گل تن گل عارض گل لب و لب ارگل + باغبان صنع بستہ دستہ زین چار گل + ظہوری سے بدستم دہ آن رشک یاقوت را + کہ سازم علاج عقل فرتوت را + مگر بعضون نے اس شعر مین بجاے علاج لفظ جوان کی تصحیح کی ہے عزت شیرازی سے مراد پند خردمندان بجال خود نیارد + بای ان افسانہا مجنون عشق غافل نگردد صاحب جو متاخرین شعراے پارس سے ہے اور جسکا کلیات مرزا کوچک وصال کے کلیات کے ساتھ ایران مین چھپا ہے وہ انسانی بیانی داے قصیدہ مین کہتا ہے ع ترا حیدہ ہزار عالم بود در کشور حیوان + ناخدای شیرازی کی مثنوی انیس العارفین مین کئی جگہہ عین گر گئے ہین اور لغت بہار عجم کے باب الہاء مع الالف مین ہے کہ الف و عین و ہا ہر کدام حکم ہمزہ وصل دارد در بعض مواقع یعنی جسطرح ہمزہ وصل کا گرانا جائز ہے بعض مواقع مین ان حروف کا گرانا بھی درست ہے - بعض مواقع کی قید اسلیئے ہے کہ الف جو گرتا ہے تو وہ الف جو آب و القاب کی طرح سر کلمہ ہوتا ہے نہ کہ وہ الف جو دعا - صفا کی طرح آخر کلمہ ہوتا ہے اسی طرح ہاے آخر کلمہ گرتی ہے جیسے کردہ - آوردہ - نہ ہاے سر کلمہ ہوش وغیرہ - پس غور و تامل کے بعد ثابت ہوتا ہے کہ عین کا تقطیع سے گرنا غلط نہین ہے بلکہ میرے نزدیک صفائی[1] و خدائی کی یا

[1] اردو مین تو بعض شعرا یاے لفظ فارسی و عربی کو گرا دیتے ہین لیکن شعراے پارس سقاط یا سے احتیاط رکھتے ہین مگر جس لفظ

اسقاط کی طرح سقوط میم کا بھی حکم ہے۔

فائدہ۔ قطعہ اخیرہ مین لفظ ارم آیا ہے اسکی تحقیق ازاحۃ الاغلاط مین کماحقہ کیگئی ہے۔ اور اِس رسالے مین بھی جناب شیخ الطاف حسین مرحوم کے ترجمے مین کچھ بحث کیگئی ہے۔ فمن شاء التحقیق فلیرجع الیہا ٭۔

شیخ سخاوت علی مرحوم

خدا بخشے میرے چھوٹے چچا تھے۔ اخلاق کریمانہ وطبع جوانانہ رکھتے تھے۔ ایک ناگمن پالا تھا۔ جو نہایت ہی پست قد خوبصورت گلدار تھا جسکے دونون طرف کے گل ایسے برابر تھے کہ قدرتِ خدا یاد آتی تھی۔ دیکھنے والے تعجب کرتے تھے۔ ڈنڈ مگدر کا بہت شوق تھا۔ سنہ ۱۲۷۵ھ مین بعارضہ ورم جگر سنبلپور مین انکا انتقال ہوا۔ لاش نیمی لائی گئی اور حضرت بخشن شہید علیہ الرحمہ کے جوار مین مدفون ہوئے انا للہ وانا الیہ راجعون انکا ایک کتا تھا جو نہایت وفادار تھا۔ ان کے مرنے کے بعد اوسکی عجیب کیفیت ہوئی۔ اکثر وہ اونکی قبر پر جاکر اور سر زمین پر رکھکر آنسو بہایا کرتا تھا۔ اور کچھ دن بعد وہ بھی مرگیا ٭۔

قطعہ تاریخ

شیخ سخاوت علی مہ خلق عمیم
خواست دلِ زار شوق چون سر علم
رفت چو زین خارزار جانب باغ بہشت
حیف سخاوت علی خانہ گریان گذشت
۱۲۷۵ھ

منشی شیخ سعادت علی

خدا صحیح وسالم رکھے یہ میرے سنجھلے چچا ہین۔ سنہ ۱۲۳۲ ہجری مین پیدا ہوئے فارسی بہت اچھی جانتے ہین۔ شاہنامہ فردوسی وگنج شائگان اور دوسری کتابین انکے ہاتھ کی لکھی ہوئی

ہین دنیا مین جمع ہو جاتی ہین جیسے صفائی وغیرہ۔ زیادہ آخر کا گرانا انکے نزدیک بھی درست ہے ۱۲ منہ

لہ یہ نایاب مثنوی لالہ امیر سنگھ مخلص بہ فرحت ساکن عظیم آباد محلہ عالم گنج کی تصنیفات سے ہے جسمین شہور ضبط حاتم کو فارسی مین نظم کیا ہے۔ اسکا ایک پرانا نسخہ قلمی مصنف کے وقت کا لکھا ہوا جناب والد مرحوم کے ہاتھ آگیا تھا۔ اوسکا دوسرا دفتر موسوم بہ گنج باد آورد دوسری شاعر کا کہا ہوا حسن اتفاق سے مجکو مل گیا جسمین حاتم کے وہ قصے ہین جو آجتک فارسی مین راقم کی نظر سے گذرے ہین نہ اردو مین۔ یہ دونون دفتر فقیر کے کتب خانے مین موجود ہین۔ جنکو دیجھ

میرے کتب خانہ مین یادگار موجود ہین۔ مدت سے اپنے آبائی ٹکرون پر قناعت کرکے
نیمی ہی مین رہتے ہین ؎ دنیا اگر دہند نخیزم زجاے خویش * من بستہ ام حناے
قناعت بپاے خویش * کے مصداق ہو رہے ہین۔ بندوق چلانا خوب جانتے ہین۔
کسی زمانے مین شکار کرنے کا اسقدر شوق تھا کہ مرغابی۔ سرخاب۔ بط۔ کی تلاش مین
نیمی سے کوسون نکل جاتے تھے۔ اور بیل پر لاد کے شکار لاتے تھے اور بستی بھر مین تقسیم
کرتے تھے۔ جب سے اِن کے چھوٹے بیٹے میان حبیب الحسنین مرحوم نے انتقال کیا ہے
انکی کمر ٹوٹ گئی ہے۔ اِن کے دوسرے بیٹے جناب منشی محمد منیر احسن صاحب کو خدا
جیتا رکھے کہ اپنے بوڑھے باپ کے یادگار رہگئے ہین۔

شیخ سیف اللہ نیموی

بن شیخ عبد الحکیم بن شیخ شیر محمد مرحوم۔ بدن کے نہایت فربہ اور دل کے نہایت شیر تھے۔
جوار بھر مین انکی پہلوانی کی دھاک بندھی ہوئی تھی۔ اوس زمانے مین دہلی کی سلطنت
مین عجب ہلچل پڑی ہوئی تھی۔ ہر چار طرف ہڑبونگ مچی ہوئی تھی۔ باغیون کا زور شور
تھا۔ لٹیرون کی بن پڑی ہوئی تھی۔ ذرا سی غفلت مین بستی کی بستی لوٹ لیتے۔ مال اسباب
تاخت و تاراج کرلیجاتے۔ نیمی کے لوگ جب لٹیرون کی خبر سُنتے۔ شریف عورتون کو پھوس کے
مکانات مین چھپا رکھتے۔ اور دو چار مردون کو حفاظت کے لیے چھوڑ جاتے۔ اور کہہ جاتے کہ
ہم لوگ اگر مارے جائین اور لٹیرے ٹوٹ پڑین تو جن گھرون مین عورتین بند ہین اونمین
آگ لگا دینا۔ کہ آبرو پر آنچ نہ آئے۔ اور خود ہتھیار لے کر لٹیرون کے مقابلے کو باہر نکلتے۔ اس

نایابی و محبت ہموطنی راقم نہایت عزیز رکھتا ہے۔ مصنف نے دونون دفترون مین حمد و نعت کو صنعت ذو البحرین مین
لکھا ہے اور دفتر اول مین حضرت مخدوم شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی مدح ذو البحرین اور سہ بحری اور چہار
بحری اشعار مین لکھی ہے چنانچہ چہار بحری اشعار مین سے ایک شعر یہ ہے ؎ قطرہ از جود تو جود کشیر *
ذرہ از خوے تو مہر منیر * اِس دفتر کو مصنف نے [illegible]ھ مین تمام کیا ہے۔ اوسکی تاریخ کس
خوبی کے ساتھ یون لکھی ہے ؎ سال اتمامش چو دل از عقل خواست * کرد و دانگشت غم دیگر
دو داست * یہ دونون مثنویان ایسی کمیاب و غیر مشہور ہین کہ کتاب تو کتاب مصنف کے نام سے
بھی کوئی واقف نہین ۱۲ منہ

بستی مین دو شخص ایک تو یہی شیخ سیف اللہ مرحوم دوسرے شیخ کلیم اللہ ممپوری معروف
بہ شیخ کلامی ایسے پہلوان تھے کہ یہی دو مرد صاحب تبر دو سیکڑون پر کافی تھے۔ جس وقت
میدان مین انکی تلوارین چمکتین بجلیان کوندنے لگتین۔ دشمنون کو موت کا سامنا نظر آجاتا
بات کی بات مین حریف پیٹھ دکھا دیتے۔ اومین کچھ لوگ تو بھاگ جاتے اور کچھ جان سے
مارے جاتے۔ آجتک بعض اوقات اون مقتولون کی ہڈیان پرانے گڑھون مین کچھ
زیادہ کھودنے سے نکلتی ہین۔ قدرت خدا یاد آتی ہے۔ شیخ سیف اللہ مرحوم کی وجہ معاش
کاشتکاری تھی ۱۱۹۲ھ مین انکا انتقال ہوا۔ ان کے ہمعصر شیخ محمد اعظم نموی مرحوم نے
ایک کاغذ مین جو سو برس سے زیادہ کا لکھا ہوا ہے ان کے وفات کی کیفیت باین عبارت
لکھی ہے۔ شیخ سیف اللہ بخانہ خود رفتہ بکار کشتکاری دیہہ خود مشغول گردیدہ و بموضع پونڈہ
رفتہ کاشت پنبہ دانہ نمودہ۔ بعدہ دوازدہ روز بموضع سالارپور رفتہ درخت مغیلان براے
قلبہ بریدقضا کار خار درخت مذکور درکف پایش خلید۔ بعدہ بسماة راجدی مادر بھیم حجام
از موضع بڑھونہ آمدہ کف پایش شگافتہ خار برآورد۔ باتفاق وقت از زخم مزبور پایش
آماسید و ریم زیادہ گردید و بوسیدہ شد۔ سیف اللہ مرحوم فوت کرد۔ انتہی ملخصاً"
یہی ین جناب مرحوم کی پہلوانی کا ایک عجیب واقعہ مشہور ہے کہ ہر روز کچھ رات گزرے
جھیا مین کی ترائی پر جو پچھم تال مین ایک مقام کا نام ہے اور آبادی سے بہت دور
ہے۔ یہ اور شیخ کلامی مرحوم دونون ڈنڈ کرکے مگدر ہلاکے آپسمین لڑا کرتے تھے۔
ایک دن شیخ کلامی کے آنے مین کچھ دیر ہوگئی۔ ایک بھوت شیخ کلامی کی شکل بنکر آیا
اور کچھ ڈنڈ پیل کر خم ٹھوک کر شیخ سیف اللہ سے لڑنے لگا۔ اور یہان تک اوسنے زور کیا
کہ شیخ سیف اللہ جی مین کہنے لگے کہ آج کلامی کو کیا ہوگیا ہے کہ مخاصمانہ لڑ رہا ہے۔ اور
ہر طرح میرے زیر کرنے کی فکر مین ہے۔ اور عجب معاملہ ہے کہ آج کے داؤن گھات بھی نرالے
ہین۔ جب غور سے دیکھا تو سمجھے کہ شیخ کلامی نہین شاید کوئی بھوت ہے۔ پھر جی کھول کر لڑنے
لگے۔ دونون طرف سے خوب خوب زور آزمایان ہوئین۔ کئی بار ہمت جوانمردانہ کو کام شیخ سیف اللہ
نے اوس بھوت کو دے مارا۔ مگر وہ گرتے ہی اوٹھ کر لپٹ جاتا تھا۔ آخر دونون لڑتے لڑتے
تھک گئے اور ہانپنے لگے۔ اتنے مین شیخ کلامی آپہونچے اور دیکھا کہ سیف اللہ کسی سے لڑ رہے ہین
پکارے کہ بھئی سیفو آج نیا جوڑ کہان سے لائے۔ شیخ سیف اللہ نے کہا کہ بھئی دوڑو بھوت ہے۔

جب کلامی لیکے تو وہ بھوت رفو چکر ہو گیا اور جمنیا مین مین کود پڑا اور بولا کہ خبردار پھر کبھی اکیلے خم نہ ٹھوکنا۔ مین بھی ایک پہلوان ہون تم نے آج بموقع تنہائی مین خم ٹھوکا۔ میری رگِ شجاعت جوش مین آئی۔ ہمت مردانہ نے گوارا نہ کیا کہ مین اس طرح تمکو دیکھون اور تمھارے مقابلے سے جی چراؤن۔ خیر اب آئندہ اسکا لحاظ رہے۔ شیخ سیف اللہ کے ساتھ تو یہ معاملہ گزرا اب ان کے صاحبزادے شیخ **کفایت اللہ** مرحوم کا واقعہ سُنیے کہ بفحوائے اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ یہ بھی بہت زور آور تھے راتون کو اکثر کھیت دیکھنے کو نکل جایا کرتے تھے۔ ایک رات حسب معمول **کھلیان** کی طرف نکل گئے اپنے کھیت مین ایک اجنبی شخص کو پایا پوچھا کہ کون ہے اوسنے کچھ جواب ندیا تو انھون نے بہت کچھ سخت و سُست کہا اسپر وہ لپک پڑا اور قریب پہونچ کر کمر سے لپٹ گیا۔ دونون مین لڑائی شروع ہو گئی۔ آخر لڑتے لڑتے یہ تھک گئے ہاتھ پاؤن رہگئے۔ اتنا ہوش نہ تھا کہ غل شور کرکے لوگون کو پکارین۔ آخر اوس بھوت نے اونکو زمین پر دے مارا۔ وہ کھیت پانی سے سینچا گیا تھا۔ زمین نرم ہو رہی تھی۔ انکا سر گاڑنے لگا۔ چونکہ زیادہ کیچڑ نہ تھی وہ گاڑ نہ سکا۔ آخر مجبور ہو کر چھوڑ دیا۔ جب کچھ دیر ہوئی تو کسی ضرورت سے انکی تلاش ہونے لگی۔ لوگون کو خیال تھا کہ غالبًا اپنے کھیت پر گئے ہین دہان پہونچے تو دیکھا کہ بدحواس پڑے ہین۔ کیچڑ سے اوٹھایا اور بدن پاک و صاف کیا۔ دیکھا کہ تمام بدن پر ناخنون کی خراشین ہین۔ جب ہوش آیا تو واقعہ بیان کیا۔ لوگون نے دیکھا کہ فی الواقع جابجا زمین کچھ دھنسی ہوئی ہے اور سر گاڑنے کا نشان موجود ہے۔ بیچارے گرتے پڑتے لت پت گھر پہونچے۔ اوس روز سے اونکی راتون کی گشت اور کھیتون کا پھرنا چھوٹا۔ اب ان کے صاحبزادے شیخ **بشارت علی** مرحوم کا واقعہ سُنیے۔ کہ یہ کسی موضع کے تحصیلدار تھے۔ ایک شب پہر رات رہے ایک آدمی ساتھ لیکر یہی سے دہان چلے۔ راستے مین مٹر کے کھیت ملے جنپر چند سفید ساریان پھیلائی ہوئی دیکھین۔ اون کھیتون کے بغل مین ایک باغ تھا اوسطرف نظر اوٹھا کر دیکھا تو دس بارہ عورتین حلقہ باندھے نظر آئین اور بیچ مین ایک مرد کو دیکھا کہ آم کی ڈال تھامے ہوئے کھڑا ہے۔ یہ کیفیت دیکھکر دونون تیز قدم چلنے لگے جو شخص کہ ان کے ساتھ تھا۔ خدا جانے کیا اوسکے جی مین آیا کہ آہستہ سے ایک ساری اوٹھالی وہ ہاتھ مین ایک چیتھڑا سا نظر آئی۔ وہین پھینکدی۔ اون بھوتون مین سے

ایک بھتنی نے دونون کا پیچھا کیا اور یہ بھاگے۔ جب پھر کے دیکھتے تھے تو اوس خبیث کو قریب ہی پاتے تھے۔ بھاگتے بھاگتے ایک جھوپڑا نظر آیا جسمین کوئی کسان کھیتون کی حفاظت کے لیے رہتا تھا۔ اوسکے قریب پہونچ کے اِن دونون نے غُل شور کیا وہ لٹھ لیکر اپنے جھوپڑے سے باہر نکل آیا۔ وہ بھتنی یہ ماجرا دیکھکر بات کی بات مین نظرون سے غائب ہوگئی۔ یہ دونون دیر تک اوس جھوپڑے مین رہے۔ جب صبح ہوئی تو وہان سے روانہ ہوئے اور اپنے موضع مین پہونچے۔ عجب شانِ خدا کہ دادا سے لیکر پوتے تک کو بھوتون سے پالا پڑا۔ یہ تینون عجیب و غریب واقعے ایسے ہین جنکو نیمی مین عام طور پر لوگ جانتے ہین۔

فائدہ۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ بھوت کوئی شے نہین۔ صرف وہم ہی وہم ہے اور جسکو تسلیط کہتے ہین۔ وہ درحقیقت کوئی بیماری ہے۔ اور اسمین شک نہین کہ وہم کو بہت کچھ دخل ہے اور بعض بیماریان بھی ایسی ہین کہ جنپر تسلیطِ خبائث کا گمان ہوتا ہے۔ مگر اسمین بھی کوئی شک نہین کہ بھوت بھی کوئی شے ہے محض انکار قابل اعتبار نہین۔ ہزارون واقعات ایسے ہوئے ہین اور ہوا کرتے ہین جہان نہ وہم کو کچھ دخل ہے اور نہ امراض کو سروکار ہے۔ نیمی مین بھی چند ایسے واقعات گزرے ہین۔ چنانچہ کئی برس ہوئے کہ دو تین روز تک آسمان سے ڈھیلے برستے رہے۔ ایک دفعہ پرانے بنگلے مین جو تالاب کے کنارے ہے۔ بہت سے لوگ دن کو بیٹھے تھے اور تالاب پانی سے لبالب تھا۔ یکایک تالاب کی جانب سے ڈھیلے برسنے لگے۔ اور مکانات کی نسبت تو تاویل ہو سکتی ہے کہ کسی آدمی کی شرارت ہو۔ مگر یہان تو تاویل چل نہین سکتی۔ کیونکہ وہ تالاب اتنا بڑا وسیع ہے کہ ممکن نہین کہ کوئی اوس پار سے کلوخ اندازی کرے۔ اور یہ بھی نہین کہا جا سکتا کہ لوگون کی گپ شپ ہے۔ کیونکہ اوس مجمع مین ایسے معتبر لوگ موجود تھے جو آج تک زندہ ہین اور اسکی تصدیق کرتے ہین۔

اب ایک اور **نقل** سُنیے کہ میری جدہ مرحومہ اکثر بیان کیا کرتی تھین کہ نیمی مین جہان اونکی والدہ رہتی تھین اوسکے قریب ایک تاڑ کا درخت تھا اوسپر ایک بھتنی رہتی تھی رات کو جب دال بگھارتین تو بگھار کی آواز سُنکر وہ اپنی زبان مین یون بولتی کہ "تنک ہمرا ہو دے لین" مہینون یہی حالت رہی۔ اوس زمانے مین نیمی کے بہت سے لوگ جناب شاہ بو لا قدس سرہٗ ساکن موضع رودولی کے مرید تھے۔ اتفاقاً وہ نیمی پہونچے جب یہ واقعہ سُنا تو آدھ سیر تیل منگوایا اور دم کرکے دیا۔ اور ترکیب بتا دی۔ رات کو حسب تعلیم وہ تیل کڑاہی

مین رکھ کر آگ پر چڑھایا گیا - جب خوب گرم ہوگیا تو پانی کے چھینٹے دیے جس سے چھن
چھن کی آواز آنے لگی - اوس بھتنی نے وہی صدائے بے ہنگام دی - انھون نے کہا
کہ اچھا کوئی برتن لے آؤ - وہ بھتنی دس بارہ منٹ تک غائب رہی اسکے بعد تیل کا ایک
بڑا کٹورا لیکے آ پھونچی - انھون نے کرچھے سے وہ گرما گرم تیل نکال کر کٹورے کے بدلے اسکے
ہاتھون پر دیدیا - وہ بھتنی کٹورا زمین پر پٹک کر گالیان دیتی ہوئی رفوچکر ہوگئی - اور
ایسی غائب ہوگئی کہ پھر پتا نہ لگا - اوس ناظر پر کا رہنا یک قلم چھوڑ دیا - وہ کٹورا کئی برس
تک مصرف مین رہا - آخر کسی کے چرا لینے سے غائب ہوا - اب ایک اور نقل سنیئے کہ
نیمی کے بدری شاہ صاحب جو آجتک زندہ اور مرد نمازی ہین اونکا بیان ہے کہ سنہ ۱۲۹۰
مین نیمی مین فلان اہیر مر گیا ہندوؤن نے اپنی رسم کے موافق آگ دے کر گنگا مین بہا دیا - اوس
شب کو ہم اپنے دروازے مین اکیلے سوئے ہوئے تھے - دو بجے رات کو ایک شخص قریب آکر
پکارنے لگا کہ "سائین جی سائین جی ایک چلم تمباکو دو" ہمنے پوچھا کہ کون ہے اوسنے
اوسی اہیر کا نام لیا - ہمارے کان کھڑے ہوگئے - بستر سے اوٹھ کر جو دیکھا تو جس وضع سے
وہ اہیر رہتا تھا اوسی وضع سے اوسکو پایا - اوسکی ساری دھوتی پانی مین شرابور تھی
مُنہ پر بڑے بڑے پھپھولے پڑے ہوے تھے - ہم نے دل مضبوط کرکے اوس سے کہا یہان تمباکو
نہین - یہان سے چلا جا - اوسنے نہ مانا - تو دھمکیان دے کر مارنے کو اوٹھے وہ بھاگ کر
کچھ دور جا کھڑا ہوا - پھر ہم اپنے بستر پر ڈر سے ٹھہر رہے پھر وہ سامنے آکھڑا ہوا - تین چار بجے
تک یہی چھیڑ چھاڑ رہی - شاید نماز کی برکت تھی کہ قریب نہین آتا تھا - جب صبح کے آثار نمود
ہوئے تو اوسنے کہا کہ "سائین جی تم بڑے کھرے آدمی ہو ایک چلم تمباکو تم سے نہ ہوسکا اچھا
اب ہم جاتے ہین" یہ کہہ کے غائب ہوگیا - دیکھیے نیمی کے یہ چند واقعات ہین جنمین بعض قطعاً
صحیح ہین - اور بعض کی صحت کا گمان غالب ہے - اسیطرح اور مقامات مین بھی ایسے
ایسے واقعے ہوئے ہین کہ جہان نہ وہم کو کچھ دخل ہے نہ مرض کو - جو لوگ بھوت کے سرے سے
منکر ہین، اونکو کبھی بھوتون سے کام نہین پڑا - الغرض بھوتون کے وجود مین کچھ شک
نہین - ہان کلام ہے تو اسمین کہ انکی حقیقت کیا ہے - عام خیال یہی ہے کہ بدکارونکی ارواح
یا ہمزاد بھوت ہوجاتے ہین - شرع شریف مین کہین اسکا ثبوت نہین - اسی طرح انکار بھی
نہین ممکن ہے کہ یہی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ جنات جنکا وجود شرعاً ثابت ہے اون مین

جو رذیل و شریر ہیں وہی متشکل و مسلط ہوا کرتے ہیں اور ایسے ایسے ڈھکوسلے چھوڑا کرتے ہیں اور دھوکا دینے کو کسی بیچارے مردے کا نام لے لیا کرتے ہیں۔ غرضکہ ارواح خبیثہ ہوں یا شیاطین الجن یا کوئی اور شے ہو کسی خاص چیز کا یقین تو کر سکتے نہیں۔ مگر اتنا ضرور ہے کہ بھوتوں کا وجود ضرور ہے محض خیالی و وہمی شے نہیں ہے۔ شاہ عبدالعزیز دہلوی قدس سرہٗ نے تفسیر فتح العزیز میں جہاں سحر کے اقسام لکھے ہیں یہ تحریر فرمایا ہے کہ "قسم سوم ازان پیدا کردن بیراست و درین سحر ضرور می افتد کہ اول انسانے را کہ قوی القلب و النجثہ مردہ باشد تفحص نمایند بعد ازان روح او را بخوانند بعضے الفاظ کہ مشتمل بر ذکر کبرائے شیاطین باشد و تعظیم مفرط نسبت باینہا دران بیان میکنند تا و منجذب سازند و بقوت آن الفاظ و نہادن نذر و ہدایا آن روح را در حکم و قابوئے خود کنند بحدے کہ مانند غلام و نوکر ہر چہ مامور فرمایند سرانجام دہد"۔ اور جناب استاذنا مولانا محمد عبدالحی محدث لکھنوی مرحوم نے اپنے فتاوی جلد ثالث میں اس سوال کے جواب میں کہ "انسان بعد از موت در بدن آدمی تصرف یا ایذا و قتل وغیرہ میکند یا نہ"۔ یہ تحریر فرمایا ہے کہ "علمائے اہل سنت درین مسئلہ اختلاف دارند بعضے منکر شدہ اند بدلیل آنکہ انسان اگر صالح است این ایذا منافی صلاح اوست و اگر فاسق یا کافر است پس از دست موکلان عذاب چہ طور خلاص شدہ فرصت ایذا یافتہ مجوزین دو فرقہ شدہ اند طائفہ گوید کہ انسان کافر یا مومن ظالم موذی یا زانی معلن یا مرتد غیر تائب بعد موت در عالم برزخ بارادہ الٰہی مسخ شدہ جن میگردد علی الخصوص ہنگامیکہ موت اینہا بر جنابت شود پس جن شدہ تصرف در بدن آدمی میکند و مسخ امت مرحومہ محمدیہ در عالم شہادت ببرکت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ مفقود شدہ لکن در عالم برزخ بطریق تعذیب میتواند شد و نیست این معنی کہ ہر کافر یا ہر مومن بدکار مسخ شود بلکہ ہر کہ را خداوند تعالیٰ خواست مسخ میشود و صلحا و اتقیا اگرچہ بر جنابت بمیرند مسخ نمیشوند علامہ سیوطی در شرح برزخ مفصلاً این معنی بیان فرمودہ و فرقہ دیگر میگوید کہ نہ انقلاب میشود نہ مسخ بلکہ نوعے است در افعال و حرکات کہ جنات مختلفہ را با ہم ہم میرسد و بحکم من تشبہ بقوم فہو منہم ہمچون انسان را کہ کار جن میکند در عرف بھوت نامند"۔

شیخ شجاعت علی مرحوم

خدا بخشے یہ میرے منجھلے چچا تھے۔ فارسی کے علاوہ عربی بھی کچھ پڑھے تھے جن بھی

پاکیزہ تھا۔ شرح نصاب صبیان اور صرف[1]۔ کی چند کتابین ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یادگار ہین۔ جناب ڈپٹی اعظم الدین حسین بلگرامی مرحوم کے محکمہ کے پیشکار تھے۔ بطین۔ مور۔ کبوتر۔ اس قسم کے جانور پالنے کا بہت شوق تھا۔ ۱۲۸۲ھ مین ایک لڑکی جس سے اخی منشی محمد ظہور احسن صاحب کی شادی ہوئی۔ چھوڑ کر راہی ملک بقا ہوئے۔ مولف نے تاریخ وفات یون لکھی ہے۔

شد بجنان شیخ شجاعت علی	طالبِ خلاقِ جہان حق پسند
خانۂ من سالِ وفاتش نوشت	رفت بہ گلزار جنان حق پسند
	۱۲۷۲ھ

منشی شرافت حسین

بن شیخ سخاوت علی عرف شیخ جوگی ممپنوری مرحوم۔ ۱۲۶۳ھ مین پیدا ہوے اور ابھی تک بفضلہ زندہ ہین۔ حضرت سید شاہ علی حبیب ساکن قصبہ پھلواری قدس سرہٗ کے مرید ہین علم مساحت نہایت عمدہ جانتے ہین۔ ہرچند نظم و نثر اردو کی مشق کا اور قواعد کے یاد کا کبھی انکو اتفاق نہین ہوا۔ مگر کچھ ایسی خداداد زبان پائی ہے کہ انکی بول چال سے اہل زبان کا نقشا آنکھون مین پھر جاتا ہے۔ اس تعلقے اور لہجے کے ساتھ بولتے ہین کہ زباندانی کا مزا آجاتا ہے۔ خدا کی شان ہے کہ جسنے ایک شعر کہا ہو اور نہ کبھی اردو کی اصلاح لی ہو پھر بھی اوسکی بول چال اہل زبان سے ملتی جلتی ہوئی ہو۔

شیخ محمد شریف مرحوم

بن شیخ ظہور محمد بن شیخ حیات مزید مرحوم۔ یہ نیمی کے اگلے لوگون مین گزرے ہین۔ شیخ عبد الحکیم مرحوم کے معاصر تھے۔ ۱۲۵۵ھ تک زندہ تھے۔ باقی حال کچھ معلوم نہین۔

شیخ شمن مرحوم

انکا اصلی نام شیخ سلیم اللہ تھا۔ شیخ مجیب اللہ بن شیخ بار اللہ نیموی کے بیٹے تھے کاشتکاری

[1] یہ شرح ملا سعد کی تالیفات سے ہے جو عظیم آباد کے مشاہیر علما سے تھے۔ انکی تالیفات سے ترجمہ شرح ملا موسوم باسم تاریخی انتخاب بے بدل اور ترجمہ کافیہ فقیر کے کتب خانے مین موجود ہین۔ انکے علاوہ انکی تصنیفات سے اور بھی کتابین ہین۔ مگر افسوس کہ آج کوئی انکے نام سے واقف نہین ۱۲ منہ

+ + + + +

وجہ معاش تھی۔ غریبانہ بسر اوقات کرتے تھے۔ بہت بڑے چالاک اور لطیفہ گو وخوش طبع آدمی تھے۔ ایک سال نیمی کی ندی کے کنارے گیہون خوب پیدا ہوے تھے۔ جب کاٹنے کے قابل ہوے یہ ایک روز ہنسوا لیکر کاٹنے گئے۔ اتنے مین دو چار تلنگے ایک بکری اور گھڑیان لیے پہونچے انکو کوئی رذیل آدمی سمجھکر بولے کہ ارے میان اس ندی مین کتنا پانی ہے آنکھ اوٹھا کر دیکھا اور ہنسکر بولے کہ واہ جناب ابھی تو گیہون ہم نے کاٹا تک نہین ہے اور آپ اکتی[1] کے لیے بکری لے آئے۔ وہ لوگ انکا لطیفہ کچھ نہ سمجھے اور اپنی نیلی پیلی کرکے بولے کہ ہم پوچھتے ہین کہ ندی مین پانی کتنا ہے اور یہ خدا جانے کیا بکتا ہے شیخ شمن مرحوم نے کہا کہ جناب ندی مین تھوڑا پانی ہے وہ بولے گیہون پیچھے کاٹنا پہلے ہمکو اور ہماری چیزون کو پار کر دے۔ شیخ شمن کچھ متامل ہوے۔ پھر کچھ سوچ سمجھکر بولے کہ اچھا صاحب پہلے آپ کی چیزین۔ پھر آپ کو پار کر دین۔ یہ کہکر وہ گھڑی اوٹھائی جسمین گوشت اور روٹیان تھین۔ اور دوسرے ہاتھ مین بکری پکڑ کے بہزار خرابی اسطرح پار ہوے کہ یہ لوگ سمجھین کہ ندی مین تیراؤ پانی ہے۔ جب گھاٹ پر پہونچے تو گھڑی کھولکر گوشت روٹیان چکھنے لگے وہ تلنگے پکارے کہ ارے میان یہ کیا۔ بولے کہ ابھی آپ لوگ صبر کیجیے ذرا اسکا مزا چکھ لین تو آپ لوگون کو پار کر دین۔ ندی حائل تھی جانتے تھے کہ پانی بہت ہے منہ دیکھکر رہ گئے اور وہ حضرت باطمینان گوشت روٹیان زہر مار کرکے بکری لیکر اور یہ کہہ گئے اب میرا سلام لیجیے وہان سے چمپت ہوگئے۔ جب گھڑی دو گھڑی کے بعد دوسرے مسافر آئے اور پار ہوے تو ظاہر ہوا کہ ندی مین کچھ زیادہ پانی نہین۔ اونکی چالاکیون پر حیرت کرتے ہوے وہ تلنگے تو روانہ ہوگئے اور یہ حضرت چکر کھاکے شام کے وقت بکری لیے گھر پہونچے اور خوب اکتی کی ٹھہری۔ خدا مغفرت کرے ۱۲۷۶ھ مین انکا انتقال ہوا۔

قطعہ تاریخ

گرامی گوہر نکتہ رس شیخ شمن — ہوا انتقال اونکا جب اس جہان سے
کہی شوق نے یہ تاریخ رحلت — بہشت برین کو گئے وہ یہان سے
۱۲۷۶ھ

[1] اکتی پورب مین ایک غذا کا نام ہے جو گوشت اور گیہون کے آٹے سے پکائی جاتی ہے ۱۲ منہ

ڈاکٹر محمد صدیق نیموی

بن شیخ امانت حسین بن شیخ فضل علی بن شیخ اصغر علی بن شیخ سیف اللہ بن شیخ عبد الحکیم مرحوم۔ سنہ ۱۲۸۱ھ مین پیدا ہوئے۔ نیک اختر تاریخ ولادت ہے۔ فن ڈاکٹری مین مہارت کامل رکھتے ہین۔ برسون سرکار انگلشیہ کے ڈاکٹر خانون مین ملازم رہے ہین۔ فی الحال مظفرپور مین شفاخانہ کھولا ہے۔ بہتیرے مہلک امراض انکے ہاتھ سے اچھے ہوئے ہین۔ نہایت خلق و مروت کے آدمی ہین۔ ڈاکٹری مین منتخبات صدیقی نام ایک ضخیم کتاب تالیف کی ہے۔ جسمین ڈاکٹری کے علاوہ یونانی نسخے بھی چیدہ چیدہ درج ہین۔ یہ مفید کتاب انشاء اللہ عنقریب چھپنے والی ہے۔ ان کو باغ کا بہت بڑا شوق ہے۔ سنہ ۱۳۱۱ھ مین چکشاہم کے حلقہ اور نیمی کی زمین مین نہایت اہتمام سے ایک عمدہ باغ کی بنا ڈالی۔ ہر قسم کے خوشنما پھول لگائے۔ دور دور مقامات سے عمدہ عمدہ درخت منگائے۔ مالدہ کے آم بنارس کے بیر۔ الہ آباد کے امرود۔ کشمیر کے شہتوت سے اس باغ کو آراستہ کیا۔ اس باغ کے آس پاس کچھ دنون بعد جناب بھائی منشی محمد ظہور احسن صاحب اور بھائی منشی محمد منیر احسن صاحب نے بھی اپنا باغ لگایا۔ یہ تینون باغ آجکل ہرے بھرے ہو رہے ہین۔ مؤلف نے ڈاکٹر صاحب کی بنائے باغ کی تاریخ یون نظم کی ہے۔

ہین جو نیمی مین ڈاکٹر صدیق — گلِ گلزارِ حکمت و تحقیق
بلبلِ بوستانِ صدق و صفا — نونہالِ ریاضِ مہر و وفا
ایک بیک اونکو شوق باغ ہوا — جس سے حاسد کے دل مین داغ ہوا
لوگ کہتے ہین جسکو چکشاہم تال — جسمین ندی رواں ہے سوئے شمال
ہے جو عمدہ وہان تری کی زمین — جسکا پانی ہے مثلِ جانِ شیرین
اوسمین اِک خوشنما لگایا باغ — جس سے دلِ باغ باغ تر ہو دماغ
ہر طرف جسمین بے شمار درخت — ہر طرح کے ہین میوہ دار درخت
ناشپاتی۔ آڑو۔ شریفے۔ شفتالو — کوکے۔ شہتوت۔ ناریل۔ لیچو

لہ یہ لفظ اصل مین چکشاہم ہے۔ ہائے مختفیہ کثرت استعمال کی وجہ سے حذف ہو گئی ہے۔ پرانے کاغذات سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہم ایک معزز عورت کا نام تھا جنکو بادشاہ دہلی سے یہان سے جاگیر عطا ہوئی تھی۔ [illegible]

بیر جامن انار آم امرود — بیل کیلے چکوترے موجود
ہر روش مین ہین انتخاب کے پھول — کہین لالے کہین گلاب کے پھول
کہین چنپا کہین ہزارا ہے — گل شبو بھی جلوہ آرا ہے
گل سوسن ہے صورت نیلم — موتیون سے ہے موتیا کب کم
جوہی بیلے چنبیلی کی بوباس — تازہ کرتی ہے روح و ہوش و حواس
مہتمم اوسکے ہین منیر احسن — ہین جو دلدادہ بہار چمن
باغبان ہین میان تراب علی — جن سے کھلتی ہے دم مین دل کی کلی
الغرض بعد صد ہزار محن — خوب آراستہ ہوا یہ چمن
شوق تاریخ بھی پھڑکتی ہے — کیا ہی عمدہ یہ باغ نیمی ہے

۱۳۰۵ھ

ضیاء اللہ مرحوم

بن شیخ عبداللطیف بن شیخ عبدالحکیم ممنوری غفر اللہ لھم یہ بزرگ ممنور کے رہنے والے تھے۔ انقلاب زمانہ سے آج کوئی انکا نام تک نہین جانتا۔ ۱۱۰۵ھ مین انکا انتقال ہوا۔

قطعہ تاریخ

گشت چون گل زجوش صرصر مرگ — شمع بزم صفا ضیاء اللہ
خامۂ شوق زد رقم تاریخ — قدوۂ اصفیا ضیاء اللہ

فائدہ۔ اس تاریخ مین ضیاء اللہ کا ہمزہ بھی محسوب ہوا ہے۔ بعض رسائل مین لکھا ہے کہ ہمزے کا کوئی عدد نہین۔ چنانچہ ریاض العروض مین ہے کہ درنا الف ممدودہ اوسکا مورخین نے ایک لیا ہے اسلیے کہ ہمزہ بے عدد ہے اور حضرت جلال نے رسالہ افادۂ تاریخ مین لکھا ہے کہ ہمزہ جو خط منحنی سے عبارت ہے اوسکا کوئی عدد تاریخ مین نہین لیا جاتا اسلیے کہ یہ کوئی حرف حروف تہجی مین سے نہین ہے پس مولف ہیچمدان کے نزدیک ہمزہ کا ایک عدد لینا کسی طرح صحیح ہو گا غلط بلکہ اغلط ہے کہ مورخین ثقات نے کبھی ہمزہ کا کوئی عدد تاریخ مین نہین لیا انتہے۔ اور مولف کی نظر سے بعض ایسی تاریخین بھی گزری ہین جنمین ہمزہ محسوب نہین ہوا۔ جیسے رشک لکھنوی کی

یہ تاریخ ع اب کیا کشتی بنی ہے ماشاء اللہ۔ المختصر لوگون کی اس قسم کی تحریر اور تاریخون
سے پہلے میرا بھی یہی خیال تھا کہ ہمزے کا عدد لینا صحیح نہین۔ مگر بعد تتبع و تفحص ثابت ہوتا
ہے کہ اسکا ایک عدد لینا بلاشک درست ہے۔ یہ خیال کہ ہمزہ حروف ہجی سے نہین قابل
التفات نہین کیونکہ جسطرح چے۔ جیم کے عوض ہے اوسی طرح ہمزہ الف کا قائم مقام ہے
دیکھو صاحب صراح وغیرہ خبأ وغیرہ کو باب الالف مین لائے ہین۔ جس سے ثابت
ہوتا ہے کہ ہمزہ الف کا قائم مقام ہے۔ اسکے علاوہ مورخین کرام نے بھی ہمزے کا ایک عدد
لیا ہے چنانچہ مؤلف خزانۂ عامرہ نے یحیای کاشی کے ترجمے مین لکھا ہے کہ مخفی نماند
کہ ہمزہ کہ بعد الف می آید مورخان فرس اکثر او را بجای الف داشتہ در تاریخ حساب میکنن
چنانچہ در ترجمہ نعمت خان عالی گذشت کہ ہمزۂ لقا و را در تاریخ مصرع نحو جائز کرد زنجا
التقاء ساکنین ہے محسوب ساختہ وگاہے حساب نمیکنند زیرا کہ شکلے از اشکال حروف
ہجی ندارد چنانچہ در تاریخ میر یحیی کہ مورخ ہمزۂ احیا در امحسوب نساختہ۔ و مورخان عرب
بر عکس این عمل کنند یعنی اکثر حساب نمیکنند و گاہی کنند وقت ضرورت مثلاً تاریخے از
قرآن یا حدیث یافتہ شود میر عبد الجلیل بلگرامی تاریخ جلوس محمد فرخ سیر بادشاہ
مطابق سنہ اربع وعشرین ومائۃ والف یُوْتِیْ مُلْکَہٗ مَنْ یَّشَاءُ یافتہ ہمزۂ یشاء را
حساب کردہ اور شمس العلما مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی نور اللہ مرقدہ کہ بہت
بڑے محقق تھے اون کے دیوان قسطاس البلاغۃ مین یہ تاریخین موجود ہین ع
گو سیر شد بماء زلالِ وصال دوست ع بنا شد طری کبیت عتیق اور اونکے دیوان
مقصد البلاغۃ مین یہ تاریخ ہے ع جاء عند ی خزائن الاسرار الغرض ہمزے کا
لینا اور نہ لینا دونون طرح ثابت ہوتا ہے۔ رہی یہ بات کہ ہم لوگون کو کیا کرنا چاہیے
اگر یہ قاعدہ رکھا جائے کہ جہان چاہے لیجئے اور جہان چاہے چھوڑ دیجئے تو کچھ ٹھیک نہین
ایسی حالت مین ایک سال کی کمی بیشی کا کھٹکا رہے گا اور تعیین زمانہ جو تاریخ سے مقصود
ہے ثابت نہ ہوگی اس باب مین کوئی قاعدہ منضبط ہونا چاہیئے کہ یہ خرابی دور ہو جائے۔
مین اب اس ضابطہ کا پابند ہون کہ عربی ہو یا فارسی جہان ہمزہ مستقل طور پر ہو یعنی بردہ
چشم وغیرہ کی طرح کسی حرف پر نہو جیسے جاءَ و مائۃ اوسکا ایک عدد لینا چاہیئے کیونکہ
جب کتابت مین بھی موجود ہے اور ہمزہ الف کا قائم مقام ہے تو اوسکا خون کیون ہوتا

اگر کسی واقعے کی چند تاریخین ہون جن سے تعین زمانہ ہو جاتی ہے اگر اوسکی ایک آدہ تاریخ مین ہمزے کا عدد نہ لیا جائے تو چندان مضائقہ نہین۔ کیونکہ آخر لوگون نے ہمزے کو غیر محسوب بھی قرار دیا ہے اور دوسری تاریخون سے ثابت ہو جاتا ہے کہ یہان غیر محسوب ہے۔ کمی بیشی کا کھٹکا نہین ہو سکتا۔ مگر بہر صورت اولے یہی ہے کہ ہمزہ مستقلہ ہر جگہہ محسوب ہو کہین نظر انداز نہ کیا جائے۔

شیخ طاہر علی مرحوم

بن شیخ روح اللہ عرف شیخ روحی بن شیخ باب اللہ بن شیخ کریم اللہ مرحوم۔ ممپنور کے رہنے والے تھے۔ ۱۲۳۵ھ مین انتقال کیا۔

قطعہ تاریخ

جو طاہر علی تھے ممپنور مین رئیس	سوئے باغ خلد اونکی رحلت ہوئی
ہوئی مجکو تاریخ کی فکر شوق	تو دل نے کہا شیخ طاہر علی
	۱۲۳۵ھ

شیخ طفیل اللہ مرحوم

بن شیخ بار اللہ بن شیخ فیض اللہ مرحوم۔ پرانے کاغذات سے ثابت ہوا کہ نیمی کے رہنے والے تھے۔ ۱۲۲۳ھ کے قبل انتقال کر چکے تھے۔ باقی حال کچھہ معلوم نہین۔

منشی محمد ظہور احسن

بن جناب والدی شیخ سبحان علی مرحوم۔ یہ میرے منجھلے علاتی بھائی ہین۔ ۱۲۹۶ھ مین پیدا ہوئے۔ خدا پرست (۱۲۹۶) تاریخ ولادت ہے۔ بزرگانہ انداز رکھتے ہین۔ فارسی اچھی جانتے ہین۔ کبھی کبھی تاریخین بھی کہہ لیا کرتے ہین۔ نیمی مین اس نام کے کئی شخص ہین۔ مگر اونمین کسی کو تاریخگوئی کی طرف کچھہ توجہ نہین۔ اس تذکرے مین جا بجا انکی طبعزاد تاریخین درج ہین۔ جہان اس نام کی تاریخ نظر سے گزرے۔ انھین کا نتیجۂ فکر سمجھنا چاہیے۔ انکی وہ تاریخین جو اس کتاب مین اور کہین درج نہین وہ یہان لکھی جاتی ہین۔

اسم تاریخی پسر متوفی جناب اخی منشی محمد منیر احسن صاحب نیموی

محمد عبد المغنی

۱۲۹۹ھ

قطعہ تاریخ تالیف رسالہ ازاحۃ الاغلاط مؤلفہ راقم الحروف

بارک اللہ ظہیر احسن من — گام خود در رہِ تحقیق نہاد
کرد تالیف کتابِ نایاب — ساخت تصحیح غلط با اسناد
نیک بنگر کہ بروے عالم — باب توضیح و افادت بکشاد
کرد تاریخ رقم کلکِ ظہور — نسخہ شوق ہمایون بنیاد

۱۳۰۰ھ

قطعہ تاریخ ولادت صبیہ اولین جناب مورخ ممدوح دام مجدہٗ

چون دخترِ نیک اخترم زاد — کردم شکر خداے بیچون
دل خواست ظہور نام و تاریخ — ہاتف گفتا عفیفہ خاتون

۱۳۰۲ھ

شیخ ظہور الحسن مرحوم

بن شیخ حامد حسین ممپنوری مرحوم۔ اِنکے آبا و اجداد کا حال منشی امیر الحسن صاحب کے ترجمے مین گزرا۔ یہ سنہ ۱۲۸۰ فصلی مین پیدا ہوے تھے۔ مین نے خود انکی زبانی سنا ہے کہ ظہور الحسن میرا فصلی تاریخی نام ہے۔ خدا بخشے عجب با اخلاق آدمی تھے۔ دنیا عجب جاے عبرت ہے۔ جب شیخ عبد العزیز نیموی مرحوم نے ۱۴۔ رمضان المبارک سنہ ۱۳۰۲ھ مین انتقال فرمایا تو انکو اونکی لاولدی پر کمال افسوس تھا۔ اور باصرار و کمال تاکید اونکی تاریخ وفات کہنے کی مجہپر فرمایش کی کہ یادگار رہے مگر غیب کی بات خدا ہی جانے۔ افسوس یہ خبر نہ تھی کہ پارسال اوسی تاریخ اور اوسی مہینے مین اپنی بھی رحلت ہے۔ بیچارے کچھ دن بعد بخار اور ورم طحال مین مبتلا ہوے۔ ہزار علاج کیا گیا کچھ سود مند نہوا آخر ایک لڑکی چھوڑکر سنہ ۱۳۰۳ھ مین ۱۴۔ رمضان کو انتقال کیا انا للہ و انا الیہ راجعون

قطعہ تاریخ

چون ظہور الحسن سقاہ اللہ — حق شنو حق پژوہ رحلت کرد

بہر تاریخ انتقالش شوقؔ	گفت عالی شکوہ رحلت کرد ۱۳۱۰ھ

ابوالخیر محمد ظہیر احسن شوقؔ صدیقی نقشبندی مجددی عفی عنہ

اگرچہ مین ایک بندہ ناچیز ہون اور دہات مین پیدا ہوا اور دہات ہی مین نشو و نما پائی اور میرے آباو اجداد بھی دہات ہی کے رہنے والے تھے مگر اللہ تعالیٰ کی عنایتین کچھ ایسی شامل ہوئین کہ اسقدر جلد مین نے ترقی کی کہ بیان سے باہر ہے آج اپنے فرض منصبی کے موافق نہایت صدق و راستی کے ساتھ بچپن سے لیکر آج تک کے واقعات مجملاً لکھتا ہون جہان کہین مین نے اپنی ترقی دکھائی ہے ناظرین با تمکین تعلّی کا خیال نہ کرین۔ اظہار نعمت الٰہی پر محمول فرمائین۔

خدا بخشے میرے والد ماجد کا نام شیخ سبحان علی تھا۔ وہ مرحوم جناب شیخ دھون مغفور بن شیخ فتح علی بن شیخ محمد وزیر بن شیخ محمد ولی بن شیخ غلام بدر بن شیخ عبدالہادی زاہدی مرحوم و مغفور صدیقی غفر اللّٰہ لھم کے بیٹے تھے۔ اور میری والدہ مرحومہ کا نام خدا بخشے بی بی نصرن[1] تھا اور اون کے پدر بزرگوار کا نام شیخ روشن علی تھا۔ وہ موضع بایزید پور[2] علاقہ باڑہ کے رہنے والے تھے جناب شیخ حسن علی بن شیخ جعفر علی مرحوم کے بیٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ انکو اور ان کے جمیع آباو اجداد کو اپنے فضل عمیم سے داخل جنات النعیم فرمائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

راقم الحروف ۱۲۸۶ھ مین جمادی الاولیٰ کی چوتھی تاریخ بدھ کے روز کچھ دن چڑھے صالح پور[3] مین اپنی خالہ مکرمہ کے گھر پیدا ہوا۔ محمد ظہیر احسن نام رکھا گیا۔ ابوالخیر کنیت اور ظہیر الاسلام مادہ تاریخ ہے۔ چنانچہ اس باب مین ایک رباعی بھی مین نے کہی ہے

[1] اور انکی والدہ کا نام بی بی مجیدن بنت شیخ رحمت علی مرحوم ہے جو بفضلہ آج تک زندہ ہین اور ابھی مین مؤلف کے یہان رہتی ہین ۱۲ منہ

[2] بایزید پور ایک چھوٹی سی بستی ہے جو عظیم آباد کے جنوب بفاصلہ دو کوس کے فاصلے پر باڑہ اسٹیشن کے قریب واقع ہے۔ عوام اسکو بازید پور کہتے ہین۔ ۱۲ منہ

[3] صالح پور بہار سے اور ... کوس کے فاصلے پر ہے ۱۲ منہ

شوق است تخلصم ظہیر احسن نام شد از پے کنیتم ابو الخیر الہام	در قریۂ دلنواز دہلی است مقام تاریخ تولدم ظہیر الاسلام ۱۲ھ

جب مین پانچ چھہ برس کا ہوا تو بسم اللہ ہوئی اور مکتب مین بیٹھا۔ فارسی کی دو چار کتابین پڑھ کے عربی بھی شروع کی۔ مختلف حضرات سے تعلیم ہوئی۔ مجھے یہ تو خیال نہین کہ کسی اور معلم سے مار کھائی یا نہین۔ مگر یہ خوب یاد ہے کہ والد مرحوم کے ہاتھون مجھپر اس قدر چھڑیان پڑی ہین کہ دیکھنے والے ترس کھاتے تھے اور جنکا مزا اب تک یاد ہے۔ اوس وقت وہ چھڑیان خار سے بھی بدتر تھین مگر کیا خبر کہ ضَرْبُ الصِّبْیَانِ کَالْمَاءِ فِی الْبُسْتَانِ ایکدن یہ مار کی چھڑیان پھولون کی چھڑیان ہو کر گلزار کی بہار دکھاینگی۔ اور انھین کی بدولت شاخِ خامہ سے وہ وہ گل پھولینگے جنکی بو باس سے سارا ہندوستان مہکیگا۔ اور ایک عالم کا دماغ معطر ہو جائے گا۔ لڑکپن ہی مین خدا نے طبیعت ایسی موزون بنائی تھی کہ جب مین گلستان ہی پڑھتا تھا تو فی البدیہہ شعر موزون کر لیتا تھا۔ اونمین غلطیان تو ضرور ہوتی ہونگی مگر ایسی نہ تھین کہ غیر شاعر کوئی تمیز کر سکتا۔ جناب والد مرحوم نے بیت بازی کے لیے بہ ترتیب حروف تہجی اساتذہ کے بہت سے ایسے اشعار جمع کر دیئے تھے جنکے آخر مین رادِ مہملہ تھی اور وہ اشعار مجھے یاد کرا دیئے تھے۔ مین جب کسی برات کے ساتھ غیر بستی مین جاتا اور وہان کے لڑکے بیت بازی کے لیے پہونچتے اور بیت بازیان شروع ہوتین تو مین وہی رادِ مہملہ والے اشعار پڑھتا۔ جنکے جواب مین اُن لوگون کا قافیہ تنگ ہو جاتا۔ بارہا ایسا بھی ہوا کہ حریف کو بھی کسی خاص حرف کے اشعار بہت یاد تھے جن سے مجھکو بھی دقت پڑتی۔ مگر جب استاد کا کوئی شعر یاد نہین آتا تو فوراً نظم کر کے جواب دیدیتا۔ اون بیچارون کو وہم تک نہ ہوتا کہ یہ شعر اسکا طبعزاد ہے۔ کہان تک جواب دیتے۔ آخر مات کھا جاتے۔ مجھے خوب خیال ہے کہ بیت بازی کے معرکے مین کبھی مین کسی سے مات نہین ہوا۔ جب عربی کی پانچ چھہ کتابین ختم ہو گئین تو شوقِ دل نے اوبھارا کہ وہ حالت مین کبتک رہو گے ذرا قدم باہر نکالو۔ اور شہرون کی ہوا کھاؤ۔ پھر دیکھو کہ تمھاری محنت تمکو کہان سے کہان پہونچاتی ہے پہلے مین عظیم آباد پہونچا۔ اور استاذ الفضلا حضرت شمس العلما جناب مولانا محمد سعید حسرت قدس اللہ سرہٗ کی خدمت مین حاضر ہوا۔ بعض کتابین اون سے اور بعض اور حضرات سے پڑھین۔ پھر سلسلہ مین غازی پور پہونچا

اور جناب مولنا مولوی مفتی محمد[۱] رحمۃ اللہ مرحوم فرنگی محلی مہتمم مدرسہ چشمۂ رحمت کی خدمت مین حاضر ہوا۔ دو چار روز اونھین کے یہان قیام رہا۔ پھر جاگیر کا سامان ہو گیا۔ موضع استھانوان[۲] علاقہ بہار ضلع پٹنہ کے رہنے والے جناب میر نور علی[۳] مرحوم نے قبائل محلہ چہل ستون مین بود و باش اختیار کی تھی۔ اونکے چھوٹے لڑکے سید محمد سعید سلمہ کی تعلیم کے لیے مقرر ہوا۔ اکل و شرب وغیرہ کا سامان تو جناب میر صاحب مرحوم کے یہان ہوا اور پڑھنے کا بندوبست مدرسے مین جامع الکمالات جناب مولنا مولوی حافظ محمد عبد اللہ صاحب سے ٹھہرا اوس وقت جامع فضل و کمال سخنور بیمثال جناب مولنا مولوی محمد عبد الاحد صاحب شمشاد لکھنوی فرنگی محلی اوس مدرسہ مین درجۂ فارسی کے مدرس اول تھے۔ فن شاعری مین غازی پور کے اکثر حضرات ان کے شاگرد تھے۔

جناب میر صاحب مرحوم کے بڑے بیٹے جناب منشی سید محمد شفیع صاحب وکیل تخلص موج کو بھی شاعری کا شوق تھا۔ وہ بھی اونھین کے شاگرد تھے۔ اکثر اپنی غزلین سناتے اور احباب کو خوش کرتے۔ اس اثنا مین جناب میر ذاکر حسین صاحب ہنر غازی پوری نے یہ طرح کی ع جامۂ ہستی مرے تن پر بہت بوسیدہ ہے۔ میرے کرم فرما دوست جناب موج طرح مین غزل کہنے لگے۔ اور مجھپر فرمائش کی کہ آپ بھی کہین اور ضرور کہین۔ چنانچہ اونکے اصرار سے شوق تخلص رکھکر مین نے یہ غزل کہی۔

---

۱ جناب مفتی صاحب مرحوم بڑے علوالعزم بزرگ تھے۔ تا عہد سلطنت لکھنؤ مین مفتی رہے۔ بعد غدر غازی پور آنے کا اتفاق ہوا یہان پڑھنے لکھنے کا چرچا نہ دیکھکر بہت افسوس کیا ایک مدرسے کی بنا ڈالی جو اب بنام وکٹوریہ اسکول مشہور ہے۔ پھر ایک دوسرا مدرسہ بنام چشمۂ رحمت جاری کیا جس سے سیکڑون طلبہ فیضیاب ہوئے حکام وقت جناب ممدوح کو بڑی وقعت کی نظر سے دیکھتے تھے تا حیات آنریری مجسٹریٹ وغیرہ رہے۔ ۱۰ جمادی الاخری روز سہ شنبہ ۱۳۰۵ھ کو راہی ملک بقا ہوئے۔ اونکی تالیفات سے ہدایۃ الصبیان فی حل المیزان۔ کاشف الابواب شرح منشعب۔ عمدہ شرح زبدہ۔ رحمت شرح خلاصہ وغیرہ چھپکر شائع ہو چکی ہین۔ اللھم اغفر لہ وارحمہ

۲ علاقہ بہار مین استھانوان ایک معروف و مشہور بستی ہے۔ یہان اکثر اہل کمال گزرے ہین۔

۳ میر صاحب مرحوم عجب خوبی کے آدمی تھے۔ ۱۵ ربیع الآخر روز پنجشنبہ ۱۳۱۲ھ کو اونکا انتقال ہوا۔

غزل

سوزِ غم سے آبلہ اپنا دلِ تفتیدہ ہے
اور سارا جسم شکلِ موے آتش دیدہ ہے

کارگر کیا مرہم کافور ہو اے چارہ گر
زخمِ دل شوقِ محبت سے نمک پاشیدہ ہے

قدرِ نیلم کیون نہو جاگا خزف پارون سے کم
جسکو دیکھو محوِ دندانِ مسی مالیدہ ہے

کر دیا ہے آتشِ فرقت نے کس کس کو کباب
چشم ہے گریان تو بریان یہ دلِ تفتیدہ ہے

تابِ دیدارِ جمالِ یار ہی مجھہ مین نہین
وصل کا سودا عبث سر مین مرے پیچیدہ ہے

شکلِ سنبل ایک اُلجھن مین پڑا رہتا ہو نمین
جب سے میرا دل اسیرِ کاکلِ ژولیدہ ہے

گلشنِ رخسارِ جانان مین نہین خط جلوہ گر
صورتِ سبزہ نگاہِ عاشقان رو ئیدہ ہے

موسمِ گل ہے اکڑتے ہین جوانانِ چمن
آہ محبوسِ قفس اک بلبلِ شوریدہ ہے

گر تجسس گوہرِ مقصود ملجائینگے شوق
دل کے ویرانے مین گنجِ معرفت پوشیدہ ہے

یہ غزل کہہ کے مین نے اپنے احباب کو سنائی اون لوگون نے بہت تعریف کی جس سے دل اور بڑہ گیا - موج صاحب نے مشاعرے مین چلنے کی صلاح دی - مین نے کہا کہ آپکے اوستاد تو جناب مولوی عبدالاحد صاحب ہین - میرا تو کوئی اوستاد نہین - مشاعرے مین بڑے بڑے شاعر جمع ہونگے بغیر اصلاح کیونکر پڑہ سکتا ہون اگر کوئی غلطی نکل آئی تو مفت کا مضحکہ ہوگا - اونھون نے کہا کہ آپ بھی اونھین سے چل کے اصلاح لے لیجیے - مین نے کہا کہ اولاً مجھکو امید نہین کہ وہ اصلاح دینگے کیونکہ وہ بہت بڑے اوستاد ہین اور مین محض مبتدی ہون - دوسرے اس غزل مین حسن و عشق کے مضامین ہین مجکو شرم آتی ہے کہ اونکو اس قسم کا کلام دکھاؤن - اسپر موج صاحب بولے کہ بھئی تم اون کے مزاج سے واقف نہین وہ ہرگز عذر نہ کرینگے - رہے عاشقانہ مضامین تو یہ فرضی باتین ہین - ان سے کوئی یہ نہ سمجھے گا کہ آپ فی الواقع کسی پر عاشق ہین - جب لوگ بے تکلف اس قسم کے اشعار کہتے ہین اور اصلاح لیتے ہین اور شاعرون مین پڑھتے ہین تو پھر آپ کے لیے کچھہ مضائقہ نہین - غرضکہ اونکی تحریک سے عین مشاعرے کے دن کہ ۱۲۹۶ھ ہجری کی پندرھوین شوال کی تھی مین حضرت شمشاد لکھنوی کی خدمت مین حاضر ہوا اور عرض کی کہ طرح مین مینے بھی غزل کہی ہے اصلاح کے لیے حاضر ہوا ہون - اونھون نے نہایت اخلاق کریمانہ

غزل طلب کی اور کمال شفقت سے اوسپر جا بجا اصلاح دی - بعد اصلاح مین نے تسلیم عرض کی اور خوش خوش واپس آیا - جب شام ہوئی مین جناب موج کے ہمراہ محفل مشاعرہ مین اپہونچا - آدمیون کی کثرت تھی - کچھ دیر بعد مشاعرہ شروع ہوا - اور واہ واہ کی صدائین بلند ہونے لگین - جب میری نوبت آئی اور حضرات سامعین نے داد دی تو مین پھولا نہ سمایا - اور لطف یہ کہ حضرت اوستاد نے ارشاد فرمایا کہ کہا بھی اچھا ہے اور پڑھتے بھی خوب ہین اس سے اور بھی دل بڑھگیا - جی مین کہا کہ اس سے بڑھکے دنیا مین کوئی چیز مزیدار نہین اور خوش خوش مشاعرے سے واپس آیا - اور دو ایک دن تک اسکا عجب سرور رہا - پھر یہ حالت رہی کہ کتب عربیہ کے درس و تدریس سے جب کچھ مہلت ملتی تو شعر گوئی کی طرف متوجہ ہوتا - ہفتے مین ایک آدہ غزل ضرور کہتا اور اصلاح لیتا - حضرت اوستاد جو کچھ فوائد ارشاد فرماتے محفوظ وا نظر کر لیتا - اور فن شاعری کے متعلق جو کتاب نظر سے گذرتی اوسکو بالاستیعاب دیکھ جاتا - اوس زمانے مین جس قدر مین نے محنت کی ہے میرا ہی دل جانتا ہے اور لطف یہ کہ حضرت[لہ] شمشاد سے مینے فارسی بھی شروع کر دی - سہ نثر ظہوری - قصائد عرفی - قصائد خاقانی - حدائق البلاغت اون سے پڑھنے کا اتفاق ہوا - غرضکہ عربی فارسی کی تحصیل مین نظم و نثر اردو کی مشق مین ہمہ تن مصروف ہوگیا - اکثر بارہ بجے رات تک اور کبھی دو ایک بجے تک کتابین دیکھا کرتا - دماغ سوزی کیا کرتا - اللہ دے بندہ رے - ادھر اوستاد کی شفقت اوپر اپنی محنت دن دونی رات چوگنی ترقی ہونے لگی - اور اب جب غزل کہتا تو طبیعت کو نہایت زور دیتا - اور حتی الوسع خود پست مضامین سست ترکیب الفاظ حشو کو دور کر دیتا -

لہ حضرت شمشاد ویسے مدرسہ شمس رحمت کے مدرس تھے اب بجائے مولنا مفتی رحمت اللہ مرحوم وہان کے صدر مدرس ہین - فارسی اور فن عروض مین بہت دخل رکھتے ہین عربی مین بھی اچھی استعداد رکھتے ہین شعر و سخن مین جناب علی لکھنوی مرحوم و جناب آسی سکندر پوری کے شاگرد ہین - بلند پروازی اور نازک خیالی مین ممتاز زمانہ ہین - اردو مین دو دیوان تیار ہو چکے ہین پہلا دیوان چھپ چکا ہے - دونون کے علاوہ اونکی کتابین بھی اکثر لغات سے ہین - حدائق البلاغۃ کا حاشیہ جسکا نام مہر تاباں ہے اصل کتاب کے ساتھ چھپ چکا ہے - معیار الاشعار کے حاشیے اور مجموعے مین جو کچھ لکھا ہے وہ قابل دید ہے - ہندوستان مین آپ کے تلامذہ کثرت سے ہین - حضور والی ننگر دل دام اقبالہ آپ کے بہت بڑے قدردان ہین - اکثر طلب فرما کر خلعت فاخرہ سے ممتاز فرماتے ہین ۱۲ منہ

پھر حضرت اوستاد سے اصلاح لیتا۔ مشاعرہ مذکورہ کے دو تین مہینے بعد جناب مولوی
عبد الصمد صاحب صمد وکیل غازی پور نے یہ طرح کی ع آباد کبھی گوشۂ ویرانۂ دل تھا
مین نے بھی اس زمین مین غزل کہی اور شریک مشاعرہ ہوا۔ اور یہ اشعار پڑھے۔

غزل

وہ پردہ نشین جلوہ گرِ خانۂ دل تھا — آباد کبھی گوشۂ ویرانۂ دل تھا
دم بھر نہ شبِ وصل زبان اپنی ہوئی بند — کچھ اپنی کہانی تھی کچھ افسانۂ دل تھا
کیونکر نہ اوبلتا مین سرِ محفلِ جانان — لبریز مئ عشق سے پیمانۂ دل تھا
سمجھے تھے جسے شمع شبِ افروزہ تم تھے — جو جان سے تھا صدقے وہ پروانۂ دل تھا
آنکھون مین بھر آئے کسی بیدید کے آنسو — پُر درد یہانتک مرا افسانۂ دل تھا
جو بات کہی تمنے وہ پتھر سے تھی بھاری — توڑا جسے وہ گوہرِ یکدانۂ دل تھا

کیون چار طرف شوق پریشان رہا تم
مطلوب تو رونق دہِ کاشانۂ دل تھا

اس غزل کے بعض بعض اشعار پر حضرت اوستاد تو صاد کر ہی چکے تھے۔ مشاعرے والون
بھی نہایت داد دی۔ اس مشاعرے کے بعد ایک مدت تک وہان مشاعرہ موقوف
میرا شوق تو بڑھا ہوا تھا باوجود مسافرت محلہ چہل ستون مین مین نے خود مشاعرے کر
شروع کیے۔ وہان کے حضرات کرم فرماتے اور شریک مشاعرہ ہوتے میرے اہتمام سے
جو پہلا مشاعرہ ہوا اوسکی طرح یہ تھی ع ذرا انصاف او صیاد کرنا۔ مین نے اس زمین
مین جو عاشقانہ غزل لکھی ہے وہ قابل ملاحظہ ہے۔

غزل

کچھ اگلے عہد و پیمان یاد کرنا — پھر اے بیدادگر بیداد کرنا
تمھارے ہی تصور کا یہ گھر ہے — سمجھ کر دل مرا برباد کرنا
برنگِ غنچہ گو صد چاک ہے دل — نہین آتا مگر فریاد کرنا
شبِ ہجر اے خیالِ دلربا تو — تسلی دلِ ناشاد کرنا
رہے کچھ دیر تک دیدار قاتل — کمی اے خنجر فولاد کرنا
یہ گستاخی معاف اے بندہ پرور — کہان سیکھا ہے یہ بیداد کرنا

لب نے سیکھے ہے ہم دلبلون سے
ہجوم درد مین فریاد کرنا

رہے گلزار مین تو ہم قفس مین
ذرا انصاف او صیاد کرنا

ہمین بھی یاد کر لینا پس مرگ
جو غیرون پر کوئی بیداد کرنا

چلے آنا سوے ویرانۂ دل
جو ہو منظور اسے آباد کرنا

مزاج اونکا بہت نازک ہے اے شوق
سمجھکر نالہ و فریاد کرنا

کچھ دنون بعد ایک صاحب خبر لائے کہ لکھنؤ مین یہ سخت طرح ہوئی ہے ع زمین شعر مین کرتے ہین ہم تعمیر پتھر کی - پتھر کی ردیف ہے اور تعمیر قافیہ - مین نے یہ سنکے طبیعت آزمائی کی اور بفضلہ اس زمین مین پچیس شعر کہہ ڈالے - پھر پتھر کی ردیف بدلکے لوہے اور چاندی - اور سونے کی ردیف مین بھی غزلین کہہ ڈالین - اونمین سے چند اشعار چھانٹ کے باقی ہدیۂ ناظرین ہین - ملاحظہ فرمائین کہ غزل گوئی کا پہلا یا دوسرا سال ہے - پھر بھی اشہب قلم نے اس سنگلاخ زمین کو کس گرم جولانی کے ساتھ طے کیا ہے

غزل

ہوا جب جلکے سرمہ رہ گئی توقیر پتھر کی
کیا چشم بتان مین گھر زہے تقدیر پتھر کی

کیا کہسار مین جب نالۂ خارا شکن مین نے
سلین اڑ اڑ گئین صدمے سے دو دو ڈھیر پتھر کی

ہوئے آویزۂ گوش بتان یاقوت کے بندے
خدا کی شان ہے چمکی عجب تقدیر پتھر کی

گریگا قصر تن جب ایکدن سنگ حوادث سے
عمارت شوق کرتے ہو کیون تعمیر پتھر کی

مٹائے نقش جور او بت کی لوح دل سے آنکھون نے
تعجب ہے کہ پانی سے مٹی تحریر پتھر کی

نہ سمجھا کوہکن بربادی یکتائی شیرین
تراشی بیستون پر جابجا تصویر پتھر کی

دھوئین اسکے اڑا دے آہ سینے سے اگر مجنون
جو ہو سقف فلک بالفرض والتقدیر پتھر کی

صدا آئینہ بھی اے کوہکن دھوتا کیون
ہو مین تجکو نہلا ئیگی جوئے شیر پتھر کی

نہایت کاوش دل سے جو مین نے یہ غزل لکھی
زمین شعر مین اے شوق کی تعمیر پتھر کی

ترے دروازے مین ہر اے پری زنجیر لوہے کی
کرین کیونکر نہ دیوانے تری توقیر لوہے کی

دلِ شوریدہ کی تدبیر پہلے چارہ گر کر لے
پنہا پھر دست و پا میں سنکڑی زنجیر ہوے

بنایا غیرتِ مجنوں مجھے لیلاے گیسو نے
نہ ہو کیوں دست و پا میں سنکڑی زنجیر لوہے

پڑا آئینۂ فولاد میں عکسِ رُخِ خود بیں
دلِ روشن سے میرے بڑھ گئی توقیر لوہے کی

بہار آتے قفس سے ہم پہونچ جائینگے گلشن میں
پھڑک کر تیلیاں توڑینگے بے تاخیر لوہے کی

مرا تو ہا عدوے سنگدل نے جان سے مانا
جو دیکھی دیدۂ انصاف سے تحریر لوہے کی

مرا جوہر بھی دیکھیں شوق جو ارباب بینش ہیں
بدل دیتا ہوں میں چاندی سے اب تقریر لوہے کی

ہوئی زیبِ گلو اوس شوخ نے زنجیر چاندی کی
ہوئی کندن سے بھی بڑھ کر کہیں توقیر چاندی کی

یہاں تک محو اے قاتل ہوے شوقِ شہادت میں
کہ ہم سمجھے ہلالِ عید کو شمشیر چاندی کی

تجھے ایسا حسین اے سیمتن پایا کہ ہم سمجھے
ڈھلی ہے نور کے سانچے میں یہ تصویر چاندی کی

پسندِ دل ہوئی ہے جب حسینوں کو پے زیور
قیامت تک رہیگی عزت و توقیر چاندی کی

بلا یہ نسخۂ نایاب حالِ کیمیا گر سے
رہا مفلس جسے ہے حرص دامنگیر چاندی کی

مجھے دل سے بتانِ سیمتن کی کیوں نہ ہو خواہش
محبت ایک عالم کو ہی دامنگیر چاندی کی

بڑھاؤ قدر و قیمت اور سونے کی غزل لکھ کر
بہت اے شوق باتیں کر چکے تحریر چاندی کی

نہیں کچھ قدر پیشِ صاحبِ اکسیر سونے کی
ہنر کے آگے مثلِ خاک ہے توقیر سونے کی

سنہرا گوکھرو اوس شوخ نے کنٹھے میں ٹانکا ہے
نہیں دیکھی ہو جس نے دیکھ لے شمشیر سونے کی

ہوا ہمرنگ اسکا چہرۂ عشاق زردی میں
عجب کیا اب حسینوں میں بھی ہو تحقیر سونے کی

سمجھ کر شعلہ کو زر شمع پر تو چوٹ کرتا ہے
تجھے بھی پھونک دیگی حرص اے گلگیر سونے کی

سنہری رنگ کا تیرے پڑا پرتو جو پانی پر
اوٹھی جو موج دم میں بنگئی زنجیر سونے کی

ہوے وابستہ دونوں فرقِ عشق و حسن ہے اتنا
مری کڑیاں ہیں لوہے کی تری زنجیر سونے کی

سنہرے رنگ کا اوسکے جو وصف اے شوق لکھا ہے
مرے ہر صفحۂ دیوان میں ہے تحریر سونے کی

جب میں یہ غزلیں کہہ چکا تو دیوان ناسخ میں پانچ شعر کی ایک غزل نکل پڑی جسکا مطلع یہ
ہے ہر چند کہ ممکن ہی نہیں کان کے موتی + دیکھے ہیں مگر ہم نے ترے کان کے موتی +

جی مین آیا کہ اِس زمین مین بھی غزل کہنا چاہیے کہ سونے مین سہاگا ہو جاے آخر یہ غزل لکھی

غزل

ای غیرتِ انجم ہین یہ کس شان کے موتی
ہین عرش کے تارے کہ ترے کان کے موتی

دندانِ مصفا ترے ہنسنے مین جو چمکے
ہنس او ترے ہو وارے انھین جان کے موتی

آنسو ہین رواں آنکھون سے ہین یا و نہین چھپائے
دریا کے وہ ہین یہ ہین بیابان کے موتی

ہم سمجھے کہ پہلو مین ہے یہ خورشید پروین
چمکے جو شبِ وصل ترے کان کے موتی

ہر شعر جو ہے گوہرِ مضمون سے مرصع
تلتے ہین ثمن مین مرے دیوان کے موتی

سنتے ہین وہ جی سے مرے اشعارِ گہربار
تقدیر یہ چمکی کہ بنے کان کے موتی

دریاے سخن مین ہین گہر اور خزف بھی
شوق آج نکالے ہین مگر چھان کے موتی

اوس زمانے مین ایک دن شاعر ہمایہ کلیم جناب منشی امیر اللہ صاحب تسلیم[1] لکھنوی کی مثنوی شامِ غریبان نظر سے گذری جسکو دیکھکر دل لوٹ پوٹ ہو گیا حضرت شمشاد کے شاگردون مین سے جناب منشی سالک رام صاحب سالک ساکن قصبہ گروار ضلع بلیا - اون دنون فیض آباد مین مقیم تھے مجھے اور اون سے کمال اتحاد تھا مین نے اون سے اوس مثنوی کی تعریف کی - اونھون نے کہا کہ تسلیم کا کلیات بھی چھپ گیا ہے - اور میرے پاس ہے وہ بھی قابل دید ہے - مین نے کمال شوق سے وہ کلیات اون سے لیا - اور سیر کی - شعر کہتے کہتے مزاج عاشقانہ ہو گیا تھا - طبیعت کو پر درد اشعار سے عشق تھا وہ کلیات دیکھکر مین بے اختیار ہو گیا حضرت تسلیم کی شاگردی کا بھی سودا ہوا - اون دنون

[1] حضرت تسلیم جناب نسیم دہلوی مرحوم کے ارشد تلامذہ سے ہین - شاعری مین جو انکا پایہ ہے وہ ایک عالم جانتا ہے - نالۂ تسلیم - شامِ غریبان - صبحِ خندان - تاریخ مبیع - دل و جان - یہ سب لاجواب مثنویان اور دیوان انکی تالیفات سے ہین جنمین اکثر چھپکر شائع ہو چکی ہین - فی الحال ایک ضخیم مثنوی لکھ رہے ہین - چند سال سے ریاست رامپور مین مختلف عہدون پر مامور ہین لکھنؤ محلہ محمود نگر مین انکا مکان ہے دو دفعہ رامپور مین اور ایک دفعہ لکھنؤ مین مجکو ملازمت حاصل ہوئی ہے - ایسا انکسار و اخلاق کا کوئی آدمی آجتک میری نظر سے نہین گزرا ۱۲ منہ سنہ - اس مثنوی کی بحر مین مولف نے بھی ایک مثنوی لکھی ہے جسکا نام سوز و گداز رکھا ہے - ابھی چھپی نہین قابل دید ہے عنقریب چھپکر نظر افروز ہوتی ہے ۱۲ منہ

جناب موصوف رامپور میں خلد آشیان والی رامپور کے یہان متعلق تھے۔ پتا دریافت
کرکے اونکی خدمت مین بھی چند غزلین اصلاح کے لیے بھیجین۔ آخر وہان سے بھی
اصلاح ہو کر آگئیں۔ اوسروز سے اس فن مین میرے دونون حضرات اوستاد ٹھہرے گر
صحبت فیض زیادہ تر مجھے حضرت شمشاد کی نصیب رہی۔ اور اونکی مجھپر کچھ ایسی عنایت
خاص تھی کہ بارہا خلعت نیابت سے سرفراز فرمایا۔ جب کبھی کہین تشریف لیجاتے تو
کے طلبہ کی تعلیم میرے ہی سپرد کرجاتے۔ اور لوگون کا حسن ظن کچھ ایسا میرے ساتھ ہو
ہوا تھا کہ بارہا بعض تلامذہ اوستاد نے اولاً مجھی کو دوستانہ کلام اپنا دکھایا۔ پھر حضرت
اوستاد سے اصلاح لی۔ تقدیر ہمیشہ زبان حال سے کہتی تھی کہ ابھی تو تمکو جانشینی اوستاد
مبارک ہو۔ کچھ دنون بعد دیکھنا تم کہان سے کہان پہونچتے ہو۔ المختصر غازی پور میں عجب
عجب جلسے رہے جنکا سمان آنکھون مین پھر رہا ہے۔ جب سنہ ۱۳۰۰ھ نے اپنا جلوہ دکھایا
تو جناب خالو شیخ بشارت علی عرف شیخ بودہا ای صاحب صالح پوری بن شیخ منگا مرحوم
بن شیخ پیر علی مرحوم کی بڑی لڑکی سے جمادی الآخرہ کی بارھوین تاریخ شب جمعہ کو
میری شادی ہوئی جسکی تاریخ شمس العلما جناب مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی
نور اللہ مرقدہ نے یون ارشاد فرمائی۔

مشفقی مولوی ظہیر احسن	کتخدا گشت چون بفضل خدا
سال تاریخ شد بروے جمیل	از دواج ظہیر احسن ماہ

جناب مولانا مرحوم کے دو دیوان فارسی ہین۔ اور دونون چھپ گئے ہین۔ تاریخ
تاریخ دیوان اول موسوم بہ قسطاس البلاغۃ کے صفحہ ۲۹۰ مین درج ہے۔
شادی کے بعد یہ قصد ہوا کہ اب لکھنؤ چل کے تحصیل علم کیجئے اور وہان کی بہار لوٹیے
یہ قصد کرکے مین نیمی سے غازی پور پہونچا۔ اور دو چار روز رہ کے وہان سے رخصت ہوا
احباب غازی پور گنگا کنارے تک پہونچانے آئے۔ برسات کا زمانہ تھا۔ ادہر مینہ
کی جھڑی بندھی ادھر درد جدائی سے دل بھر آیا ؎ ابری بارد و من میشوم از یار جدا
من جدا گریہ کنان ابر جدا یار جدا ٭ المختصر جونہی وہان سے بیڑا پار ہوا۔ اور ریل
پر سوار ہوا۔ رمضان پور علاقہ بہار کے رہنے والے مولوی محمد ابراہیم صاحب ساتھ
دو دن آدمی خدا خدا کرکے لکھنؤ پہونچے۔ شب بھر وہان رکے اور کل اسباب آگئے

سپرد کرکے مین پھر ریل گاڑی مین سوار ہوا۔ اور سنبھل مراد آباد ہوتا ہوا رامپور پہونچا اور حضرت اوستاذی جناب تسلیم کی ملازمت سے مشرف ہوا۔ ہفتہ عشرہ وہان رہکے مراجعت کی۔ ایک زمانے سے جامع شریعت غرا مجمع طریقت بیضا مخزن عرفان معدن ایقان حضرت سیدنا مولانا فضل رحمٰن مدظلہ کی قدمبوسی کی تمنا تھی۔ سندیلہ مین ریلگاڑی سے اوتر گیا اور وہان سے قصبہ گنج مراد آباد پہونچا۔ زیارت سے مشرف ہوکر حضرت اقدس کے دست مبارک پر بیعت کی۔ پھر وہان سے مین لکھنؤ پہونچا۔ اور زبدۃ المحدثین عمدۃ المحققین حضرت مولانا ابو الحسنات محمد عبد الحی فرنگی محلی نور اللہ مرقدہ کے حلقہ تعلیم مین قراءۃً وسماعۃً علوم عربیہ کی تکمیل کرنے لگا اور طب مین عمدۃ الاطبا جناب حکیم سید باقر حسین دام فیضہ ساکن محلہ پاٹا نالہ سے رجوع کی۔ چار پانچ برس وہان رہا عجب عجب صحبتین رہین۔ طرح طرح کے معرکے رہے۔ مین پوربی اور لکھنؤ ایسا شہر۔ مگر خدا کی کچھ ایسی عنایت رہی کہ مین جس مشاعرے مین پہونچتا۔ اپنا رنگ جما دیتا۔ ایک دفعہ جناب فصاحت لکھنوی کے کسی شاگرد نے بڑی دھوم دھام کا مشاعرہ کیا تھا۔ بڑے بڑے نامی اساتذہ شریک تھے۔ "خندان کا ایمان کا" کی زمین تھی حسن اتفاق سے اس زمین مین میری غزل لکھی ہوئی تھی۔ مین جناب نثار مہتمم پیام یار کے ساتھ وہان پہونچا۔ اور یہ اشعار پڑھے۔

غزل

...ان مین ایکدن ڈنکا بجیگا جوش ایمان کا
ہے الا اللہ آوازہ مرے چاک گریبان کا

ورق مجکو جو ہاتھ آجائے خورشید درخشان کا
تو لکھون وصف روئے پاک کچھ محبوب یزدان کا

کوئی پیغام لائی ہے مفرح حور و غلمان کا
نسیم خلد رستا پوچھتی ہے کوئے جانان کا

خیال تن نہ پھر آیا جو نکلی روح قالب سے
رہا ہو کر نہ دیکھا خواب بھی یوسف نے زندان کا

...لی دل کی بھڑک اوٹھی دہن تک شعلے آپہونچے
مرا جو دم ہے رشتہ ہے چراغ دل پنہان کا

جنون کیونکر غبار دشت کا ممنون وحشت مین
جہان کپڑے بچھے اپنے تن عریان زمین ڈھکے

...ن کا داغ زمین کھینچیگا مگر نقشہ
ورق سادہ پڑا ہے آجتک مہر درخشان کا

...ے زخم جگر بام مداوا اشک کے سینے مین
دکھائی آنکھ نشتر نے جب آیا ذکر طوفان کا

...ن پہ دل سے مستی کیا کروگے تم تنیلم کو
کروگے پان کھا کر خون کیا لعل بدخشان کا

تجسس کر رہے ہین وہ مجھے کیسی ندامت ہو
وہ محرومِ مداوا ہون گلِ صد چاک کی صورت

گری بجلی غضب کی پرتوِ رخسار روشن سے
ہزارون بلبلین کیون دامنِ گلچین سے لپٹی ہین

خیالِ دشت گردی گو زمین طرفہ تماشا ہے
وہان جوشِ جنون مین آجکل سرگرمِ جولان ہون

بسر کرتا ہون مثلِ نخلِ شعلہ باغِ عالم مین
خدا جانے کہان دستِ جنون نے پھاڑ کر پھینکا

کسی پردہ نشین کے عشق مین کپڑے جو پھاڑے ہین
عجب شاداب ہین لاکھون گلِ زخم اپنے سینے مین

وہ پتلا نور کا کچھ دن رہے آیا جو کوٹھے پر
ہزارون غولِ صحرائی ہین مجھ وحشی کی تربت پر

برنگِ قدِ شعلہ پیرہن سے عار ہے مجھکو
توقع نفع کی بیسود ہے اربابِ رفعت سے

فروغ اسکی نہ قسمت مین نہ صبح اسکے مقدر مین

کوئی ٹکڑا نکل آئے اگر سینے مین پیکان کا
نہ دیکھا منہ کبھی زخمِ جگر نے میرے درمان کا

جو اوس پردہ نشین نے روزنِ دیوار سے جھانکا
چراغ کر کے جلا ہے کیا کوئی پتا گلستان کا

کفن شاید ملا ہے مجھکو دامانِ بیابان کا
کہ ہے یہ آسمان بھی اک بگولا اس بیابان کا

نہ بے برگی کا مین شاکی ستائش گر نہ سامان کا
گریبان کا پتا پایا نشان ابتک دامان کا

تو چلمن کی طرح عالم ہے ہر چاکِ گریبان کا
نہالِ دل مرا سینچا ہوا ہے آبِ پیکان کا

تو دامانِ افق مین شرم سے مریخ نے منہ ڈھانکا
دکھایا جذبۂ وحشت نے اک عالم چراغان کا

نہ دامن کا پشیمان ہین نہ شرمندہ گریبان کا
ملا ہے کسکو دانہ خرمنِ ماہِ درخشان کا

مگر روزِ سیہ میرا ہے اخترِ شامِ ہجران کا

ہوئے اربابِ محفل خوش خدا نے آبرو رکھلی
کہ تھا شوق امتحان اسدم تری طبعِ سخندان کا

حسنِ اتفاق سے یہ غزل اوس مشاعرے مین ایسی پھولی پھلی کہ اسکے آگے کسی کا رنگ ہی نہ جما۔ بعد ختمِ مشاعرہ بھی لوگ اسکے مداح رہے اور جناب شیخ محمد جان صاحب شاد لکھنوی نے توصاف فرما دیا کہ یہ مشاعرہ آپ ہی کے ہاتھ رہا۔ اوس روز سے دان کے نامی شعرا بھی مجھکو قدر کی نظر سے دیکھنے لگے۔

اوسی زمانے مین شمس العلما جناب مولانا[1] محمد سعید حسرت قدس سرہ کی خدمت بابرکت مین لکھنو سے یہ چند غزلین مین نے بھیجین جنکی رسید مین حضرت مولانا نے عجب عزت افزائی فرمائی۔

[1] جناب مولانا اعاظم علما و مشاہیر فضلا سے تھے جوبلی کی تقریب مین سرکار انگلشیہ سے آپکو شمس العلما کا خطاب عطا ہوا۔ ۳ شعبان شب جمعہ کو ۱۳۱۱ھ مین آپکا وصال ہوا۔ آپکے دو دیوان فارسی مین چھپکر شائع ہو چکے ہین

غزلیات مرسلہ

تمھاری بیوفائی سے ہمارا دم نکلنا تھا
کسیکو دیکھ کر قابو سے کب اپنا دل نکلنا تھا
کہاں تک آنسوؤں کو ضبط کرتے تیری فرقت میں
تمھارا جی بہلتا اور میری روح خوش ہوتی
مرے ہوتے ابھی ناحق گئے تم سیر گلشن کو
مرے آگے نہ کیوں وہ گرمجوشی غیر سے کرتے
بُرا یا وہ بھلا تمھیں کہونگا سنگدل انکو
عدو کے سینے پر ہاتھ آپنے کس پیار سے رکھا
حسینوں کو عبث تھا ناز اتنا اپنے جوبن پر
شب فرقت جو میں نے سرد آہیں بھولکر کھینچیں
نہ کیوں وہ غیر کو ہمراہ لاتے میرے بالیں پر
رقیبوں پر بھی انکو ہو گیا درد نہاں ظاہر
نہ کیوں دل میں لگاتا آگ عشق کاکل پیچاں
جنازہ آج نکلا تھا ترے عاشق کا اے ظالم

پشیمان ہو کے پھر تمکو کف افسوس ملنا تھا
بلا سے چوٹ کھائی تھی سر محفل سنبھلنا تھا
مقدر میں تو چاہ خشک سے دریا ابلنا تھا
کبھی تو میری تربت پر تمھیں آکر ٹہلنا تھا
دل پُر داغ میں آتے اگر تمکو بہلنا تھا
کہ مجھکو انکی محفل میں برنگ شمع جلنا تھا
نہیں تو میری آہِ گرم سے آخر پگھلنا تھا
دل بیتاب کی قسمت میں دردو ہاتھ اچھلنا تھا
انھیں جب دو ہی دن میں دوپہر کیطرح ڈھلنا تھا
ندامت مجھکو ہوتی تھی تمھارا جی دہلنا تھا
کسی کی جان جاتی تھی کسی کا دم نکلنا تھا
تمھیں کچھ ضبط کرنا تھا نہ یوں مجمع میں جلنا تھا
ہماری آرزوؤں کو دھواں بنکر نکلنا تھا
تمھیں مہندی لگانا یا بسنتی بوٹ چلنا تھا

سر محفل کہیں اے شوق تم نے راز کی باتیں
شراب معرفت پی کر یوں تمکو ابلنا تھا

کیوں پریشان ہوا جان کھلے سر کیوں ہو
ستم و جور کی فریاد سے ہم درگذرے
میں نے مانا کہ یہ بیتاب رہا کرتا ہے
اور بھی روح پریشان ہوئی جاتی ہے
سینے پر ہاتھ جو رکھدو تو ابھی ہو تسکین دل
اے حسرت جذبہ دل اور ٹھہر جا دم بھر
دل دکھا دیتی ہیں آہیں تو خطا یار کی ہے

غیر کا حال ہے کیا غیر مکدر کیوں ہو
ایسے گھبرائے ہوئے تم سر محشر کیوں ہو
پھیر دو مجھکو مرا دل تمھیں دوبھر کیوں ہو
بال بکھرائے کھڑے میری لحد پر کیوں ہو
تم علاج دل بیتاب میں ششدر کیوں ہو
شرم آتی ہے کہ بے پردہ باہر کیوں ہو
تمھیں انصاف سے سوچو کہ ستمگر کیوں ہو

آج کچھ اور ہی سامان نظر آتے ہیں
دل دھڑکتا ہے کہ بدلے ہوئے تیور کیوں ہیں

رنگ چہرے کا تو کچھ اور کہے دیتا ہے
سچ کہو شوق پریشان سراسیمہ کیوں ہو

یاد مژگان جو غمزہ بھر نہ گئی
خانۂ دل کو چھوڑ کر نہ گئی
جبکہ تھا یہ ہجوم درد و الم
کسکا پاس ادب یہ تھا اے آہ
تھا پس مرگ ضعف کا یہ اثر
اس دل حسن دوست کا ہو برا
پھول جوڑے میں تمنے تو رکھا
ہاتھا پائی کی تو نہیں ابھی
تم تو پہلو میں رات بیٹھے تھے
خاک چھنوائی اس تمنا نے

جیتے جی کاوش جگر نہ گئی
کبھی حسرت ادھر ادھر نہ گئی
آرزو دل میں دب کے مر نہ گئی
آسمان سے جو تو ادھر نہ گئی
کہ مری یار تک خبر نہ گئی
بو کسی دید غمزہ بھر نہ گئی
اب سنبھالو کمر دگر نہ گئی
دیکھو زلف رسا بکھر نہ گئی
بدگمانی کدھر کدھر نہ گئی
مجھے پہلے ہی کیون یہ مر نہ گئی

عرش ہی کو ہلا دیا تو کیا
یار تک آہ شوق اگر نہ گئی

خبر ہے ڈھونڈھنے والو وہ کس منزل میں رہتے ہیں
جو پامال اسکو کرتے ہو کرو لیکن سمجھ رکھو
نقاب اولٹو کہیں جھگڑا نہ چکے گبر و مسلمان کا
دھڑکتا ہے کلیجا بدگمانی بڑھتی جاتی ہے
اگر کچھ جھوٹ سمجھے ہو شب فرقت کی کیفیت
جو رکھتے ہو ارادے وہ چھپین گے کب چھپائے
شب غم چین آتا ہے نہ دم اپنا نکلتا ہے
یہ کچھ اچھا نہیں اے درد اوٹھنا بیٹھنا تیرا
اگر ایفا نہ کرنا ہو تو یوں نہیں جھوٹ سچ کہدو
تصور بھی تمھارے اے صنم پردہ نشیں نکلے

سراپا آرزو بنکر کسی کے دل میں رہتے ہیں
تمھارے ہی تو ارمان آجکل اس دل میں رہتے ہیں
کہ اک مدت سے یہ جنگ حق و باطل میں رہتے ہیں
سنا ہے آجکل وہ غیر کی محفل میں رہتے ہیں
تم اپنی یاد سے پوچھو کہ کس مشکل میں رہتے ہیں
کہ ہم یاد عدو بنکر تمھارے دل میں رہتے ہیں
تمھارے وعدۂ دیدار سے مشکل میں رہتے ہیں
لحاظ اسکا نہیں تجکو کہ وہ اس دل میں رہتے ہیں
کہ لاکھوں لطف پھر بھی وعدۂ باطل میں رہتے ہیں
جو تم آنکھوں میں رہتے ہو تو ہم بھی دل میں رہتے ہیں

لب معشوق کی صورت دہان زخم نے چوسا — مزے کیا کیا زبانِ خنجر قاتل میں رہتے ہیں
تمنائے شہادت اس سے بڑھکر اور کیا ہوگی — کہ ہم اکثر لہو بنکر رگِ بسمل میں رہتے ہیں
جنہیں سب پتلیاں سمجھے ہیں وہ تو عکس ہیں اونکے — کہ آنکھوں میں بھی آجاتے ہیں گو وہ دلمیں رہتے ہیں
جو آنکھوں سے ہوا کرتی ہیں باتیں غیر کیا سمجھیں — اشارے میرے اور اون کے بھری محفل میں رہتے ہیں
سمجھتے ہیں یہی دل میں جو جلتے ہیں یہ پروانے — کہ نورِ شمع کے پردے میں وہ محفل میں رہتے ہیں
پتا ہمسے کبھی اغیار و غیریں گو لاکھ ڈھونڈھینگے — کہ مدت سے وہ اک خلوت سرائے دل میں رہتے ہیں
عبث اے شوق تم بے سمجھے بوجھے آہ کر بیٹھے — تمہیں دیکھو وہ بیتابی سے کس مشکل میں رہتے ہیں

حضرت مولانا قدس سرہ نے ان غزلوں کی رسید میں مجکو اس نامہ سے سرفراز فرمایا۔

خط

یگانۂ زمن بلبل نغمہ سرائے شعر و سخن سلمہ اللہ ذوالمنن

پس از سلام مسنون الاسلام داعیہ و دافیہ حصول مقصد و مرام واضح ضمیر محبت ارتسام باد کہ نامۂ محبت طراز و رقیمہ دل از غم پرداز با غزلہائے آبدار در تنار بتاریخ چہارم ربیع الآخر روز شنبہ گوی گریبان ورود گردیدہ۔ دیدہ را نور و سینہ را سرور بخشیدہ ذوقیکہ بدیدن کلام حلاوت انضمام آن عزیز نصیب این مستہام گردید خارج از شرح و بیان و بیرون از احاطہ تقریر قلم دو زبان است۔ بندہ ہر چند از کوچۂ اشعار اردو نابلد ہستم لیکن این قدر میتوانم گفت کہ لطف زبان و ادا بندی و ناز کخیالی و تلاش مضامین ہمہ درین اشعار فراہم آمدہ آفرین بر طبع وقاد و ذہن نقاد آن صاحب استعداد خداداد باد کہ درین کم عمری چندین علوم و فنون حاصل کردند و آنچہ در بارۂ دیوان پریشان فقیر نوشتہ اند مقتضائے محبت ایشان است بالجملہ تمنائے راقم ہمین است کہ آن دیوان از اول تا آخر از نظر آن عزیز بگزرد۔ و ای برجان سخن گر بسخندان نرسد۔ و این خط از کمال ضعف خاطر بآن عزیز بدست خود نوشتہ ام فقط

اسوقت تک میری شاعری صرف غازی پور اور لکھنؤ تک کی محدود تھی۔ اور تو اور دو ایک کے سوا وطن کے حضرات بھی واقف نہ تھے کہ اسکو شعر و سخن کا بھی مشغلہ ہے۔ سبب کیا کہ اسوقت تک نہ میرا کچھ کلام چھپا تھا اور نہ میں کسی کو کچھ سناتا تھا۔

تا مرد سخن نگفتہ باشد * عیب و ہنرش نہفتہ باشد * جب ۱۳۰۲ھ نے قدم رکھا
تو میرے حوصلے نے پاؤن نکالے - اُردو مین ایک پُر درد مثنوی لکھی جسکا تاریخی نام
نغمۂ راز ۱۳۰۲ھ رکھا - اور لکھنؤ مین چھپوائی - شایع ہونا تھا کہ ماہران فن نے ایسی دا
دی کہ بیان سے باہر ہے - اور اخبار والون نے ریویو مین وہ دھوم مچائی کہ سارے
ہندوستان مین اسکا ڈنکا بجگیا - شمس العلما مولانا حسرت عظیم آبادی نے اس خط سے
سرفراز فرمایا -

خط

ز قصد قلم از شوق چو نام تو نویسند
در پوست نگنجد چو سلام تو نویسند

یگانۂ زمن ماہر ہر علم و فن سلمہ اللہ ذو المنن - بعد اہدائے ہدیۂ سلام مسنون
اشتیاق لقای مسرت مشحون واضح ضمیر محبت مکنون باد کہ مثنوی نغمۂ راز سراپا سوز و گداز
طبع زاد آن عندلیب زمزمہ پرداز گلشن ناز و نیاز معشوقان طناز - و عاشقان جانبا
با نوشتۂ محبت سرشتہ ۲ ہم ذیقعدہ روز چہار شنبہ وقت عصر بسبیل ڈاک رسیدہ دامن نظا
را پُر از گلہائے رنگارنگ و جیب سمع را مملو از نغمہ ہائے خوش آہنگ گردانیدہ - دیروزان
مثنوی را از اول تا آخر دیدم و بسیار محظوظ گردیدم - از صفائے بندش و روانی الفا
و نزاکت معانی و لطافت مضامین ہرچہ باید دارد - معہذا درد کہ جان اشعار عاشقانہ ا
از ہر شعر آن مے بارد چنانچہ ہنگام دیدنش اشک از چشم بارید و این گہرہا نثار آن نظم
دلکش گردید للہ درکم ثم للہ درکم - بس ممنون الطاف آن عزیز شدم کہ بسیر این گلستان
ہمیشہ بہار درین موسم خزان بدستیاری ایشان بپائے نظر درآمدم ع اے وقت تو
خوش کہ وقت ما خوش کردی * از دو کلمۂ جواب این سطور پریشان مسرور خواہند نمو
زیادہ - زیادہ - محمد سعید عفی عنہ - ۱۱ - ذیقعدہ روز جمعہ ۱۳۰۲ھ ہجری

حضرات ناظرین یہ خط تو ملاحظہ فرما چکے - اسیطرح اور بھی خطوط ہین - جو تطویل لاطا
کے خیال سے نظرانداز کیے گئے -

اب نامی اخبارات کے اڈیٹرون کے ریویو ملاحظہ فرمائیے -

ہزار داستان حیدرآباد مطبوعہ

۲۱-اگست ۱۸۹۶ء

نغمۂ راز۔ یہ نادر اور دل پسند مثنوی جسکا ہر مصرع نشتر دل ہے۔ دفتر پیام یار سے طبع ہوکر ہمارے پاس پہونچی ہے۔ بجز اول سے آخر تک اسکا مطالعہ کیا اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ اسکی عمدگی میں کوئی کلام نہیں۔ ناظرین اس گوہر بے بہا کو ہاتھ سے دینا اور اسکے خرید کرنے میں توجہ نہ کرنا آپ کی خوش نیتی اور علم دوست ہونے کی شان کے خلاف ہے۔ ایک نظر دیکھ لیجیے پھر ہمارے دعوے کو اگر پورا نہ پایئے تو اختیار ہے۔ ہر بھیجکر دفتر پیام یار لکھنؤ سے طلب فرمایئے۔ اسکے مصنف جناب مولوی محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی عظیم آبادی ہیں۔ جنکی لیاقت کا آج شہرا ہے۔ اور منشی محمد نثار حسین صاحب مالک پیام یار کے اہتمام سے قومی پریس لکھنؤ میں طبع ہوئی ہے۔ جو صاحب خریداری میں تامل فرمائیں گے ہاتھ ملتے رہجاینگے پھر کتاب ہاتھ نہ آیگی۔

مشیر قیصر لکھنؤ ۵-اکتوبر ۱۸۹۶ء

چند کتابیں ہمکو جناب منشی نثار حسین صاحب مہتمم پیام یار و مالک قومی پریس نے عنایت کی ہیں۔ انمیں ایک چھوٹی سی کتاب نغمۂ راز ہے جسکے مصنف جناب مولوی محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی عظیم آبادی ہیں۔ یہ مثنوی اردو زبان میں نہایت پاکیزہ خیالات کے ساتھ تصنیف ہوئی ہے جو بطور داستان کے ایک پُر درد قصۂ عاشقانہ ہے۔ مصنف کا مذاق شاعری نہایت اچھا ہے۔

شرف الاخبار بہار ۶-دسمبر ۱۸۹۶ء

نغمۂ راز۔ اس نام کی ایک مثنوی دفتر پیام یار لکھنؤ سے ہمارے اخبار کے دفتر میں موصول ہوئی ہے۔ ہمکو اس مثنوی کا طرز بیان نہایت پسند آیا ہے۔ ہم باشندگان صوبۂ بہار کی آنکھوں میں اگر اس مثنوی کی زیادہ قدر و قیمت ہو اور ان اضلاع میں اسکی بہت قدردانی کیجائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے۔ اسکے مصنف ہمارے ہمعصر و ہموطن مولوی محمد

ظہیر احسن صاحب شوق نیموی عظیم آبادی ہین - الحق کہ وطن کے سنبل و ریحان سے تر
دنیا مین اور کون سی چیز ہمارے دل اور دماغ اور آنکھون کے لیے زیادہ خوش آئ
اور خوشبودار اور خوشنما ہوگی - ہان باغ بہشت مین جو کچھ ہو - انتہے -

ان پرچون کے علاوہ اور اخبارون مین بھی اِس مثنوی کا حال چھپا تھا - مگر افسو
وہ سب پرچے تلف ہو گئے -

بہرکیف صاحب ہزار داستان نے جو یہ لکھا تھا کہ " جو صاحب خریداری مین تامل فرمائینگ
ہاتھ ملتے رہجائینگے - پھر کتاب ہاتھ نہ آئیگی - بہت صحیح نکلا کہ ہرچند پہلی دفعہ بارہ سو جلدی
چھپی تھین پھر بھی ہاتھون ہاتھ کل نسخے بک گئے - آخر کثرت شائقین دیکھ کر مین نے
نظر ثانی کی اور بعض مقام پر گھٹا بڑھا کے اوسکا رنگ اور ہی چمکا دیا - اور جناب نثار
پیام یار نے اوسکو دوبارہ چھاپا - اب طبع ثانی کے بہت کم نسخے رہ گئے ہین عجب نہین ک
عنقریب پھر چھپے -

اِس مثنوی نے یہانتک حُسن قبول پیدا کیا ہے کہ بعض تالیفات مین اسکی بحر تک کی مثال
دیگئی ہے - چنانچہ لکھنؤ کے نامی شاعر جناب خورشید اپنے رسالہ افادات مین بحور
مثنوی کے بیان مین لکھتے ہین کہ " دوسرے بحر رمل مسدس مجنون محذوف فاعلاتن فعلاتن
فعلن بحرکت عین جسمین مثنوی نغمۂ راز وغیرہ ہے " المختصر خدا کے فضل سے ہندوستان
مین نغمۂ راز کا طوطی بولتا ہے وَ نِعْمَ مَا قِیْلَ ع قبول خاطر و حُسنِ سخن خداداد است -

بہرکیف جب میری مثنوی نغمۂ راز پہلی دفعہ چھپی اور ملک نے قدردانی کی تو مین نے
رسالہ ازاحۃ الاغلاط کو چھپوایا - یہ رسالہ عربی و فارسی کے غلط الفاظ کی تحقیقات
مین ہے جسمین سند کے سیکڑون شعر درج ہین - برسون اسکی تالیف مین مین نے
محنت شاقہ اوٹھائی ہے - ہینون دماغ سوزی و دیدہ ریزی کی ہے - الحمد للہ کہ
میری محنت ٹھکانے لگی کہ ایک عالم نے جان و دل سے پسند کیا - اکثر اخبار والون نے
اِس کتاب پر ریویو لکھا تھا - مگر افسوس کہ دو ایک کے سوا اُنکے پرچے بھی تلف ہوگئے -
پھول نہین تو پنکھڑی ہی - جو پرچے بہم پہونچے اونھین کی نقل کیجاتی ہے -

آرہ گزٹ - مطبوعہ ۹ - دسمبر ۱۸۹۶ء

ازاحۃ الاغلاط - یہ رسالہ جناب مولوی محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی عظیم آبادی

حال وارد لکھنو کا تالیف کیا ہوا جناب منشی محمد نثار حسین صاحب مہتمم پیام یار کے قومی پریس کا
بہت واضح اور خوشخط چھپا ہوا ہم تک بھی پہونچا۔ یہ رسالہ صحت اغلاط و تحقیق الفاظ عربی و فارسی
مین ایک بے مثل رسالہ ہے۔ ہم کہہ سکتے ہین کہ بعد بہار عجم کے متعدد مثالون کا ذخیرہ اس
رسالے کے سوا کسی کتاب مصطلحات مین کم پایا جائے گا۔ افسوس جب فارسی کا رواج اُٹھ گیا
تو یہ رسالہ تالیف ہوا۔ ورنہ مولف کی محنت کی پوری داد ملتی۔ مگر اب بھی اردو زبان کے فصحا
اسکو عزیز سمجھ سکتے ہین۔ اور اسکی محنت کی تھوڑی بہت داد مل سکتی ہے۔ مین جناب مولف
کی اس محنت کا شکریہ ادا کرتا ہون۔ اور ترقی روز افزون کی دعا دیتا ہون۔
یہ رسالہ ۸ر قیمت کو قومی پریس لکھنو سے مل سکتا ہے۔

راقم۔ سید فرزند احمد صفیر بلگرامی آرہ مقامی

تحفۂ مدراس مطبوعہ جون ۱۸۸۳ء

ازاحۃ الاغلاط۔ اس فارسی رسالہ کے مطالعے سے ہمین ثابت ہوتا ہے کہ مولف
اسکا ایک اعلیٰ درجے کی فارسی لیاقت رکھنے والا ہے۔ اور حد درجہ جانکاہی کی ہے
جب یہ رسالہ مرتب کیا ہے اسمین ہزارون متروک اور غلط الفاظ کا بیان جداگانہ فصلون
مین برعایت حروف تہجی باسناد و اشعار اساتذہ مسلم الثبوت بسط طور سے لکھا گیا ہے اور آخر
مین بعض فوائد منثور اور اختلاف حرکات کا بیان ہے۔ ملک کو اسکے مولف مکرمی مخدومی
جناب مولوی محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی عظیم آبادی کا احسان ماننا ہوگا جسنے غلطی کی
تاریکی مین تحقیق کی روشنی دکھلا دی اور ہمین ٹھوکرین کھانے سے بچایا۔ غرض یہ رسالہ
اپنے طرز مین پہلا ہے۔ شعرا کو اس کتاب کا دیکھنا خالی از استفادہ نہ ہوگا۔ خط۔ کاغذ
چھپائی کا اہتمام قابل صاد ہے۔ قیمت مع محصول ۸ر انتہےٰ۔

خدا بخشے جناب صفیر بلگرامی مرحوم نے جو یہ تحریر فرمایا تھا کہ "اب بھی اسکی محنت کی
تھوڑی بہت داد مل سکتی ہے۔" خدا جانے کس وقت اور کس دل سے لکھا تھا کہ بہت کب
اس کلام ہفتہ عشرہ بھی نہ گذرا تھا کہ یہ رسالہ خلد آشیان نواب کلب علیخان بہادر مرحوم
والی رامپور کی نظر سے گزرا۔ وہ دیکھ کر بہت ہی خوش ہوئے اور کمال قدردانی سے
ملاقات کے لیے مجکو لکھنو سے رامپور بلا بھیجا۔ مین لکھنو سے روانہ ہوا اور رامپور پہونچکر

خلد آشیان کے حضور میں حاضر ہوا۔ اور یہ قصیدہ[1] پیش کیا۔

وحشت زدہ ہوں بوئے گلِ تر سے زیادہ — مشکل ہے ٹھہرنا ہمیں دم بھر سے زیادہ[2]

تقدیر اوڑائے لیے پھرتی ہے شب و روز — ہر تارِ نفس ہے مجھے شہپر سے زیادہ

دن رات مجھے راہِ طلب میں مری اُمید — سرگرم سفر رکھتی ہے صرصر سے زیادہ

[3] ٹکراتا ہوں سر چار حدِ دہر میں دن رات — دُنیا ہے مجھے خانۂ بے در سے زیادہ

غم سے ہے مرے نشۂ شادی کو ترقی — خونِ جگری ہے مئے احمر سے زیادہ

نقشِ قدمِ مور ہوں ہر دم ہے پامال — ذرّہ ہے مجھے چرخِ ستمگر سے زیادہ

کیونکر نہ ہوں سب سے الگ باغِ جہاں میں — بے برگ و ثمر ہوں میں صنوبر سے زیادہ

ہوں اشک چکیدہ نہیں جز خاک مجھے چین — ہے [4] فرشِ زمیں بالش و بستر سے زیادہ

جز چادرِ خاکی نہیں رکھتا تہ و بالا — ہوں سوختہ تقدیر میں اخگر سے زیادہ

اُمید سے نادم دلِ ناکام تمنا — اُمید پشیمان دلِ مضطر سے زیادہ

پابندیِ زنجیرِ تعلق سے ہے مجھے ننگ — آزاد ہوں میں مردِ قلندر سے زیادہ

دوریِ وطن باعثِ راحت ہے جہاں میں — میدانِ قیامت ہے مجھے گھر سے زیادہ

ہر چند کہ ہے تا بگلو چشمۂ حیواں — لیکن ہوں جگر تشنہ سکندر سے زیادہ

---

[1] اس قصیدے میں دو ایک شعر اور بھی تھے جو بوجہ کمال غلو خارج کر دیے گئے۔ اور بعض اشعار میں کچھ تغیر و تبدل بھی ہوا ہے ۱۲ منہ

[2] بظاہر یہ ردیف یہاں زائد و حشو معلوم ہوتی ہے مگر حقیقت میں لطف سے خالی نہیں۔ کیونکہ اس کلمہ سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ میں رامپور میں کچھ دن تو رہ سکتا ہوں مگر زیادہ ٹھہر نہیں سکتا اور اگر یوں نظم ہوتا کہ دم بھر ٹھہرنا مشکل ہے تو اس سے یہ بات مستنبط نہیں ہوتی کہ کچھ دن رہ سکتا ہوں ۱۲ منہ

[3] اس شعر پر بعضوں نے یہ شبہہ کیا کہ "دنیا تو ہر گھر سے وسعت میں زیادہ ہوتی ہی ہے" حالانکہ وسعت میں زیادتی مقصود نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ خانۂ بے در سر ٹکرانے کی جگہ ہوا کرتا ہے دنیا اس صفت میں اوس سے بھی زیادہ ہے ۱۲ منہ

[4] اس قصیدہ میں اس قسم کے چند شعر نظم ہوئے ہیں جن میں صاف طور پر ظاہر نہیں کیا گیا کہ کس وصف میں زیادہ ہے۔ بعضوں نے بے علمی سے یہ اعتراض جمایا ہے کہ بمقدار یا وسعت میں زیادتی یعنی چہ۔ حالانکہ زیادتی اوس صفت میں مقصود ہے جو پہلے مصرع سے مستفاد ہوتا ہے مثلاً اس شعر میں فرشِ زمیں بالش و بستر سے چین دینے میں زیادہ ہے۔ اور اس قسم کی بندش کلام اساتذہ میں جا بجا موجود ہے [5] [illegible] ہوں مرتبہ میں دیکھا ہوں ہر قفل بنا مجھے تم تم سے زیادہ۔ دیگر [illegible] ہر شہر میں ہجر میں از دیدہ افزوں + ہر گل ہے پریکان کو کژدم سے زیادہ [illegible] آتش [illegible] کلی مری [illegible]

صدشکر کہ باا اینہمہ ہر دم تہِ گردون — حاصل ہے تفاخر مجھے قیصر سے زیادہ
ایسے کا ثناخوان ہون کہ اوصاف ہین جسکے — وسعتگہِ تخئیلِ سخنور سے زیادہ
جمشید حشم ظلِ خدا کلب علیخان — دارا سے جہان بخش سکندر سے زیادہ
دے آبرو اونکو جو وہ بحرِ سخاوت — شبنم کا ہراک قطرہ ہو گوہر سے زیادہ
پھیرے سرِ منقاد اگر حکم سے اوسکے — دشمن کو گریبان ہو خنجر سے زیادہ
ہو معرکہ آرا تو صفِ فوجِ عدو کو — تنہا تہِ خنجر کرے لشکر سے زیادہ
پیغامِ اجل ہے پئے دشمن غضب اوسکا — ہے چین جبین تیغِ دوپیکر سے زیادہ
زہرہ کر دمِ شمشیر زنی ترکِ فلک سے — آفاق ستان خسروِ خاور سے زیادہ
مشہورِ جہان جود مین ہمت مین کرم مین — قوت مین شجاعت مین غضنفر سے زیادہ
دیکھے نگہِ کم سے اگر جانبِ الماس — بیقدر زمانے مین ہو پتھر سے زیادہ
شیرین سخن ایسا کہ دمِ سحر بیانی — یاقوت مین مزا قندِ مکرر سے زیادہ
ہر شمسۂ ایوانِ فلک اوج ہے روشن — ذرات مہ و مہرِ منور سے زیادہ
گھر کرتی ہے آنکھ مین مکانونکی سپیدی — دیوار ہے محبوبِ سمن بر سے زیادہ
کیا اسپ سبک گام کی لکھون مین ستایش — بیچین دلِ عاشقِ مضطر سے زیادہ
جانے مین خیالِ حکما آنے مین ادراک — ہر حال مین ہے اشہبِ صرصر سے زیادہ
پڑ جائے اگر عکسِ ہلالِ سمِ توسن — تابندہ ہراک ذرہ ہو اختر سے زیادہ
اعزاز و حشم اوسکی سخاوت کی بدولت — حاصل ہے فقیرون کو تونگر سے زیادہ
دریا دلی اوسکی جو یہی ہے تو عجب کیا — ہو جائے بلند آبِ گہر سر سے زیادہ
اس دور مین رکھتا ہے ہراک شخص بغل مین — اسبابِ طرب شیشہ و ساغر سے زیادہ

سلہ اس شعر پر دو اعتراض ہوئے ہین ایک یہ کہ نظر کم نگہ کم کسی نے باندھا نہین دوسرے الماس خود پتھر ہے پتھر پتھر سے زیادہ بیقدر ہو یعنی چہ۔ پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ چشم کم نظر کم نگاہ کم سے دیکھنا حقارت سے دیکھنے کے معنون مین بہت آیا ہے۔ صائب ؎ قاتلش غازی و مقتولش بود صاحب شہید۔ مولوی کا فرمان مین عالم بچشم کم بین + اسیرے جاہلون کو نظر کم سے نہ دیکھا ہے زاہد + آن ہمین اندہمون مین کوئی حافظ قرآن ہوگا۔ اور دوسرے شبہے کا جواب یہ ہے کہ پتھر جب مطلق بولا جاتا ہے تو حقارت پتھر اور دم مین سعدی ؎ گر سنگ ہمہ لعل بدخشان بودے + پس قیمت لعل و سنگ یکسان بودے

بناءے مئ عیش ہے شادی سے دلِ خلق / ہر لب تبسم ہے گلِ تر سے زیادہ
کس [له] درجہ ہے شوقِ رقمِ مدح شہنشاہ / لکھا جاتا ہے خامہ حدِ سطر سے زیادہ
لکھوں میں اگر ایک صفت لاکھ کے بدلے / ہو جزوِ قصیدہ مرادفتر سے زیادہ
اے عشوق شب و روز پہ حضرتِ ممدوح / کر عرض یہی خالقِ اکبر سے زیادہ
یارب مرے سلطان کو صحت رہے حاصل / ہو عمر عطا خضرِ پیمبر سے زیادہ
ہو دیدۂ بدبین کے لیے جنبشِ مژگان / ہنگامِ نظر کاوشِ نشتر سے زیادہ
اقبال وحشم دیکھ کے حاسد تہِ افلاک / جلتے رہیں درزات سمندر سے زیادہ

جناب نوابصاحب اِس قصیدے سے بہت خوش ہوئے اور خلعت انعام سے سرفراز فرمایا اور مصاحب منزل مین جناب داغ وغیرہ موجود تھے یہ قصیدہ سُنکر پھڑک اوٹھے اور نہایت ہی داد دی - حق تو یہ ہے کہ رامپور اوس زمانے مین مجمع کملا تھا - خلدآشیان نے اپنی قدردانی سے کاملین فن کو سمیٹ رکھا تھا - میرے تعلق کے لیے بھی اودہر سے تحریک ہوئی مگر سردست مجکو منظور نہ تھا - کیونکہ علم طب کی تکمیل ہنوز نہ ہوئی تھی مینے ٹالدیا - ہفتہ عشرہ تک وہان رہا - جب طبیعت گھبرائی تو اجازت چاہی چلتے وقت بطور انعام معتدبہ روپے عطا فرمائے - اور سال بھر مین دو ایک دفعہ آنے کی تاکید کی - غرضکہ مین اعزاز کا خلعت حاصل کرکے پھر لکھنؤ پہونچا - اور پہونچتے ہی اُردو انشاپردازی کے متعلق مین نے ایک رسالہ تالیف کیا جسکا نام اصلاح ہے - اسکی تعریف مین بھی اخبارون نے بہت کچھ عزت بخشی - چنانچہ بعض پرچون کی نقل لکھی جاتی ہے -

اختر اودہ لکھنؤ مطبوعہ ۷ - مئی ۱۸۸۶ء

اصلاح - اِس نام کا ایک رسالہ ہمارے معزز کرم فرما جناب مولانا محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی عظیم آبادی نے اپنے بہت کچھ قیمتی وقت کو صرف کرکے تالیف کیا ہے یہ رسالہ اون شاعران نومشق کو جو دہلی اور لکھنؤ سے سیکڑون کوس دُور ہونے کے سبب یا کسی مُشفق اوستاد میسر نہ آنے سے بہت کچھ دقتین پڑتی ہین نہایت ہی مفید ہے کیونکہ نقائص شعری بہت توضیح اور صفائی کے ساتھ جتائے گئے ہین - اگر خدا نے کچھ بھی سمجھ

[له] اِس شعر کی بندش و مضمون قابل ملاحظہ ہے ۱۲ منہ

عطا کی ہے تو صرف ایکبار شروع سے آخر تک اِس رسالے کو ذرا غور سے پڑھ جانے پر ہر ایک صاحب اون غلطیون سے محفوظ رہ سکتے ہین - جن سے بسبب عدم واقفیت اُنکے کلام کی وقعت جاتی ہے - اور یون تو عموماً ہر ایک شخص جسکو شاعری کی طرف کچھ بھی رجحان ہے اِس سے کماحقہ فائدہ اوٹھا سکتا ہے - قیمت بھی کچھ ایسی بہت زیادہ نہین صرف ۲ ؍ -

عاشق لکھنوی -

مشیر قیصر لکھنو - مطبوعہ ۲۱ - جون ۱۸۹۸ء

اصلاح - اِس نام کا ایک اُردو رسالہ جناب مولوی محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی عظیم آبادی تعلیم لکھنؤ نے تصنیف فرماکے چھپوایا ہے جو طالبان فن شعر و انشا وغیرہ کے لیے نہایت بکار آمد ہے - اگر کوئی شخص ایک مدت تک کسی اعلیٰ درجے کے کامل و محقق کی خدمت مین رہے جب بھی ممکن نہین کہ اِسقدر فائدہ حاصل ہو سکے جتنا کہ اِس ۱۶ صفحہ کے رسالے کے دیکھنے سے ایک ساعت مین حاصل ہو سکتا ہے اور ۲ ؍ قیمت بھیجنے پر کتاب موصوف مل سکتی ہے -

اڈیٹر

آرہ گزٹ مطبوعہ ۳ - مارچ ۱۸۹۸ء

اصلاح - یہ اوس نادر رسالے کا نام ہے جسکو جناب مولوی محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی عظیم آبادی مؤلف ازاحۃ الاغلاط نے تالیف کرکے شایع کیا ہے - شعرا اور زبان کے درست کرنے والون کے لیے ہادی اور معلم ہے اسمین الفاظ متروکہ کی اطلاع اور تعقید اور شتر گربہ اور پہلوے ذم اور ابتذال اور املا اور اختلاف تانیث و تذکیر وغیرہ بہت کچھ ہے - قیمت ۲ ؍ -

راقم صفیر بلگرامی

اب مین ایک خط نقل کرتا ہون جسکو لکھنؤ کے شاعر خوش فکر و یکتا جناب مرزا شبیر علیخان صاحب نے رسالہ اصلاح وغیرہ کی رسید مین لکھا ہے - ناظرین بغور ملاحظہ فرمائین -

خط

مسیح نوش خمخانۂ تحقیق و سرمست بادۂ تدقیق رہبر ارباب ذوق جناب مولوی محمد ظہیر احسن صاحب شوق دام مجدکم - تسلیم - مزاج اقدس - رسائل مرسلہ سامی پہونچے

رسید مین اس سبب سے عرصہ ہوا کہ مین نے چاہا کہ تمام و کمال اونکی سیر کرون تو آپ کو
لکھون - چنانچہ بالاستیعاب وہ رسالے مین نے دیکھے - اشہد باللہ مین اس نظر سے
تعریف نہین لکھتا کہ آپ نے مجھے کتابین بھیجی ہین سوا تعریف کے اور کیا لکھون اور نہ اس
قسم کا میرا مزاج ہے - قسم باللہ آپ کی ان کتابون کا نظیر و عدیل ہی نہین - کچھ مبتدی
ہی پر موقوف نہین منتہی کو بھی انتہا سے زیادہ مفید ہین - قاعدہ ہے کہ بعض الفاظ غلط
ایسے مشہور و زبان زد ہوتے ہین کہ اونپر غلطی کا گمان ہی نہین ہوتا کہ انسان اونکی
تحقیق کرے - اس سبب سے اونھین لغت مین نہین دیکھتا - اور وقت پر ذلیل ہوتا ہے
ان کتابون نے بیٹھے بٹھائے بے محنت مفت مین سب کو سب باتون سے باخبر کر دیا
مین تو صاف آدمی ہون - واللہ مجھے تو اکثر الفاظ کا فائدہ ہوا - چاہے کوئی اور نہ قبول
مگر مین احسان فراموش اور ہٹ دھرم نہین ہون - مجھے جس قدر آپ کی ان کتابون
دیکھکر سرور ہوا اور منطبوع خاطر ہوئین اوسی قدر رنج بھی ہوا - وہ یہ کہ افسوس آپ
ان جواہرات کو لٹا دیا - اون لوگون کو جنھین سوا موزون کرنے کے اور نسبت کی خبر
ہی نہ تھی کہ شاعری کیا چیز ہے اور اوستادی کا دعوی فرمایا کرتے تھے - اب آپکی بدولت
وہ لوگ بھی کچھہ ہو جائینگے - اور سب سے زیادہ افسوس یہ ہے کہ کاش اس سے فائدہ
اوٹھاکر کچھہ احسان ہی مانین یہ بھی نہین - اُمید کہ ہمیشہ خط و کتابت سے مسرور فرماتے رہئے
راقم آثم شبیر علی رسا - عفی عنہ - مورخہ ۱۱ - جنوری ۱۹۰۶ء - از مقام لکھنؤ
محلہ سرائے معالیخان - قریب مکان نواب محسن صاحب

حضرات ناظرین - یہ کل ریویو اور تحریرین اون حضرات کی ہین جن سے نہ تو صاحب سلامت
تھی اور نہ اونکو مجھسے کسی قسم کا تعلق تھا - ان لوگون نے جو کچھہ لکھا ہے محض آزادی سے
لکھا ہے اور لطف یہ ہے کہ بعض تالیفات مین بھی اہل لکھنؤ کی زبان قلم سے بیساختہ
رسالہ اصلاح کی تعریف نکل گئی ہے چنانچہ جناب خورشید جو نامی اساتذہ لکھنؤ
ہین وہ اپنے رسالہ **افادات** مین لکھتے ہین کہ "تین برس کا عرصہ ہوا کہ ایک
رسالہ اصلاح نام میرے مہربان دلی مولوی محمد ظہیر احسن صاحب **شوق** نیموی عظیم آبادی
نے نہایت مفید - عام فہم زبان اردو مین لکھا ہے اور وہ چھپ بھی گیا ہے - اوسمین
متروکات کا بھی ذکر ہے اوسی کو دیکھ لینا کافی ہے"

اے ہمارے پیارے ہموطنو۔ اے صوبۂ بہار کے رہنے والو ذرا کان لگا کر سنو کہ اسمین کچھ شک نہین کہ اللہ تعالےٰ نے جو ہمین علوم عربیہ عطا کیے ہین۔ وہی ہمارے لیے مایۂ فخر ہین اور اونھین کو ہم دین و دنیا کا سرمایۂ عزت جانتے ہین۔ مگر پھر بھی جو ابھی تک اونکے بیان کے وسیع میدان مین اپنے اشہب قلم کو جولان نہین کیا ہے۔ اور حرف اردو زباندانی کی ترقی کے اظہار مین اسقدر خامہ فرسائی کی ہے اور اپنی زبان حق بیان پر علی کے داغ خودستائی کے دھبے قبول کیے ہین۔ اوسکی وجہ یہ ہے کہ صوبۂ بہار کے جلیل تاریخ دان ہمارے لائق ہموطن جناب شاد عظیم آبادی نے نوائے وطن مین نہایت حسرت کے ساتھ یہ او بھارنے والی تحریر عبرت انگیز فقرہ۔ جوش پیدا کرنیوالی عبارت لکھی ہے کہ" افسوس ہے کہ صوبۂ بہار کے عالی خیال مصنف اس زباندانی کی گھوڑدوڑ مین اپنے ملکی شہسوارون کے مقابلے مین بالکل پھسڈی ہو رہے ہین۔ جہانتک مجھے معلوم ہے ابتک اس ملک سے خاص اردو زبان مین کوئی ایسی تصنیف نہین نکلی کہ ملک ملک اور دور دور کے مصنفون کی اوسپر آنکھین اوٹھ جاتین "

حضرات ناظرین۔ نوائے وطن کی یہ حسرت آمیز و عبرت انگیز تحریر ملاحظہ کر چکے۔ اب شان خدائی دیکھیے ع اوسے فضل کرتے نہین لگتی بار + اوس کتاب کی اشاعت کے کچھ قبل ہی خدا نے مجھ ایسے ننگ صوبۂ بہار کے دل مین زباندانی کا شوق ڈالدیا۔ اور بات کی بات مین ایسا شہسوار میدان تحقیق بنا دیا کہ دم بھر مین مین نے عرصہ گاہ تالیف مین جھنڈا گاڑدیا۔ اور حرف غلط کی طرح صوبۂ بہار کی مقدس پیشانی سے کلنک کا ٹیکا مٹا دیا۔

اگر حضرات ناظرین مجکو حقیقت نگاری کی اجازت دیتے ہین تو مجھے اس امر کے اظہار مین ذرا تامل نہین کہ خدا کے فضل سے ہندوستان مین شاید کوئی ایسا شہر ہوگا جہان میری تالیف و تصنیف نے جلوہ نہ دکھایا ہو اور اپنا رنگ نہ جمایا ہو۔

اب مین وہ خط درج کرتا ہون جو عظیم آباد کے چند رؤسا و شرفا کی طرف نے خاص مؤلف نوائے وطن کے ہاتھ کا لکھا ہوا میرے نام لکھنؤ پہونچا تھا۔

خط حضرات عظیم آباد

مجمع کمالات مصدر حسنات کاشف رموز سخن ماہر فن جناب مولانا محمد ظہیر احسن صاحب

شوق ہمیوی دام برکاتکم - تسلیم باہزاران شوق ملاقات وتکریم - یہ نیازنامہ
ہم لوگ نہایت خلوص دلی سے خدمت عالی مین بھیجتے ہاین - اور شکرگزاری آپ کی اون
تصانیف محققانہ کی نسبت ادا کرتے ہاین - جنکو آپ نے بڑی کوششون اور جانفشانیون
ملک کی نفع رسانی کے لیے مرتب فرماکر چھپوادیا - ازاحۃ الاغلاط اور اصلاح یہ دونون کتابین
علی الخصوص ہم اہل عظیم آباد کے لیے مایۂ ناز ہین - اور ہم لوگون کو بیشک اس بات کا فخر
ہے کہ ہمارے وطن نے ایسی ترقی کی کہ ملک بھر کے ممیز لوگ اوسکی قدر کرتے اور اوسکی
تصانیف سے فائدہ اوٹھاتے ہاین - خداوند عالم آپ کی عمر مین برکت عطا کرے اور آپکی
ہمت بلند مین روز افزون ترقی عنایت کرے - آمین -

اس مضمون کے بعد جناب **شاد** اور دوسرے حضرات عظیم آباد نے اپنا اپنا نام لکھ
اور دستخط کرکے اس خط کو مزین کیا ہے -

اے میرے پیارے ہموطنو - اب مین ثابت کرچکا کہ آپ کے صوبۂ بہار کے ایک غریب
رہنے والے نے زباندانی کے باب مین جو کچھ کر دکھایا ہے وہ ایسا نہین ہے کہ کوئی منکر
آنکھون پر دیوار اوٹھا سکے - اور مجھی پر کیا موقوف ہے جو کوئی محنت کرے گا ضرور پھل
پائیگا - مگر مجھے کمال افسوس ہے کہ صوبۂ بہار مین آج بھی کچھ ایسے لوگ ہاین جنکی زباندانی
کا پایہ نہایت ہی بلند ہے - مگر کچھ ایسے اسباب جمع ہوگئے ہین کہ بیچارے ہاتھ پاؤن ہلا
نہین سکتے - اور اپنا جوہر دکھا نہین سکتے - مگر مجکو کامل امید ہے کہ اگر اونکی ہمت پست
نہ ہوئی تو ضرور ایک نہ ایک دن اپنی پیشانی سے کلنگ کا ٹیکا مٹا دینگے اور اپنا سکہ
بٹھا دینگے -

المختصر مین جبتک لکھنؤ مین رہا تحصیل علوم عربیہ مین سرگرم رہا - مگر جب کچھ فرصت ملتی
تو اردو فارسی کا بھی مشغلہ رکھتا - ازاحۃ الاغلاط مین کہین کہین جناب **جلال** لکھنوی
کی تنقیح اللغات سے اختلاف ہوگیا تھا - ضمناً بعض جگہہ اونکے اقوال کی رد ہو جاتی تھی
اون سے اور مجھسے وہان صاحب سلامت تھی مین کچھ نہ سمجھا کہ صرف اتنے اختلاف سے
دریردہ مجھسے صاف نہین ہین - اونھون نے **ردّ تردید** نام ایک رسالہ لکھا اور ازاحۃ
پر بیجا خامہ فرسائی کی - اور اوسکو اپنے ایک شاگرد کے نام سے چھپوایا - مین المختصر
علوم عربیہ کی تحصیل سے فارغ ہوچکا تھا - آج کل مین فاتحہ فراغ پڑھکر گھر آنے والا تھا

وہ رسالہ مجکو وہان ملا۔ مین اوسکو لیکر ۱۳۰۵ھ مین شوال کے مہینے مع الخیر وطن پہونچا۔
اور اوسکے جواب مین قلم اوٹھایا آخر اوسکی رد لکھ ڈالی اور **سرمۂ تحقیق** نام رکھا۔
چونکہ جناب جلال کو اپنے اہل زبان ہونے پر غرا تھا۔ اور **رد و تردید** مین مجکو پوربی سمجھ کر
تنہ آئے تھے مین نے اوس کتاب مین پوری خبر لی۔ بہت سی ایسی لغزشین جو اردو
محاورات مین اون سے واقع ہوئی تھین ظاہر کردین اور اوس رسالے کے ساتھ جناب
قدس[1] بہرساتاری کے دو رسالے **طومار التوبیخ** اور **دندان شکن** اوسی
رسالہ رد و تردید کی رد مین شایع کیے گئے۔ اور منشی محمد بشیر[2] بکا کوئی کا ایک رسالہ
تذکرۃ الشوق نام بھی اوسکے ساتھ درج کیا گیا۔ اس رسالے مین مولف نے
فقیر حقیر کے حالات قلم بند کیے ہین۔ اور اسکا تاریخی نام **ظہیر المحاسن** رکھا ہے۔ غرضکہ
رسالہ سرمۂ تحقیق مع رسائل ثلٰثہ چھپ کر نظر افروز عالم ہوا۔ حضرت جلال سے اس رسالہ
کا جواب تو نہ ہو سکا مگر ندامت مٹانے کو حضرت جلال یا جلال والون نے ماہ فروری ۱۸۸۹ع
کے گلدستہ **نغمہ بہار** مین یہ جعلی اشتہار شایع کیا۔

مولف سرمۂ تحقیق کا مراسلہ

یہ جدید رسالہ مین لکھ کر اور ہدیۂ ناظرین کرکے نہایت نادم اور بکمال پشیمان ہون اور
بار بار اپنے اوپر نفرین کرتا ہون کہ یہ کیا نادانی اور جہالت مجھسے سرزد ہوئی کہ مین ایک
قصبہ کا رہنے والا اور قصبہ بھی وہ قصبہ کہ عظیم آباد کے مضافات سے ہے۔ لکھنو کے معاملات

[1] جناب قدس کا نام منشی محمد عبد الاحد ہے۔ عالیجناب حافظ عبد الصمد صاحب تعلقہ دار بہرساتار ضلع بلیا کے بیٹے ہین۔ حکام وقت کے نزدیک انکا بہت کچھ رتبہ ہے انگریزی دربارون مین عزت کی کرسیان پاتے ہین۔ استادی حضرت شمشاد لکھنوی کے شاگرد ہین۔ مولف کے اعلے درجے کے کرمفرما احباب مین ہین شعر و سخن مین طبیعت نہایت چلبلی ہے۔ عاشقانہ غزلیات شعر خوب کہتے ہین۔ یہ چند شعر ہدیۂ ناظرین ہین ۔ کوئی پردہ نشین بدنام ہو گا ۔ شکایت کیا کرون درد نہان کی ۔ قدس نے جو سالب یار ہو درد سناتا ہے اس نوجوان کی ۔ کسی پہلو نہ شب بھر مجھے چین ملا ۔ آخر اوٹھنا ہی پڑا اونکے شامل تکو ۔ اگر دنیا سے اوٹھے درد کی صورت تو کیا غم ہے ۔ دل احباب مین ہم نقش وفا بیٹھے بیٹھے ہین ۔ انہین پر چھوڑ دے انصاف تو اے داور محشر ۔ جو انکو ظلم کرکے آج ہو بیٹھے بیٹھے ہین ۔ جنون کی جھری نقل ... ہم بیٹھے تو کیا پروا ۔ تخلص قدس ہے ہم پاک دامن بنکے بیٹھے ہین ۔
[2] انکا تخلص بھی بشیر ہے جناب قاضی عبد الحلیم صاحب بکا کوئی ضلع بلیا کے بیٹے ہین جناب قدس کے فرزاد بھائی ہین شعر و سخن مین مولف سے انکو تلمذ ہے ۔

سے بھی نہین - محاورات اہل زبان سے اسقدر نابلد کہ "چھان بنان" کی جگہ
"چھان بین" اکثر جگہہ بول گیا ہون - اور علیٰ ہذا القیاس اور محاورے بھی ایسے
زبان پر ہین کہ خلاف روزمرہ فصحاے لکھنؤ ہین - باوجود ایسی فضیحتون اور عیوب کے
کہ آج محقق دوران سرآمد اہل اُردو زبان افصح الفصحا مشہور ہو - یعنی حضرت جلال
لکھنوی دام فیضہ جسکو تمام سخنور ہندوستان مانتے ہوے ہون اوسکی تالیفات وتصنیفات
پر بیجا معترض ہوکر آپ اپنا قصباتی اور بے علم محض ہونا اہل زبان اُردو اور صاحبان
پر ثابت کیا - لہذا اب مین خود اپنی سراسر نادانی اور سرتاپا خطا ہونے کا مقر ہون
اور ناظرین سے اُمیدوار عفو جرائم ہون اور مجملکا لکھتا ہون کہ اب کبھی ایسا امر مجھسے
وقوع مین نہ آئے گا *

العبد
محمد ظہیر احسن شوق نیموی عظیم آبادی

چھاپنے کو تو چھاپا مگر قلعی کھل گئی - مشیر قیصر مطبوعہ ۲۷ - مارچ ۱۸۹۹ء مین اس اشتہار
کی تکذیب کیگئی اور اسکا جعلی ہونا ظاہر کیا گیا - اور لفظ چھان بین کی نسبت جو بحث مشہ
آئے تھے اوسکی نسبت اوڈیٹر مشیر قیصر جناب تپش دہلوی نے یہ لکھا کہ "چھان بین" خاص
اہل دہلی کا محاورہ ہے پس اگر اہل لکھنؤ کے خلاف ہوا تو کیا مضائقہ - اسکو مولانا شوق کی
غلطی نہین کہہ سکتے - کچھہ ضرور نہین کہ وہ ہر بات مین لکھنؤ کا تتبع کرین" مولف کہتا ہے کہ
بلاشک مین صرف زبان لکھنؤ کا پابند نہین - اکثر نمک خوان فصاحت سمجھہ کر دہلی کے محاورات
بھی استعمال کیا کرتا ہون - فریاد ہند جو دہلی کی زبان مین لکھی گئی ہے اوسکے صفحہ [illegible] مین
یہ لفظ موجود ہے - اور جناب تپش دہلوی نے صاف صاف اسکی تصحیح کر دی - رہی یہ بات
کہ لکھنؤ کا محاورہ ہے یا نہین - تو مین کہتا ہون کہ بارہا مین نے وہان کے لوگون سے چھان
بنان کے بدلے "چھان بین" بھی سنا ہے - اور بعض کتابون مین بھی یہ لفظ میری نظر سے
گزرا ہے - غرضکہ اسکی صحت مین کچھہ کلام نہین - بہرکیف جب مشیر قیصر مین اوسکا جعلی ہونا ظاہر
کیا گیا تو اخبار نیر اعظم مراد آباد کے اوڈیٹر نے یکم اپریل ۱۸۹۹ء کے پرچے مین یہ مضمون لکھا -

جلال کا جعل

اخبار مشیر قیصر سے جلال لکھنوی کی عجیب چالاکی معلوم ہوئی - مولوی محمد ظہیر احسن صاحب شوق نیموی

عظیم آبادی نے سرمۂ تحقیق لکھ کر جلال کی چشم تحقیق مین سرمہ لگایا تھا۔ سیکڑون لاجواب اعتراض کیے۔ ہزارون غلطیان پکڑین۔ جلال کی زباندانی کے دعوے سب گرد ہو گئے۔ خوب مُنہ کی کھائی۔ کچھ جواب بن نہ پڑا۔ جب جلال نے دیکھا کہ یہ تو بڑی کرکری ہوئی۔ شاگردون کو منہ دکھانے کے لائق نہ رہے۔ اُستادی کا دعویٰ ٹوٹ گیا۔ چارناچار اونھون نے ایک عجیب چالاکی کی۔ رسالہ نغمۂ بہار کو اپنے اہتمام مین لے کر اوسمین جناب شوق کی طرف سے ایک مراسلت چھپوائی جسمین مؤلف سرمۂ تحقیق کی طرف سے ایک معذرت چھاپدی۔ دست خود دہان خود اپناہی رسالہ اپنا ہی قلم جو چاہا سو لکھ لیا۔ مؤلف سرمۂ تحقیق جو اتنی بڑی لیاقت رکھتا ہے جسنے جلال کے تمام کلام کو درہم برہم کردیا اوسکو معذرت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ایسی جعلی کارروائیون سے تو جلال کی ندامت ہرگز نہین مٹ سکتی۔ اگر کچھ ہمت تھی تو سرمۂ تحقیق کا جواب لکھ کر اپنا الزام مٹایا ہوتا۔ انتہے۔

پھر مین نے قلم اوٹھایا۔ اور اخبارون مین تعقبات کرنا شروع کیے۔ اور ملک پر ثابت کردیا کہ کسی معرکے مین اس پوربی دہاتی کے تور ریلے نہین ہو سکتے۔ اور عجب شان خدا کہ اس گھمسان کی لڑائی مین حضرت جلال کی طرف سے جسنے سر اوٹھایا منہ کی کھائی۔ ۹۔۲۔سی ۱۹۰۸ء کے مشیر قیصر مین میرا یہ مضمون چھپا جسمین معرکہ و میدان کے مناسب اکثر محاورات مستعمل ہوے ہین۔

قلم اوٹھاتے ہین پھر ہم جلال والون پر
بپھر پڑے گا یہ شمشیر زبان شغالون پر

جلال والو تم لاکھ لام باندھو۔ ہزار گیدڑ بھبکیان دو۔ یہان تو ریلے نہین ہو سکتے۔ تمکو اڑ دینا کچھ ٹیڑھی کھیر نہین۔ معرکہ مار لینا کوئی بات نہین۔ جس دم میرا کلک شمشیر زبانی دکھاتا ہوا ٹوٹ پڑے گا۔ بنجے جھاڑ کر پیچھے پڑے گا۔ دھاک بندھ جائے گی۔ دم بول اوٹھیگا دم بھی تم تتر بتر ہو جاوگے میدان سنسان نظر آنے لگے گا۔

تم نے جعلی اشتہار کیون چھاپا۔ طوفان کیون اوٹھایا۔ طومار کیون باندھا۔ تمھاری چھیڑ چھاڑ سے دل پکا پھوڑا ہو رہا ہے۔ آنکھون مین خون اوتر آیا ہے جبتک تم سری ٹیک

نہ کر دگے اِس معرکے کا پالا ٹھنڈا نہ ہو گا۔ دیکھو اِس گھمسان کی لڑائی مین کسکو کانٹا
ٹیکا لگتا ہے اور کِسکا بول بالا رہتا ہے۔ کون جھنڈے پر چڑھتا ہے اور کون فتح کا ڈنکا
بجاتا ہے۔ آج حضرت **جلال** کی غلط بیانی اونھین کے کلام سے ثابت کیجاتی ہے۔ ممکن
نہین کہ تم آنکھون پر دیوار اوٹھاؤ۔ مجال نہین کہ کچھ ہاتھ پاؤن ہلاؤ (۱) سرمایہ
زبان اُردو مین **لکھتے** ہین ”**روپیا** سکہ دار چاندی کو کہتے ہین۔ جج اوسکی فصحا روپے
بولتے ہین اور یہ جو ہاے مختفی سے روپیہ لکھا جاتا ہے مؤلف ہیچمدان کے عندیے مین غلط ہے
غلطی کی وجہ غالباً آپ یہ سمجھے ہین کہ یہ لفظ ہندی ہے اور الفاظ ہندیہ کے آخر مین ہاے
مختفیہ نہین لکھی جاتی تارا کلیجا۔ اِس قسم کے الفاظ بہاے مختفیہ لکھنا صحیح نہین۔ افسوس
اِسکا تو خیال کیا مگر اِسکی خبر نہین کہ متاخرین عجم نے استعمال کیا ہے۔ ہندی سے معرّب ہو گیا ہے
پس بہاے مختفی غلط نہین۔ آپ دد گلشن فیض مین ”چہری روپیہ“ کے بارے مین لکھتے
ہین۔ باے فارسی وتحتانی ہر دو مفتوح۔ بہاے مختفیہ سبحان اللہ یہان تو بہاے مختفیہ درست
ٹھہرے اور وہان غلط قرار پاے (۲) ”**سونچنا**۔ نون غنہ کے ساتھ۔ اندیشیدن کا ترجمہ
ہے۔ لوگ جو اسکو بدون نون غنہ کے پڑھتے ہین یا لکھتے ہین۔ مؤلف کے نزدیک غلط ہے“
غلط لکھدینا تو آپ کے بائین ہاتھ کا کھیل ہے۔ بندہ نواز غلط ہرگز نہین۔ مع نون اور بے نون
دونون طرح صحیح ہے اسکا حاصل مصدر ”سوچ۔ لوچ“ کے قافیہ مین آگیا ہے اور آپ
خود گلشن فیض مین ”سوچی“ کے بعد اور ”سوخت“ کے قبل لکھتے ہین۔ سوچ سین مُہملہ
بواو مجہول وجیم فارسی“ جلال دالو تم کچھ سمجھے یا نہین۔ جب سوچ بے نون صحیح ہوا۔ تو
سوچنا بے نون کیون غلط ہونے لگا (۳) ”غلبہ بسکون لام کو تنقیح مین بہر صورت یعنی
اُردو مین بھی غلط بتاتے ہین اور خود ہی دیوان اول صفحہ ۱۱۵۔ مین فرماتے ہین ؎
طوفان سے بیڑا نوح کا تو نے بچا دیا ✤ فرعون پر کلیم کو غلبہ عطا کیا۔ جب غلبہ بسکون لام غلط
ٹھہرا تو یہان بسکون کیون باندھا گیا۔ حق یہ ہے کہ آپ کی تغلیط ہی غلط ہے اور بسکون
لام بھی صحیح ہے۔ کما حُقِّقَ فی الازاحۃ (۴) ”کارآمد شعرا مین لفظ کے بارے مین لکھا۔
چنان وچنین لکھتے ہین“ لیکن حق یہ ہے کہ اکثر فصحا کے نزدیک لفظ مذکر ہے اور
بھی اسکی تذکیر ہی کا قائل ہے“ جی ہان آپ ضرور تذکیر ہی کے قائل ہین
جبکہ آپ نے جو یہ شعر تحریر فرمایا ہے ؎ کس ترقی پہ ہے حسن سخن اللہ اصحاب سخن نیوی

ہین دو لفظ معنی رنگین نوشاہ - اسمین لفظ مذکر بندھا ہے یا مونث ہے اور نون کے ساتھ مونث کی جمع ہوتی ہے یا مذکر کی۔

جلال والو تم نے پوربی دہاتی شوق نیموی کا کمال دیکھا - آج کیسی خبر لی - قلعی کھل گئی - ممکن نہین کہ تم آنکھون مین دھول ڈال دو - تل کی اوٹ پہاڑ کچھ تاویل کرکے جان بچاؤ - آج تمھین لوہا ماننا پڑے گا اور حضرت جلال کی غلطیون کا اقرار کرنا ہوگا -

راقم
محمد ظہیر احسن شوق نیموی ۱۲

حل بعض محاورات

بھپرنا حملہ کرنا لام باندھنا لشکر جمع کرنا - کان پر جون نہ رینگنا - نہایت ہی غافل ہونا - ٹیڑھی کھیر کار مشکل دھاک باندھنا - رعب غالب آنا - سری ٹیک خوشامد - پالا ٹھنڈا ہونا - کسی ہنگامے کا سرد ہونا - کلنک کا ٹیکا - داغ رسوائی - بول بالا - بلند نامی - جھنڈے پر چڑھنا - رسوا ہونا - تل کی اوٹ پہاڑ جب کسی چھوٹی شی کے پردے مین کوئی بڑی چیز ہوتی ہے او سوقت یہ مثل بولتے ہین اور " تل " کی جگہہ " تنکے " بھی بولتے ہین - لوہا ماننا بہادری کا اقرار کرنا ۱۲ منہ

اسکے بعد ۲۸ - اگست ۱۸۹۶ء کے مشیر قیصر مین میرا یہ مضمون چھپا جسمین باغ کے مناسب اکثر محاورے استعمال کیے گئے ہین -

طبع رنگین نے کھلائے پھر نئے دو چار گل
پھر چراغ ہوش حاسد ہوگیا یکبار گل

جلال والون نے اپنے گلدستہ نغمۂ بہار مین جلی مراسلہ چھاپ کے اگرچہ کچھ دنون تک نئی ہوا باندھ دی مگر چار دن کی چاندنی پھر اندھیرا پاکھ آخر بیل منڈھے نہ چڑھی - جیسو تو اپنے تن مین کانٹے بوئے - وہ لوگ کس باغ کی مولی تھے - ہمارے خامہ ... پر سرسون جما کے وہ شاخین نکالی - شگوفے چھوڑے کہ دم بھر مین رت ... بدل گئی - گلشن فیض والے کی آم گھاس کا رنگ جو جم گیا تھا - جیسے نہال ... بے نہ جماتے تھے - وہ یکسر پھیکا ہوگیا - صاف اکھڑ گیا - جلال کا بولنا

طوطی چپ ہو گیا - خدا جانے ابھی کیا کیا گل پھولین گے - آج پھر ہمارا کلک رنگین
گلفشانیان کرتا ہے صفحۂ قرطاس کو پھولون کی ڈالیان بنا کے مُلک کے سامنے پیش کر
ہے - گلزار سخن کے ہوا خواہو آؤ بہار بخیزان لوٹو ؎ جلال لکھنوی سے جا کے اے باد
کہنا * کہ شوق نیموی نے آج کیا کیا گل کھلائے ہین *-

(۱) تنقیح اللغات مین ارشاد ہوتا ہے کہ غُل بمعنی غوغا جو متعارف ہے مشہور ہے کہ یہ لفظ
ہندی ہے عربی فارسی مین اس معنی پر نہین آیا - حالانکہ غُل بمعنی شور و غوغا شعراے پارس
کلام مین موجود ہے - مُلا نظامی ہفت پیکر مین کہتا ہے مثنوی بر رشتہ ہزار دیو دیو
از در و دشت برگرفت غریو * ہمہ صحرا بجاے سبزہ و گل * غول در غول بود و غل در غل
اے سبحان اللہ سلف سے لیکر خلف تک کوئی ان معنون مین غل کی فارسیت ثابت نہ کر سکا مگر
باکمال صاحب کی تحقیق کا کیا کہنا کہ نظامی ایسے مسلم الثبوت شاعر کی سند دیدی - مگر آپ
نہ سمجھے کہ غل کے معنے طوق کے بھی ہین - اور مدوّر ہونے کے سبب سے گل کو طوق کے
فی الجملہ مشابہت ہے - مطلب یہ ہے کہ وہ صحرا ایسا خوفناک و پُر بلا تھا کہ بجاے سبزہ سیکڑون
غول بیابانی اور گلون کے بدلے لاکھون طوق آہنی نظر آتے تھے ۲ - سرمایۂ زبان
اردو مین لکھتے ہین "چھہ جیم فارسی مخلوط الہاء اور ہاے مظہرہ کے ساتھ عدد معروف
ت شش ع ستہ اور کبھی اس لفظ کو بجاے ہاے مظہرہ ہاے مختفیہ کے ساتھ بھی
بولجاتے ہین اور فصیح یہی ہے - یعنی ہاے مظہرہ کی جگہہ ہاے مختفیہ سے بولنا" اور گلشن فیض
مین یون ارشاد ہوتا ہے "چھہ جیم فارسی مخلوط الہا مفتوح بہاے ہوز زدہ عدد یست مشہور
ت شش ع ستہ چنانکہ شیخ امداد علی بحر گوید ؎ چھہ لاکھہ جبرئیل کے پر ہین تو رشک کیا
دو ہاتھہ آدمی کو بھی ہین دو کرور پر - دگاہے در آخر این لغت بجاے ہاے مظہرہ ہاے
مختفیہ آرند یعنی ہاے غیر ملفوظہ و فصیح ہمین است یعنی بجاے ہاے مظہرہ بہاے مختفیہ خواندن"
ہمارے باکمال صاحب کا کیا کہنا کہ ایسے پیچیدہ اور لاینحل مطلب کی ہندی کی چندی کر کے
اور اٹھارہ دفعہ یعنی یعنی کہہ کے اچھی طرح سمجھا دیا - شاباش فارسی ہو تو ایسی ہو مضمون
ہو تو ایسا ہو - بہر کیف یہ تو پوچھیے کہ جس ہندی لفظ کا کوئی لہجہ ایسا ہو کہ اوسکو گاہ گاہ
بولجاتے ہین اور مشہور دوسری طرح ہے وہ بلا وجہ فصیح کیون ہونے لگا - آپ کا یہ فرمانا
کہ یون بھی بولجاتے ہین اور پھر اوسی کو فصیح بتانا طرفہ ماجرا ہے - خیر اسکو بھی جانے دیجیے

یہان تو ایسی بات لکھی ہے کہ مکتب کے لڑکے بھی ہنستے ہین - طفل دبستان تک جانتے ہین کہ سرمہ سرمایہ لالہ - پیالہ کی ایسی ہی ہاے مختفیہ کہلاتی ہے اور کوہ انبوہ - راہ - ماہ - شہ - رہ - مہ - گنہ - سیہ - کی ایسی ہے ہاے ملفوظہ بولی جاتی ہے - اب حضرت باکمال استاد کملاے ماضی وحال سے یہ پوچھیے کہ چھہ بہاے ملفوظہ بروزن رہ ومہ وشہ - تو انھین بھی نہین بولتے آخر کس جنگل کی زبان ہے - اور مزا تو یہ ہے کہ بحر کے شعر سے اوسکا بہاے ملفوظہ ہونا ثابت فرماتے ہین - ایک تو کڑوا کریلا دوسرے نیم چڑھا - جناب عالی کیا چھہ رہ وشہ وسہ وغیرہ کے قافیہ مین پڑا ہے جو بہاے ملفوظہ کہا جاتا ہے یہان بھی بہاے مختفیہ ہے - اسکی تشریح ہم سے سُنیے کہ اِس لفظ مین چھے کا فتحہ کبھی دبی زبان سے بولا جاتا ہے جیسے ع ساتھ اوسکے چھہ لاکھ آدمی تھے - اور کبھی کھینچ کے پڑھا جاتا ہے بحر کے شعر مین چھہ باشباع فتحہ بندھا ہے جیسے ع ہہ با ہوا و ہوس ساختی - مین ہہ کی حرکت بھی باشباع بندھی ہے - اِس اشباع سے یہ لفظ بہاے ملفوظہ نہین کہلائے گا کیونکہ ہم کہہ چکے ہین کہ کوہ ستوہ رہ - بہ کی ایسی ہے ہاے ملفوظہ کہلاتی ہے - افسوس کہ باکمال صاحب کو آج تک باین ریش وفش ہاے ملفوظہ وہاے مختفیہ مین فرق معلوم نہین -

(۳) سرمایہ زبان اُردو مین ہونٹ کے بارے مین ارشاد ہوتا ہے کہ اِس لفظ کے آخر مین جو بعضے ہاے مخلوط التلفظ بڑھا کر ہونٹھ بولتے ہین اور لکھتے ہین مولف ہیچمدان کے عندیے مین نادرست ہے " یارب العالمین باکمال صاحب کو ہم کہانتک سمجھائین - غلط کے سوا کچھ پڑھا ہی نہین - اوستادون کے دیوان اوٹھا کر دیکھیے کہ یہ لفظ ردیف الہا مین ہے یا نہین - ناسخ ؎ اے گل جو تو نے پان چبا کر دکھاے ہونٹھ + حسرت سے کیا ہی غنچۂ گل نے چباے ہونٹھ + قلق لکھنوی ؎ دانتون سے جبکہ اوس گل تر کے دباے ہونٹھ + بولا کہ صاحب اپنے سے سمجھو پراے ہونٹھ + سخن سنجو - اس لفظ کی تحقیق ہم سے سنو کہ اہل زبان ابتدا سے برابر ہونٹھ کہتے اور لکھتے آئے اور آجتک بہت سے زباندان اسی طرح لکھتے پڑھتے ہین - البتہ کچھ دنون سے بعض شعرا ہونٹ لکھتے ہین - باکمال صاحب نے کسی جتھرے سے سنا ہوگا کہ ہونٹھ کی جگہہ ہونٹ لکھنا چاہیے - اِس پیچیدہ جملہ کا مطلب کچھ کا کچھ سمجھے کہ متروک البعض کو دشمنے غلط بنا دیا کیا نہین دیکھتے کہ بہ بجاے پر بعض شعرا نے

دجو نا تر کی کر دیا ہے مگر اس سے یہ غلط نہیں ہو سکتا۔

حل بعض مصطلحات

ہوا باندھنا۔ اعتبار پیدا کرنا۔ بیل منڈھے چڑھنا۔ مطلب بر آنا۔ کامیاب ہونا۔ مبالغہ کرنا۔ ہتھیلی پر سرسون جمانا۔ جلد کوئی کام کرنا۔ شاخین نکالنا۔ عیوب ظاہر کرنا۔ شگوفے چھوڑنا۔ عجیب وغریب باتین کہنا۔ رُت بدلنا۔ تبدل زمانہ و تغیر فصل۔ ہوا بدلنا۔ تغیر حال زمانہ۔ آم گھاس۔ رطب ویابس۔ رنگ جمنا۔ رونق پانا۔ نہال ہونا۔ خوش ہونا۔ رنگ اکھڑنا۔ بیرونق ہونا۔ گل پھولنا۔ عجیب وغریب امر ظاہر ہونا۔ گل کھلانا۔ تعجب خیز امر ظاہر کرنا۔

اسکے بعد ۴۔ ستمبر ۱۹۰۹ء کے مشیر قیصر مین میرا یہ مضمون چھپا۔ جسمین پانی کے اکثر محاورے مستعمل ہوئے ہاین۔

جو اپنے فن مین پختہ ہاین کسی سے کب وہ ڈرتے ہین
جو کچے ہین وہی کچے گھڑے پانی کے بھرتے ہین

حضرت جلال لکھنوی کی چھان بنان کی جو خواہ مخواہ ہوا بندھ گئی تھی۔ بمثل مشہور کہ کاغذ کی ناؤ آج نہ ڈوبی کل ڈوبی۔ آخر ہمارے کلک دریا بار نے اپنی تحریر کے زور سے اولٹی گنگا بہادی۔ پانی پھیر دیا۔ آج پھر ہمارا دریائے دل بحر مواج کی طرح لہرا رہا ہے۔ سیکڑون مضامین کے پنڈے اوچھل رہے ہاین۔ خامہ نہنگ ہیرت گھاٹ گھاٹ کا پانی پیئے والا اسوقت چھان بین کے سمندر کو جھیل رہا ہے۔ دیکھ لینا طوفان اوٹھانے والے جو ناحق برس پڑتے تھے۔ پانی مین آگ لگایا کرتے تھے۔ آج اونپر گھڑون پانی پڑ جائیگا۔ پسینے پسینے ہو جاینگے۔ چلو بھر پانی مین ڈوب مرینگے۔ المختصر ہمارے سحاب قلم کی گہر باریان دیکھو (۱) تنقیح ۔ ارژنگ کی بحث مین ارشاد ہوتا ہے کہ امیر خسرو شیرین خسرو مین شیرین کی زبان سے کہتا ہے ؎ بقصر دولتم مانی وارژنگ طراز سحری لبستند ارسنگ یہان سے ظاہر ہے کہ ارژنگ مانی کا معاصر کوئی اور نقاش تھا۔ اس شعر سے دونون کا ہمعصر ہونا تو ضرور ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر ہمعصر نہ ہوتے

تو بل چل کے شیرین کا قصرِ دولت کیونکر بناتے۔ بلکہ یہ بھی فرما دیجیئے کہ شیرین بھی اونکے
ہمعصر تھی۔ اب کچھہ دنون کے بعد جلال کے نام پیوا فرمائینگے کہ ہمارے باکمال صاحب نے
یہ شعر فرمایا ہے ؎ قیس سے دشتِ جنون مین کہا ہے جلال + آگے آگے چل مری زنجیر کھینچ
قیس اور حضرت جلال دونون معاصر تھے اور آپ کو جو کبھی دشت جنون مین پھرنے کا اتفاق
ہوگیا تھا۔ تو قیس سے مدد مانگی تھی ع برین عقل و دانش بباید گریست (۴)
عقیل یعنی عاقل جو متعارف ہے صحت کے مخالف ہے کتب لغات معتبرہ یہ لفظ بمعنی مذکور نہین
پایا جاتا۔ بندہ نواز اگر جناب عقیل لکھنوی سن لینگے تو ناک بھون چڑھانے لگینگے۔ جناب عالی آپ نے حضرت مسلم
کے باپ کا نام عقیل سنا ہوگا۔ آخر اس نام کی کوئی وجہ تسمیہ ہے یا نہین۔ کاش آپنے
منتخب اللغات ہی کو دیکھہ لیا ہوتا۔ اوسمین صاف لکھا ہوا ہے کہ نام پسر ابی طالب کہ دانا
تر بود بہ نسبت قریش (۳) گلشن فیض صفحہ ۲۳۲ پیٹ بہ تحتانی مجہول شکم و بہ تحتانی معروف
پشت۔ طفل دبستان تک جانتے ہین کہ پشت کی ہندی پیٹھہ ہے نہ پیٹ۔ بروزن پیٹ
باکمال صاحب پیٹ اور پیٹھہ دونون کو ایک ہی کیا چاہتے ہین۔ آخر استادی
کس دن کام آئیگی۔ دیکھو جناب ہلال لکھنوی ردیف الہا مین فرماتے ہین ؎
جو بعد مرگ بھی یاد آگئی تمھاری پیٹھہ + زمین سے ہم نہین لگنے کی پھر ہماری پیٹھہ +
دوستو غالباً تم جناب ہلال کو نہین جانتے ہوگے۔ انکا نام امیر علی خان تھا۔ جناب
رشک کے شاگرد تھے۔ حضرت جلال نے انھین کی کفش برداری کے صدقے شاعری کا
رتبہ پایا۔ ابتدائے سن سے انھین سے اصلاح لیتے رہے۔ ہلال کے وزن پر جلال تخلص
رکھا۔ جب ہلال مشاعرون مین جاتے جلال اونکی بیاض ہمراہ لیجاتے اور جب ہلال اپنے
استاد یعنی جناب رشک کی خدمت مین اصلاح کے واسطے حاضر ہوتے تو جلال کی غزل
پر اصلاح دیئے ہوئے آتے اور جلال اونکا بستا ساتھہ لاتے اور ہلال جلال کی اصلاحی
غزل کو احتیاطاً رشک کو سنا دیتے۔ اسی وجہ سے جلال رشک کے شاگرد بن بیٹھے
ورنہ رشک نے انکی ایک غزل پر بھی اصلاح نہین دی ہے۔ جب برق کی تقدیر چمکی
بادشاہ کے یہان انکی رسائی ہوئی جلال اس خیال سے کہ مجھے سونے کی چڑیا ہاتھہ آئیگی
برق کے شاگرد بنگئے۔ غرضکہ ہمارے حضرت جلال گو برق کے بھی کسی قدر شاگرد ہین۔ مگر
فی الواقع ہلال ہی کے چمکائے ہوئے ہین۔ رشک سے کچھہ سروکار نہین۔ چنانچہ تیرہ صدی مین

جس قدر تذکرے چھپے ہین اکثر مین ہلال کی شاگردی لکھی ہوئی ہے - دیکھو تذکرہ بزم سخن
مین لکھا ہے کہ "برق و ہلال اوستاد او" اب ہمارے جلال بہادر کی بہادری دیکھیے
کہ ہلال کی شاگردی سے مکر گئے - اور جب اگلے لوگ قبرون مین جا بسے آنکھہ کا پانی
ڈھل گیا - آپ نے ہلال کے بدلے رشک کی شاگردی کا ڈنکا بجا دیا - مین حضرت جلال
سے پوچھتا ہون کہ اگر فی الواقع آپ رشک کے بھی شاگرد ہین تو کارنامہ شعرا مین
آپ نے صرف برق کو کیون اپنا اوستاد لکھا - اور گلشن فیض کی تقریظ مین جو ۱۲۹۰ھ
مین آپ کے شاگرد جناب یاس نے لکھی ہے بد اوستادی رشک کو کیون بھول گئے -
اور صرف برق ہی کو کیون چمکایا - جناب من ایسی حالت مین کہ رشک کی شاگردی پر آپ
کو ناز ہو پھر بھی برق تو اُستاد لکھے جائین اور رشک چھوڑ دیے جائین ع دال مین
کچھہ ضرور کالا ہے - باکمال صاحب آپ ہلال کی شاگردی کا نام سُنکے جو ناک بھون
چڑھاتے ہین محض لغو حرکت ہے ع فراموش کردن حقِ اوستاد * بود رو سیاہی
بدار المعاد * سنو جو ہونہار شاگرد محنت کر کے اپنے اُستاد سے بڑھجاتا ہے اور شاگردی
سے منحرف نہین ہوتا وہ دین و دنیا دونون مین سُرخرو رہتا ہے - دینی اعتبار سے
تو ظاہر ہے دنیا مین اسلیئے کہ کہنے والے یہی کہا کرتے ہین کہ کیسا لائق آدمی ہے کہ اپنے
اُستاد سے بھی بڑھ گیا - اور اُستاد جس وقت اپنے شاگرد کی نشو و نما دیکھتا ہے باغ باغ
ہو جاتا ہے - اوسکی محنت ٹھکانے لگجاتی ہے اور دل سے دُعائین دیتا ہے کہ دن دونی
رات چوگنی ترقی ہو کہ میرا نام اور بھی روشن ہو - المختصر جلال نے ہلال کے ساتھ اچھا
سلوک کیا اونکی روح لب گور سے کیا کیا دُعائین دیتی ہوگی - اور عجب نہین کہ اسی کا
اثر پڑا ہو کہ جلال سے جا بجا فاش غلطیان ہو گئی ہین - اور آخر یہ بُرے دن آئے کہ انکی
دھجیان اوڑ رہے ہین (۴) گلشن فیض اور سرمایہ زبان اردو دونون مین ارشاد
ہوتا ہے "ہاتھی ہزار لٹے پھر لاکھہ من کا" اس مثل کی تراش خراش لفظون کی بندش
ہی چلا رہی ہے کہ جلال پورب کی زبان ہے ورنہ فصحا یون بولتے ہین - "ہاتھی ہزار لٹے گا
جب بھی سوا لاکھہ ٹکے کا" ہر شخص کا مذاق سلیم دونون مین فرق نکال سکتا ہے کہ کون فصیح
ہے اور کون قبیح ہے - (۵) سرمایہ زبان اردو صفحہ ۲۰۲ رفو چکر ہونا کسی کا سرگردان
اور حیران ہونا - انتہی - خدا جانے یہ معنے آپ نے کہان سے گڑھے اسکے معنے تو فرار ہونیکے

باین بولتے ہاین کہ فلان شخص رفوچکر ہوگیا یعنے بھاگ گیا۔ جلال والو یچ کہنا جبلی
اشتہار چھاپنے کا پچکا لکھوانے کا کیسا حزا چکھا دیا کہ عمر بھر یاد رکھوگے۔ دانت کھٹے
کردیئے۔ چھکے چھوڑادیئے۔ ناک چنے چبوائے۔ خبردار پھر کبھی کسی کے حق مین طومار نہ باندھنا

حل بعض محاورات

کچے گھڑے پانی کے بھرنا۔ ہرطرح فرمانبردار ہونا ہوا باندھنا شہرت واعتبار پیدا ہونا۔
اولٹی گنگا بہانا جس امر مشکل کی امید ہو اوسکو کردکھانا۔ پانی پھیرنا۔ خراب وتباہ
کردینا۔ مینہ کا اوچھلنا۔ موج کا اوٹھنا۔ گھاٹ گھاٹ کا پانی پینا۔ آزمودہ کار ہونا۔
لہر پانی کا موجزن ہونا۔ طوفان اوٹھانا۔ بہتان کرنا۔ برس پڑنا۔ طعن وتشنیع والی
باتون کی بوچھار کرنا۔ پانی مین آگ لگانا۔ ایسی بات کرنا جوکسی سے نہو۔ گھڑون
پانی پڑنا۔ سخت شرمندہ ہونا۔ بعض شعرائے گھڑے پانی کے پڑنا بھی استعمال کیا ہے۔
اسیر لکھنوی ع حضور چشم نرگس پر گھڑے پانی کے پڑتے ہین۔ پسینے پسینے ہونا۔ سخت
منفعل ہونا۔ چلو بھر پانی مین ڈوب مرنا۔ سخت شرمندہ ہونا۔
ناک بھون چڑھانا۔ آزردہ خاطر ہونا۔ سونے کی چڑیا۔ مالدار آدمی اور بیش
قیمت چیز۔ آنکھ کا پانی ڈھلجانا۔ بے شرم ہوجانا۔ چھکے چھوڑانا۔ بدحواس کردینا۔
ناک چنے چبوانا۔ نہایت عاجز کرنا۔ طومار باندھنا۔ بہتان کرنا۔ بہت جھوٹ بولنا۔
اسکے بعد ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو مشیر قیصر مین میرا یہ دھوان دھار مضمون چھپا جسمین
آگ کے مناسب اکثر محاورات مستعمل ہوئے ہاین۔

کبھی فلک کو پڑا دلجلون سے کام نہین
اگر نہ آگ لگا دون تو داغ نام نہین

اگرچہ بارہا ہمارا قلم آتشین قدم دھوان دھار اعتراضون سے حضرت جلال کے بہت کچہ
دھوئین اوڑا چکا ہے مگر سچ پوچھیے تو ابھی تک دل کے پھپھولے نہین پھوٹے۔ آج وہ
شعلہ بیانیان ہوتی ہین کہ پانی مین آگ لگانے والے انگارون پر لوٹین گے جلال وا

دیکھتے ہی آگ بگولا ہو جائینگے۔

(۱) سرمایۂ زبان اردو صفحہ ۱۳۲ بعضے زیورمذکور یعنی جگنی کو جگنو بواو معروف بولتے ہین پس مولف ہیچمدان کو بنابر محاورۂ فصحاے لکھنؤ کے اسکی صحت مین کلام ہے۔ البتہ جگنو کرمک شب تاب کے معنی پر صحیح ہے "جناب عالی جگنی۔ جگنو دونون صحیح ہین رند ؎ سر کا دوپٹا شب کو جو گر دن کے پاس سے + جگنو کی طرح یار کا جگنو چمک گیا + (۲) صفحہ ۱۵ چالیسوان اہل اسلام کے مردون کا فاتحہ جو مرنے کے چالیس دن کے بعد ہوتا ہے ف چہلم اور گلشن فیض مین ارشاد ہوتا ہے فاتحہ مردگان اہل اسلام باشد بعد چہل روز از مردن "، چالیسوان کہین تو عین چالیسوین روز ہوتا ہے۔ اور کہین چالیس دن کے قبل۔ مین نہین سمجھتا کہ حضرت جلال کو کون ایسی نئی دنیا ہاتھ آگئی ہے جہان چالیسوان چالیس دن کے بعد ہوتا ہے (۳) مفید الشعرا صفحہ ۱۰ نقاب بھی مختلف فیہ ہے۔ شعراے متقدمین نے مذکر کہا ہے شعراے متاخرین نے علی الخصوص شیخ ناسخ اور تلامذۂ شیخ ناسخ نے جہان فرمایا ہے مونث فرمایا ہے۔ چنانچہ تتبع کلام اساتذہ پر پوشیدہ نہین۔ شیخ ناسخ ؎ دیکھا جو دوپہر کو جلال آفتاب کا + آیا وہین خیال کسی کے نقاب کا + جناب من آپ نے جو نقاب کی تانیث شیخ ناسخ کے اس شعر سے ثابت فرمائی وہ کیونکر ثابت ہوتی ہے۔ اگر جلال یا جلال والے یا کوئی دوسرے صاحب اس شعر سے نقاب کی تانیث یا تذکیر ثابت فرمادین تو مین وعدہ کرتا ہون کہ انکو ہزار روپئے دونگا۔ جناب عالی بھلا غور تو کیجیے کہ (کسی کے نقاب) اتنے لفظون سے نقاب کی تانیث کیونکر ثابت ہو سکتی ہے کی بیاے معروف پڑھیے تو مونث ہو جائے گا اور کے بیاے مجہول پڑھیے تو مذکر ٹھہرے گا۔ اور مزا تو یہ ہے کہ حضرت جلال کے رسالے مین اور دیوان شیخ ناسخ کے متداول نسخون مین بھی اسکا املا یاے مجہول ہی کی طرح لکھا ہوا ہے۔ اور اگر بالفرض اوسمین اور دیوان ناسخ مین یاے معروف ہی کی طرح اسکا املا ہوتا تو بھی ہرگز اس شعر سے نقاب کی تانیث یا تذکیر ثابت نہین ہو سکتی۔ کیونکہ کاتبون کو اتنی تمیز کہان ہے کہ ہر یاے معروف و مجہول کے املا کا خیال رکھین۔ حضرت جلال کی تالیفات ہی کو دیکھیے کہ سیکڑون جگہہ یاے معروف و مجہول کا املا خلاف پایا جاتا ہے۔ اور اگر چہ کوئی کاتب تمیزدار بھی ہوا تو تاہم کچھ چوک ایسی ہے کہ کہین نہ کہین خلاف ہو ہی جاتا ہے

مین نے آج تک کوئی ایسی کتاب نہین دیکھی جسمین یاے معروف و مجہول کے املا کا ہر جگہہ برتاؤ ہو۔

خدا کی قسم تانیث نقاب کی سند مین حضرت جلال سے وہ فاحش غلطی ہوئی ہے کہ بندیان سخن سے بھی ایسی چوک نہین ہوتی۔ اور اسی نقاب پر کیا موقوف ہے بہت سے الفاظ کی تذکیر و تانیث کی سند مین حضرت جلال نے وہ ٹھوکرین کھائی ہین کہ خدا کی پناہ +

راقم۔ شوق نیموی۔

حضرات ناظرین۔ جب رسالہ سرمۂ تحقیق چھپا۔ خصوصًا جب سے اخبارون مین میرے مضامین شایع ہونے لگے تو لکھنؤ مین ہوا بندہ گئی۔ ہر کسی کی زبان پر جلال لکھنوی و شوق نیموی کا تذکرہ تھا۔ منشی احمد علی صاحب شوق جگوری مصنف ترانۂ شوق و اخبار آزاد لکھنؤ کے اوڈیٹر سے جب مین لکھنؤ مین تھا تو راہ چلتے ایک آدہ دفعہ صاحب سلامت ہوگئی تھی۔ وہ اپنے ہم تخلص شوق نیموی کی یہ دھوم دھام دیکھ کر میرے دوست بنکر اس معرکۂ قیامت خیز مین شریک ہوگئے۔ اور آزاد مورخہ ۲۵۔ اکتوبر ۱۸۹۶ء مین یہ تحریر شایع کی۔

حضرت جلال و حضرت نیموی

بعض جگہہ ہمارے دوست مولوی ظہیر احسن صاحب نیموی نے زیادتی پر کمر کسی حضرت جلال نے جگنی اور جگنو مین فرق بیان کیا تو مولویصاحب نے اس فرق کو اڑا کے جگنی اور جگنو دونون کو حضرت جلال کی ضد مین صحیح کہدیا۔

حضرت جلال کے لغت مین اغلاط ہین اسمین کچھہ شبہہ نہین ہے۔ ہم سے اور حضرت جلال سے بارہا زبانی بات چیت ہوئی اور اونھون نے نہایت سچائی اور صفائی سے کہدیا کہ مین نے تیس برس اودھر کی زبان لغت مین لکھی ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ بول چال مین جو تغیر ہوا ہے اوسکی نسبت حضرت جلال کو دعوی نہین ہے۔ تاہم جگنی اور جگنو کا فرق جو حضرت جلال نے لکھا ہے وہی صحیح ہے۔ رند کے کلام سے حضرت نیموی جگنو کی سند لائے ہین۔ اونکو یہ تحقیق کرنا چاہیے کہ رند کی گنتی مستند اساتذہ مین ہے یا نہین ہے۔ جہان تک ہم واقف ہین۔ نہین ہے۔ رند کے یہان اغلاط بہت ملین گے

یہی سبب ہے کہ رند کو نہ پہلے کسی نے مستند مانا ہے اور نہ آج مستند مانتا ہے۔ آتش ناسخ صبا۔ وزیر اسیران کے کلام کی سند ہو تو ٹھیک ہو۔ آج حکیم۔ امیر علی یہ لوگ سند کے قابل موجود ہین۔ مگر ان کے یہان کہین جگنی اور جگنو دونون ایک ہی معنی پر نہ ملین گے۔ اسوقت دیوان ہمارے سامنے نہین ہے۔ لیکن ہماری یاد اگر خطا نہ کرتی ہو تو خواجہ وزیر کا مصرعہ ہے ع کہین اڑ جائے نہ جگنی تری جگنو ہو کر۔ گو قافیے مین نہین ہے مگر کتابت جگنی کی شہادت ہے۔ اسکے علاوہ لکھنو موجود ہے زیور کے معنی مین فصحا جگنی بولتے ہین۔ اور کرمک شب تاب کے معنی مین جگنو۔ اور یون ہی صحیح ہے۔ اس صورت مین حضرت نیموی کا اعتراض جلال پر صحیح نہین ہو سکتا اور نہ یہ قول صحیح ہو سکتا ہے کہ جگنی اور جگنو ایک ہی معنی پر دونون صحیح ہین۔

ہمکو امید ہے کہ ایسے صریحی اغلاط پر حضرت شیر قیصر خود نوٹ دے کے ہمارے نیموی دوست کو اور ملک کو واقف کر دیا کرین اسلیے کہ ایسے مضامین سے فی نفسہ غلط بول چال کا صحیح ہونا مقصود ہے نہ یہ کہ صحیح بول چال غلط ہو۔ حالانکہ موجودہ حالت کے ساتھ ہمکو کیا کسی کو اس بات کی امید نہین ہے کہ ہمارے دوست نیموی لکھنو کی زبان جانتے ہین اور اوسکی صحت کر سکتے ہین۔ ہان وہ علم مین جلال سے اچھے ہین۔ اور صرف اسی رستے پر رہین تو اچھے رہین۔

اب راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ اڈیٹر آزاد نے اگرچہ دوستی کے پیرائے مین ایسے عنوان سے یہ مضمون لکھا ہے جس سے دیکھنے والون کو بادی النظر مین ضرور دھوکا ہوا ہو گا۔ کہ جو کچھ لکھا ہے انصافانہ لکھا ہے۔ مگر غور کرنے سے کالشمس فی النظیرہ روشن ہے کہ جا بجا تعصب کو بہت کچھ دخل دیا ہے۔ اسی کو دیکھیے کہ اسوجہ سے کہ اونکا بھی تخلص شوق ہے کہین مجھکو شوق نہین لکھا۔ حالانکہ سخن سنجان ہند مین میرے نام والقاب سے میرے تخلص کو زیادہ تر شہرت ہے۔ اور جلال کے مقابلے مین شوق ہی مناسب تھا۔ بہرکیف مجھکو ہنوز اس اختلاف کی خبر بھی نہ تھی کہ اڈیٹر شیر قیصر لکھنو کی یہ تحریر مورخہ ۳۰ - اکتوبر سنہ ۱۸۹۹ع آزاد کے جواب مین شائع ہوئی۔

جلال باکمال اور حضرت شوق

حضرت شوق صاحب اڈیٹر اخبار آزاد نے جلال باکمال اور حضرت شوق نیموی کی

علمی چھیڑ چھاڑ کے متعلق اپنی راے ظاہر فرمائی ہے جو ۲۵-اکتوبر کے آزاد مین چھپی ہے۔ اس راے مین شوق صاحب شوق صاحب سے یہ اختلاف فرماتے ہین یعنی یہ کہ جگنو اور جگنی جو شوق نیموی نے دونو صحیح ثابت کیے ہین وہ فرماتے ہین کہ یہ غلط ہے زیور کے معنی مین جگنی ہی صحیح ہے اور رند کا شمار مستند اساتذہ مین نہین۔ اخیر مین فرماتے ہین کہ ہمکو امید ہے کہ حضرت شیر قیصر خود نوٹ دے کے ہمارے نیموی دوست کو اور ملک کو واقف کر دیا کرین "ہم اپنے معزز دوست اڈیٹر آزاد کی خدمت مین عرض کرتے ہین کہ اڈیٹر شیر قیصر آپ کی اس عنایت کا شکریہ ادا کرتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ بلاشک بعض بعض باتون مین ہمارا اور حضرت شوق نیموی کا اختلاف ہو جاتا ہے مگر نہایت افسوس ہے کہ جگنی اور جگنو کے باب مین میری تحقیق اس پایہ کی نہین کہ مین اُس سے اختلاف کر سکون بلکہ اتفاق ہی کرتے بنتی ہے۔ کیونکہ جہان تک راقم نے اس ہفتہ مین بھی لکھنو کے شرفا سے تحقیق کیا مجکو یہی معلوم ہوا کہ جگنو اور جگنی دونو بولتے ہین جگنو بڑی جگنی کو کہتے ہین اور جگنی چھوٹے جگنو کو۔ دہلی مین بھی جگنی جگنو دونون بولتے ہین مگر آپکی تحقیق کو بھی مین غلط نہین کہہ سکتا۔ غالبا ایسا ہی ہو گا جیسا کہ آپ اور جلال فرماتے ہین۔ ہم اُمید کرتے ہین کہ ہمارے معزز ہمعصر ہمکو اس باب مین معذور سمجھین گے۔

تحقیق مزید محلات کے لوگون کی زبانی معلوم ہوا کہ فی زمانا جگنی کو جگنو نہین بولتے۔ چھوٹی بڑی ہر قسم کی جگنی کو جگنی ہی کہتے ہین اور جگنو بجز کرمک شب تاب کے ادبی اصطلاح مین اور کسی چیز کو نہین کہتے۔ اسواسطے زیور معروف کے معنون مین جگنو بیگماتی زبان مین متروک ٹھہرا اگر مکرر تحقیق کیا گیا کہ عموما شہر مین تو بھی بہت لوگ جگنو بولتے ہین انتہے۔

عجب اتفاق کہ اسی پرچے مین میرے ایک شاگرد "بیڈھب" لقب کی طرف سے جنکا تخلص واصل ہے آزاد کے خلاف یہ مذاقانہ مضمون چھپا۔

برہمی اے خوبرو اچھی نہین
یہ او لجھہ پڑنے کی خو اچھی نہین

ایک عرصے سے میان آزاد جگوری کو ہم دیکھ رہے ہین کہ خواہ مخواہ دل دکھانے کا آپ کو چسکا پڑ گیا ہے۔ عمدہ رایون سے اختلاف کرنے کی عادت ہو گئی ہے۔ اوپر سے طرہ یہ کہ مزاج یار کی طرح آپ شکون بھی ہین۔ طرفہ یہ کہ اگر کسی کتاب پر ریویو لکھنے بیٹھے تو وہ بے پر کی اڑانے لگے کہ

تو بھلی - ہمنے بارہا چاہا کہ اودھیڑبن کرکے آپ کو سمجھا دین مگر اس مصرع نے ہمین روک رکھا ع کلام تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا - اس ہفتے کے مشیر قیصر مطبوعہ ۲۱ اکتوبر مین مولانا تپش اونکے بارے مین لکھتے ہین "انتہا کے نازک طبع بلکہ مزاج یار معلوم ہوتے ہین" یہ مضمون پڑھتے ہی ہم پھڑک اوٹھے - کیونکہ اسمین ایک خاص لطف ہے جو ہمارے مولانا تپش کو بھی معلوم ہوگا سُنیے میان آزاد صاحب اپریل ۱۹۰۹ع کے پیام یار مین فرماتے ہین ؎ کیا مرین ہم ہین ابھی کم سن حسین + کچھ دنون جینا پڑا انکے لیے - ہم ہین ابھی کمسن حسین - کی بھی ایک ہی کہی ع ہاتھ لانا نگار کیا کہنا -

راقم - بیڈ ہب - از پٹنہ

اوڈیٹر صاحب آزاد مشیر قیصر مین یہ مضامین دیکھہ کر جامے سے باہر ہو گئے - بیڈہب کے مضمون کو تو بالکل کھا بدے - اور جگنو کے باب مین آزاد مورخہ ۸ - نومبر ۱۹۰۹ع مین یہ تحریر دھر گھسیٹی

جگنی اور جگنو

چوک ہمیشہ انسان سے ممکن ہے پھر اگر نیوی سے ہو تو کچھ تعجب کی بات نہین - تحقیق مزید مین حضرت مشیر قیصر نے انصاف کو دخل دیا ہے اور محلات کی زبان مین زیور کو جگنی ہی تسلیم فرمایا ہے - وہ جہان تک فصحا کے دائرے مین جگنی اور جگنو کو پیش فرمائین گے زیور کے معنی مین جگنی اور کرمک شب تاب کے معنی مین جگنو پائین گے - پھر وہ تحریر فرماتے ہین کہ عموماً بہت لوگ جگنو بھی بولتے ہین - اس موقع پر وہ خود انصاف فرمائین کہ عوام کی بول چال پر زبان کا اعتبار کہان تک صحیح ہے - شاید وہ خود اعتبار نہ فرمائین گے - اس لیے کہ بازارون مین قصبات اور دہات والون کے میل جول سے عام زبان صحیح نہین رہتی - اسی سبب سے ہمیشہ فصحا کی زبان پر اعتبار کیا جاتا ہے اور لکھنؤ کے فصحا اس سرے سے اوس سرے تک زیور کے معنی مین جگنی ہی کہتے ہین - جیسا حضرت جلال نے لکھا ہے - ہاتھ کنگن کو آرسی کیا - اب چھان بنان ممکن ہے - البتہ قصبات اور دہات مین جگنو بولتے ہین - مگر انکی بول چال ٹکسال باہر سمجھی جائے -

آزاد مین تو یہ چھپا اور جوبلی پیپر مورخہ ۱۶ - نومبر ۱۹۰۹ع مین ایک دوسرا مضمون سب دشتم آمیز نصرت علیخان نصرت لکھنوی کی طرف سے شائع ہوا - مگر میرا خیال یہ ہے کہ یہ مضمون

نصرت صاحب کا نہین ہے - کیونکہ جس کسی کو نہ جلال سے کچھ تعلق ہو اور نہ مجھ سے کچھ رنجش ہو اوسکی زبان قلم سے ایسے مضامین سرزد ہونا جنمین گالیون کی بھرمار ہو نہایت مستبعد ہے۔ قرینہ ایسا کہتا ہے کہ اڈیٹر آزاد نے خود لکھکر نصرت کے حوالے کیا اور میان نصرت نے مُفت کا مضمون پا کے بے سوچے سمجھے اپنے نام سے جوبلی پیپر مین چھپوا دیا - واللہ اعلم بالصواب - بہرکیف وہ مضمون یہ ہے -

جلال اور شوق نیموی

شوق نیموی نے پھر وہی وحشت کی لی اور نیمی کی زبان پر آپ جلال سے پھر اولجھے - کہتے ہین جگنو اور جگنی دونون ہم معنی ہین - چہ خوش آپ کو خبر بھی ہے کہ راے جمانے ہی کی ٹھہرا دی - اے جناب گفتگو زبان لکھنؤ مین ہے - زبان نیمی ضلع پٹنہ مین نہین ہے - جلال نے جگنو بمعنی پرندہ کرمک شب تاب - اور جگنی بمعنی زیور تحریر کیا تو صحیح اور بہت صحیح ہے فصحاے شہر لکھنؤ اسے یون ہی کہتے ہین - البتہ گنواری زبان نیمی کی جا ہے جو ہو - میان نیموی سیدھے سیدھے چلے جایئن تو چلے جایئن مگر اونکو اس جنون لاطائل نے کیون گھیرا ہے کہ وہ زبان لکھنؤ پر جلال سے بحث کرتے ہین - حالانکہ جلال لکھنوی اور وہ نیموی ہین - نیموی صاحب کو شاید یہ جاے ناز ہے کہ وہ چند دنون بغل مین کتاب دبا کے فرنگی محل مین پڑھے ہین - یہ شکل تو زبان دانی کی نہین ہے - اور پھر کتنے دنون لکھنؤ مین قیام پذیر رہے وہ خود ہی کہین - واقعی وہ اسقدر کم عرصے تک صرف بشکل طالب علمی رہے ہین کہ لکھنؤ کی معمولی بول چال سے بھی نابلد رہے نہ کہ زبان فصیح پھر اونکا یہ کہنا کہ جگنو اور جگنی بمعنی واحد ہین - کوئی جاے تعجب نہین ہے مشیر قیصر جو نیموی کی تیج پر ہے وہ بیفایدہ اپنے آپ کو مسنوا تا ہے - وہ طرفدار بھی کسکا ہے - ایک نیمی کے باشندے کا - اور کس بحث مین زبان لکھنؤ کی بحث مین - اور پھر کسکے مقابلے مین جناب جلال کے مقابلے مین فاعتبروا یا اولی الابصار -

مشیر قیصر نے اخبار مورخہ ۳ - اکتوبر مین حق کو تسلیم کرنے کا کچھ ارادہ کیا اور اسقدر تسلیم بھی کر لیا کہ محلات لکھنؤ کی زبانون پر جگنی ہی بمعنی زیور ہے - مگر اسکے ساتھ اپنی معمولی عادت کے موافق یہ بھی لکھ دیا کہ عموماً لوگ جگنو بھی بولتے ہین - عموماً مین اگر آپ سے لوگ بولتے ہین یا اور بادداری عوام بولتے ہین تو ہمکو کچھ بحث نہین ہے - ہم فصحاے شہر کی جانب توجہ کو محدود

قرار دیتے ہین جنکی گفتگو گویا زرِ سخن کے واسطے معیار ہے - مین حضرت جلال یا نیموی انمین سے کسی کا جنبہ نہین کرتا بلکہ حق بات کہتا ہون اور وہ یہ کہ نیموی جو زبان لکھنؤ سے ناواقف محض اور کوچۂ زباندانی سے نابلد ہین اون کو اِس فضول نویسی سے کہ جگنو اور جگنی دونون ہم معنے ہین سوائے لغو سمجھنے کے اور کوئی کیا خیال کرسکتا ہے مثال بھی کسکی پیش کی تھی رند کی جنکی سند آجتک کسی نے نہین تسلیم کی - بہت دفاتر موجود ہین - کسی کتاب مین کسی فہمیدہ شخص کے نظم سے کوئی شعر رند لبطور سند کے نیموی دکھادین تو مین جانون - حق یہ ہے - بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے - ایک زمانۂ دراز تک لکھنؤ کی خاک چھانتے تب شاید نیموی کچھ بول سکتے - ابھی وہ نیمی ہی کی جنگلی ہانک بولتے ہین - حضرت شیر قیصر کچھ اون سے دو ہاتھ اونچے جاتے ہین - حضرت آزاد بھی سندیت کے نافہم ہین جو شیر قیصر کو اِس امر کا مشورہ دیتے ہین کہ جہان نیموی سے چوک ہو وہ تصحیح کردیا کرین جب شیر قیصر کو خود بھی معلوم ہو کہ صحیح کیا اور غلط کیا ہے - راقم یعقوب علیخان قیصر

اِن پرچون کا جواب باصواب میرے ایک شاگرد کی طرف سے شیر قیصر مطبوعہ ۲۰ - نومبر ۱۸۹۹ع مین اِس طرح چھپا -

رند کی توثیق اور جگنو کی سند

عجیب تماشا ہے کہ جو صاحب حضرت جلال باکمال کے ہمدرد ہو کے سرمیدان تشریف لاتے ہین اونکی اچھی طرح مرمت ہو جاتی ہے - جگنو یعنی زیور مخصوص کے باب مین حضرت جلال کی تغلیط تو کچھ تعجبات سے نہین - کیونکہ چشم بد دور صحیح الفاظ کو غلط کہدینا اونکا تکیہ کلام ہے - مگر سخت تعجب تو ہمین اپنے پُرانے دوست حضرت جگوری سے ہے کہ حضرت جلال کی طرح جلال مین آکے ۲۵ - اکتوبر کے پرچہ آزاد مین آپ نے بھی جگنو کو اِن معنون مین غلط فرمادیا ع وزیرے چنین شہر یارے چنان - اور طرفہ یہ ہے کہ مولانا شوق جگنو کی سند مین جو رند مرحوم کا شعر لائے ہین آپ نے اسکے جواب مین بیچارے رند کے گلے پر چھُری پھیر دی کہ اونکو غیر مستند شاعر بنادیا - پہلے یہ سمجھ لینا چاہیے کہ رند کو ناواقفین نام کیون رکھتے ہین - اسکو یون سمجھیے کہ امیٹھوی ہونے کے سبب سے حضرت اسیر پر بھی اونکے معاصرین مُنہ آیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ یہ تو دہاتی ہین یہ کیا اور انکا کلام کیا - اِسی طرح رند کے معاصرین کہا کرتے تھے کہ انکا مولد و منشا تو فیض آباد کے لکھنؤ مین بود و باش کرنے سے قابلِ اعتبار نہین ہو سکتے - حالانکہ انصاف پسندون نے

یہ تعصب آمیز باتین ہرگز پسند نہ کین اور امیر و رند وغیرہ کو مستند مان لیا۔ چنانچہ خود حضرت جلال نے انکو مستند مان لیا ہے کہ جا بجا انکی سندین لائے ہین چنانچہ "جھنم" کی تذکیر کی سند رند ہی کے شعر سے دی ہے۔ پس حواریان جلال کو کچھ جاے گفتگو باقی نہ رہی۔ جب حضرت رند مرحوم کا مستند ہونا ثابت ہو گیا تو جگنو کے باب مین اونکا یہ شعر ضرور قابل استناد ٹھہریگا ؎ سرکا دوپٹہ شب کو جو گردن کے پاس سے ۔ جگنو کی طرح یار کا جگنو چمک گیا۔ رہی یہ بات کہ رند کے سوا اور شعرا نے بھی استعمال کیا ہے یا نہین۔ تو ہم بآواز بلند کہتے ہین کہ استعمال کیا ہے اور ضرور استعمال کیا ہے۔ اور دیوانون کو جانے دو ہمنے دیوان افسون اس خیال سے اوٹھایا کہ ہمارے حضرت جگوری اسیر یہ ہین اور اس دیوان کے مصنف جناب آغا حیدر صاحب تخلص بہ افسون جناب اسیر کے شاگرد ہین۔ اور یہ دیوان حال کا ہے۔ اگر اسمین سند ملجائے تو ہم اپنے پرانے دوست کی اچھی طرح مزاج پرسی کرین۔ خدا کی شان دیکھیے کہ ذرا سی اولٹ پلٹ مین یہ شعر نکل آیا ؎ شب کو یاد آئے اگر اوسکے گلے کا جگنو۔ جو شرارہ ہے مری آہ کا جگنو ہو جائے۔ اب ہم اپنے دوست سے پوچھتے ہین کہ کہیے کیسی کہی۔ اور کسکی زباندانی کی قلعی کھلی۔ اور سخت تعجب تو یہ ہے کہ حضرت جگوری آج کل لکھنؤ ہی مین ہین اور پھر بھی انکار کرتے ہین۔ حالانکہ ۳۰۔ اکتوبر کے مشیر قیصر مین حضرت محسن تحریر فرماتے ہین کہ "جہان تک راقم نے اس ہفتے مین بھی لکھنؤ کے شرفا سے تحقیق کیا مجکو یہی معلوم ہوا کہ جگنو اور جگنی دونون بولتے ہین" پہلے ہم حضرت مشیر کی اس تحقیق کا بہت شکریہ ادا کر کے کہتے ہین کہ اگر بالفرض آج کل کے اہل لکھنؤ اپنی لاعلمی بیان کرتے تو بھی مولانا شوق کے کچھ خلاف نہ تھا کیونکہ بہت سے الفاظ ایسے مستعمل شعرا ہین کہ وہ عام طور پر نہین بولے جاتے۔ اسکے علاوہ اگر یہ لفظ بالفرض شعراے حال کا متروک الاستعمال بھی ہوتا تو کچھ مضائقہ نہ تھا۔ کیونکہ صحت و عدم صحت مین بحث ہے نہ متروک و غیر متروک مین۔ اور اگر یہ کہیے کہ بقول حضرت مشیر بیگماتی زبان مین اسکا متروک ہونا ثابت ہوتا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ حضرت مشیر کو دو چار محلون مین دریافت کرنے سے یہی معلوم ہوا۔ علاوہ برین ظاہر ہے کہ اونکو کیا غرض پڑی تھی کہ وہان کی کل بیگمات کی زبان دریافت کرتے۔ اسکے علاوہ یہ کام کچھ آسان نہین۔ جس قدر اونھون نے تحقیق کی وہی قابل قدر ہے۔ بہرکیف اگرچہ ہم لکھنؤ سے اسوقت کوسون دور ہین مگر ہمکو یقیناً معلوم ہے کہ ہنوز وہان کی اکثر بیگمات جگنو بھی زیور مخصوص کے معنون مین بولا کرتی ہین

جسکو شک ہو وہان خوب اچھی طرح دریافت کرے۔ بہرکیف بیگماتی زبان مین مستعمل ہو یا متروک اِس لفظ کی صحت مین کچھ کلام نہین اور حضرت جلال کی تغلیط محض غلط ہے۔ اور مولانا شوق نیموی کی یہ تحریر کہ جگنی جگنو دونون صحیح ہین پتھر کی لکیر ہے کہ کسی کے مٹائے مٹ نہین سکتی۔

اب ہم ناظرین بامذاق سے عرض کرتے ہین کہ حضرت جگوری نے جگنو کو ناپسند اور جگنی کو پسند کیون فرمایا۔ آپکا یہ شعر ؎ کیا مرین ہم ہین ابھی کم سِن حسین ہ کچھ دنون جینا پڑا انکے لیئے مشیر قیصر مین یارون کا زیرمشق تو ہو ہی رہا ہے اور مشیر کی تحریر یہ کہہ رہی ہے کہ اکثر لوگ بڑی جگنی جگنو اور چھوٹی کو جگنی کہتے ہین۔ اور یہ تو ظاہر ہے کہ کمسن کو چھوٹی جگنی مناسب ہے۔ اب تو ہمارے ایک دوست اور بھی بھڑک اوٹھین گے اور باربار یہی فرمائین گے ع یہ حسین مجامین دو دن کے لیئے۔ اور حضرت جلال بہلا دریہ کہہ کہہ کے اوبھارینگے۔ اے مردان بکوشید تا جامۂ زنان نہ پوشید۔

راقم واصل عظیم آبادی

اور اڈیٹر مشیر قیصر نے اپنا یہ حاشیہ چھاپا کہ اِس ہفتے مین ہمنے کئی معزز رئیسون کے علاوہ پانچ نامی بیگمون سے اونکے محلون مین معتمر عورتین بھیجکر دریافت کیا تو اونھون نے فرمایا کہ ہم لوگ جگنو بولتے ہین۔ مگر صرف ایک بیگمصاحبہ نے جو واجد علی شاہ کا محل ہین جگنی فرمایا۔ اِس سے جگنی جگنو دونون کا صحیح ہونا اچھی طرح ثابت ہوگیا۔ جلال کی تحقیق ناقص ثابت ہوئی۔ حضرت آزاد اپنی تغلیط واپس لین۔ مشیر

اِسکے بعد مشیر قیصر مطبوعہ ۴- دسمبر ۱۸۹۹ء مین میان واصل کا یہ مضمون چھپا۔

جگنو کی فتح

چل کے اب عرض کر حضرتِ آتش سے زند معرکہ آپ کا یہ طفلِ دبستان جیتا

مولانا شوق نیموی نے جو زیور خاص کے معنون مین جگنی اور جگنو دونون کو صحیح فرمایا تھا اور حضرت جلال کے خیال کی تغلیط کی تھی تو ہمارے پرانے دوست حضرت آزاد بھی ؎ تا کہ مشہور ہون ہزارون مین ✤ ہم بھی ہین پانچون ہی سوارون مین۔ اِس معرکے مین خم ٹھونک کر کود پڑے۔ اور خاصے زباندان بلکہ اہل زبان بن بیٹھے۔ پھر تو کچھ نہ پوچھیے کبھی تو یہ دھر گھسیٹا (لکھنؤ موجود ہے زیور کے معنی مین فصحا جگنی بولتے ہین اور کرمک شب تاب کے معنی مین جگنو اور یون ہی صحیح ہے) اور کبھی یہ لکھا (لکھنؤ کے فصحا اب سرے سے اوس سرے تک زیور کے معنی مین جگنی ہی

کہتے ہین جیسا کہ حضرت جلال نے لکھا ہے) اور پر طرہ یہ کہ یہ بھی فرما دیا (آج حکیم امجد علی میان - ماہر - یہ لوگ سند کے قابل موجود ہین مگر ان کے یہان کہین جگنی اور جگنو دونون ایک ہی معنی پر نہ ملین گے) اجی حضرت ایسی دھمکیان اپنے لالہ چرنجی لال ہی کو دیا کیجیے - یار لوگ معلومات جناب سے خوب واقف ہین بہرکیف جگنو کے باب مین جو کچھ ہم پہلے لکھ چکے ہین وہی کافی ہے مگر ایک دوسری طرح سے آپ کی خبر لیتے ہین - اب سنبھل جائیے آپ جناب ماہر کو مستند مان چکے ہین ذرا خط ذیل ملاحظہ فرمائیے -

خط جناب ماہر لکھنوی بنام جناب شوق نیموی

مجمع الفضائل دام لطفہ بعد سلام مسنون کے التماس یہ ہے کہ عنایت نامہ پہونچا - مطالب مندرجہ معلوم ہوئے - شعرائے لکھنو نے جگنو اور جگنی دونون صورتون سے اس لفظ کو نظم کیا ہے میری رائے مین بھی استعمال لفظ مذکور کا دونون طور سے صحیح ہے - موافق آپ کے لکھنے کے بطور معائنہ عنایت نامہ دو شعر نظم کیے ہین اونھین لکھتا ہون -

کبھی آیا نہ چمکتا ہوا آنکھون کو نظر — بخت کا میرے ستارہ ہے کہ جگنو تیرا
ہلال طوق کا اوس ماہ جبین کی پرتو ہے — سہیل عکس ہے اوسکے گلے کی جگنی کا

آئندہ اپنی تصنیفات کے ارسال سے مسرور فرمایا کیجیے فقط

حررہ السید مہدی حسین ماہر عفی عنہ - ۲۱ - ربیع الاول ۱۳۰۷ھ

لکھنو - محلہ پاٹا نالہ

اب فرمائیے میان آزاد صاحب آپ کی وہ لن ترانیان کدھر گئین اور "اس سرے سے اس سرے تک" والا دعوی کیا ہوا کیسے کھیت کسکے ہاتھ رہا اور کلنگ کا ٹیکا کسکو لگا - لکھنو کا رہنا آپ کو کچھ کام نہ آیا اور آخر ہمنے گھر بیٹھے بھگا دیا - اسوقت تو ہمین چلو بھر پانی والی مثل یاد آتی ہے - آپ اکثر لوگون کو دبایا کرتے تھے - مگر اب عمر بھر یاد رہیگا کہ شیر قیصر کے کسی نامہ نگار سے کام پڑا تھا خیر گزشت آنچہ گزشت - اب اسی مین خیر ہے کہ اپنے پرچے مین اپنی غلطی کی مقر ہو کے صاف صاف جگنو کی صحت کا اقرار کیجیے ۔

راقم - واصل عظیم آبادی

اور ۱۱ - دسمبر ۱۸۹۵ء کے شیر قیصر مین میان بدھب کا یہ مضمون چھپا -

قیس و فرہاد گئے اب مری باری آئی

کہان ہین مدعیان زبان جو زیور کے معنون مین جگنو کو غلط بتاتے تھے۔ یون تو بہت کچھ سندین لکھی جا چکی ہین۔ اور مولانا شوق کی طرف سے سیکڑون اسناد پیش ہو سکتے ہین۔ مگر مین نے جو عرقریزی کی ہے اوسکو ملاحظہ فرمائین۔ والی رامپور خلد آشیان مرحوم ؎

کھا لین گے شب وصل رکاوٹ کی ادا پر ٭ ہیرے کی کنی وہ جو ہے جگنو مین تمھارے ٭

نہین نہین مجھسے چوک ہوئی کہ نواب رامپور کی سند پیش کی۔ ممکن ہے کہ اونھون نے رامپوری زبان استعمال کی ہو۔ اور حضرت امیر لکھنوی اونکے استاد سے یہ غلطی ہوئی کہ اونھون نے اسکو درست نہین کیا۔ خیر اسکو جانے دیجئے۔ جناب خورشید لکھنوی ؎

ملا تھا جو اِک دن وہ گل رو گلے سے چلی آتی ہے پھولون کی بو گلے سے اوٹھا لون مین آنکھون کا تارا سمجھکر اوتارے جو وہ ماہ جگنو گلے سے۔ جناب شبیر علی خانصاحب رسا لکھنوی ؎ عاشقون کے بخت کا اختر بھلا کوئی تو ہو۔ گر گلے مین آپکے جگنو نہین جگنی تو ہو۔

کہان ہین میان آزاد صاحب جو بڑے دعوے کے ساتھ جگنو کو غلط فرماتے تھے وہ ملاحظہ فرمائین کہ سب ملا کے کتنی سندین ہو مین۔ لاحول ولا قوۃ۔ یہ لوگ کوچہ سخن سے اسقدر نابلد ہین کہ باوجودیکہ سلامتی سے آج کل لکھنو ہی مین ہین۔ پھر بھی انکو معلوم نہین کہ جگنو بھی صحیح ہے۔ استغفر اللہ جہالت کا یہ زمانہ آگیا کہ ناواقفان لکھنؤ تو صحیح لفظون کا خون کرین اور یار لوگ اوسکی تصحیح مین خون جگر کھائین۔ المختصر جو لوگ جگنو کے منکر تھے اونکی شیخی کرکری ہوگی اور زباندانی کی قلعی کھل گئی۔ اب اونھین کسی کو شرم سے مُنہ نہ دکھانا چاہیئے ٭

راقم۔ بیڈھب۔ از پٹنہ

اور اِس مضمون کے ذیل مین اڈیٹر مشیر قیصر نے یہ تحریر لکھی۔

مشیر۔ اخیر کے شعر سے علاوہ جگنو کی سند کے ایک اور بات بھی ظاہر ہوتی ہے وہ یہ کہ بعض اہل لکھنو کا بیان جو ہم نے مشیر قیصر مطبوعہ ۳۰۔ اکتوبر مین قلمبند کیا تھا کہ بعض کے نزدیک جگنو بڑی جگنی کو کہتے ہین اور جگنی چھوٹی جگنی کو۔ اخیر کے شعر سے وہ مدعا ثابت ہے ورنہ ایک مصرع مین "جگنو نہین جگنی تو ہو" کے کیا معنی ہونگے۔ الحمد للہ کہ یہ بحث بحسن و خوبی انجام کو پھونچی۔ انتہٰے۔

اور ۸ - جنوری ۱۹۱۶ء کے مشیر قیصر مین پھر میان بڈھب کا یہ مضمون چھپا جسمین شنوی ترانۂ شوق مصنفۂ اڈیٹر آزاد کی کچھہ خبر لیگئی ہے -

بازیچہ اطفال ہے دُنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

حضرت تپش نے اپنے نازک مزاج دوست کی سفارش لکھی مینے اپنے اشہب قلم کی باگ روک لی - مگر جب وہ نہین مانتے اور خواہ مخواہ اولجھتے ہین تو کیونکر بدلہ نہ لون - دیکھو آج پھر قلم اُٹھاتا ہون اور اڈیٹر آزاد کی ثمنوی کی کچھہ خبر لیتا ہون - حضرت مشیر معاف فرمائین اور ناظرین ہنسنے لگائین -

ے برق ابر سیاہ کہیے + کالے پانی کی راہ کہیے - آپ نے یہ سیدھی مانگ کی تعریف لکھی ہے مگر تماشا تو یہ ہے کہ برق جب چمکتی ہے تو اُسمین پیچ وخم ضرور نظر آتے ہین -

ے اونگلی جو لبون کے درمیان ہے + دا مین دولب الف عیان ہے - یہ اور بھی شگوفہ ہے کہ شاہزادی کی تصویر جس وقت کھینچی جاتی تھی اوسوقت وہ دانتون کے نیچے اُنگلی دبائے تھی - ورنہ لبون کے درمیان اونگلی یعنی چہ -

ے رُخسارے حباب منہ ہے چشما + مجملی ہے زبان گفتگو کیا + آپ کو واللہ ذرا دیکھیے تو کہ حباب کیا ہین اوس چشمے کے لیے پہاڑ ہین کہ کبھی نہ سماسکین اور شاید اوسکے گال پھولے ہوئے تھے کہ بلبلے قرار دیے گئے -

ے رُخ ہے ملک فرنگ گویا + منہ قلعہ ہے بہر جنگ گویا + اہو ہو ہو دہانہ توپ بھی نہین بلکہ قلعہ تھا شاید اس مشہور شعر کا جواب ارشاد ہوا ہے ے ای موٹے میان وسعت تری موچھ کمر کا بھینسے کی کمر پر قلم لٹھ سے لکھون گا +

ے اب قابل صاد سینے باتین + سینہ تو ہے لوح یہ دواتین - چھاتیون کی تعریف مین جو یہ شعر ارشاد ہوا ہے بیشک قابل صاد ہے ایک صاد بھی نہین بلکہ دو دو صاد کیونکہ طفل دبستان تک جانتے ہین کہ ہر لوح کے لیے دو دواتین ضرور ہوا کرتی ہین -

ے قلعہ ہے شکم تو ذرہ ہے وہ ناف + یا بحر شکم بھنور ہے وہ ناف - یہ دوسرا قلعہ ہے جسکا پھاٹک بھی اعجوبہ روزگار ہے - ان اُنکھے خیالات کے کیا کہنے - آخر آجکل آپ گولا گنج مین

رہتے ہین نا۔

ع تعریف شعر مین عقل گم ہے + خاطر کو گران شاں خم ہے + میکش یون مست گفتگو ہین میخانے مین نقری سبو ہین۔ شعر تو نقری سبو ٹھہرے مگر یہ میری سمجھہ مین نہین آتا کہ میخانہ کسکو تصور کیا ہے۔ کہین میخانے کو تو نہین تجویز فرمایا ہے۔ اب خیال فرمایئے کہ دو ورقون مین اتنے نگو نے چھوڑے گئے ہین ابھی تو ساری مثنوی پڑی ہے۔

یاد رکھو کہ مین وہ موم کی ناک پوربی نہین کہ خواہ مخواہ ناواقفان فن کے آگے سر تسلیم خم کرون۔ یہ لوگ جب سر اوٹھائین گے منہ کی کھائین گے۔ اب مین حضرت مشیر کی خاطر سے کچھہ دنون کے لیے پھر اشہب قلم کی باگ روکتا ہون۔ آئندہ دیکھا جائے گا۔ جو کچھہ ہو مگر باکمال صاحب کا یہ جملہ بھی "اے مردان بکوشید تا جامۂ زنان نپوشید" غضب کا برا اثر تھا کہ حامیون نے جان تک لڑا دی اور داہ رے مین کہ بال تک بھی بیکا نہ ہوا۔

راقم۔ بیدھب۔ از پٹنہ۔

اسکے بعد شیر قیصر مطبوعہ ۱۲۔ مارچ ۱۹۰۸ء مین میرا یہ آخری مضمون چھپا۔

کوسون جلال والون کو مینے بھگا دیا
اس معرکے مین فتح کا ڈنکا بجا دیا

حضرت جلال لکھنوی کے باب مین اگر انصاف سے دیکھیے تو کبھی مجھے زیادتی نہین ہوئی۔ تالیف و تصنیف کا وہ نازک معاملہ ہے کہ استاد و شاگرد مین بھی کہین نہ کہین اختلاف ہو ہی جاتا ہے۔ ازاحۃ الاغلاط مین اگر ضمناً اونکی تنقیح اللغات کی رد بعض جگہہ ہو جاتی تھی تو انکو مجھے بگڑنا نہ تھا۔ مگر وہ اپنے زعم مین کسی کو کچھہ سمجھتے ہی کیا تھے۔ ذرا نہ سوچے کہ اسکا مآل کیا ہے اور آتا پ شتاپ رد تردید دہر گھسیٹی جسکا جواب باصواب رسالہ سرمۂ تحقیق لکھا گیا۔ اور جواب تشبہات کے علاوہ بہت سے جدید تعقبات کیے گیے جب اسکا جواب نہ ہو سکا تو بول بالا رہنے کو جعلی مراسلے مین سخت لفظون کے ساتھہ میری طرف سے معذرت چھپا دی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ مین نے پھر اشہب قلم کو جولان کیا اور اوس مراسلہ کا جعلی ہونا ثابت کر کے بہتیرے اغلاط مدلل طور پر ثابت کر دیے۔ اونکی تائید مین جہان کسی نے سر اوٹھایا منہ کی کھائی۔ لینے کے دینے پڑ گئے۔ حضرت جلال تعجب

میرے حق مین جو چاہین کہین مگر دل سے ضرور لوہا مان گئے - یہ کیا کم ہے کہ کہان تو آپکا یہ ادعا تھا کہ مجال نہین کہ میری تالیفات مین سے کوئی غلطی نکالے اور کہان اب یہ قول ہے کہ مین انسان ہون آخر انسان سے بھول چوک ہو ہی جاتی ہے - افسوس اونھین یہ بات اب سوجھی ورنہ یہ نوبت نہ آتی - بہرکیف اب جلال والے ٹھنڈے ہو گئے لہذا آج سے مین اپنے اشہب قلم کی باگ روکتا ہون - چونکہ میری تحریرات سے ایک عالم حضرت جلال سے بد اعتقاد ہو گیا ہے اور تالیف و تصنیف مین اونھون نے جو خون جگر کھایا ہے اوسکی بیقدری ہو رہی ہے مین اسکو پسند نہین کرتا کہ انصاف کا خون ہو اور اونکا دل بالکل کھٹا ہو جائے - بمضمون ع عیبے جملہ بگفتی ہنرش نیز بگو - صاف صاف کہے دیتا ہون کہ حضرت جلال کی تالیفات سے اگر کوڑا کرکٹ دور کر دئے جائین تو جواہرات سے تولنے کے قابل ہو جائین - مجھے تعجب ہے کہ بعض جگہہ حضرت جلال نے کچھ ایسی لغزش کھائی ہے کہ بیان سے باہر ہے - غالبًا انانیت کی وجہ سے یہ خرابیان پیش آئین ورنہ حضرت جلال کی شان سے اس قسم کے اغلاط محض بعید ہین المختصر اونکی تالیفات گو اغلاط سے پاک نہین مگر پھر بھی نہایت مفید و قابل قدر ہین - اور مین یہ نہین کہتا کہ مجھے کہین غلطی نہین ہوئی - بیشک بعض تالیفات مین بمقتضائے بشریت چوک ہو گئی ہے جو طبع ثانی کے زمانے مین انشاء اللہ تعالی درست کر دیجائیگی *

راقم - محمد ظہیر احسن شوق - نیموی -

اب مین اللہ کا شکر ادا کرتا ہون کہ ہر معرکے مین مجھے کامیاب رکھا - اور روز افزون ترقی عطا فرمائی - زباندانی کے باب مین اس سے بڑھ کے کیا ترقی ہو سکتی ہے کہ اساتذہ لکھنؤ و کملائے فن تک مانتے ہین - چنانچہ رسالہ تنبیہ جو بجواب اعتراضات شحنۂ ہند ارباب لکھنؤ نے شایع کیا ہے اوسکے صفحہ ۹ - مین لکھا ہے کہ جناب شوق نیموی عظیم آبادی جنکی لیاقت اس فن مین اور استعداد و دست نظر آج اظہر من الشمس ہے اونھون نے ایک ریویو[1] انتخاب پر لکھا ہے جسمین کچھ اشعار بھی انتخاب سے منتخب کیے ہین اور جان انتخاب اوسکا نام رکھا ہے اوسمین یہ شعر[2] بھی جناب تسلیم کا منتخب کیا ہے اگر عیب ہوتا تو ایسا کامل کبھی اسے جان انتخاب مین درج نہ کرتا - اس شعر کا رتبہ اس سے ظاہر ہے " اور صفحہ ۲۷ - مین جناب فاخر نے اس شعر

---

[1] یہ ریویو اخبار دار السلطنۃ کلکتہ مین چھپا ہے ۱۲ منہ

[2] یعنی ے حسن پایا جب سے یہ بھی تری جلوہ گاہ ہے ہوتی ہے روح فرحہ طرب سے نثار دل ۱۲ منہ

کی نسبت سے ۵ آندھی جو آج آئی ہے کعبے کی سمت سے + پھیلا ہے اُٹھ کے کیا یہ کسی کا غبارِ دل ۔ لکھا ہے اس شعر کو بھی حضرت شوق نیموی نے جان انتخاب مین درج کیا ہے یہ وہ شخص ہے اور ایسا بلند اسکا پایہ ہے کہ ملکِ سخن مین اسکے جھنڈے گڑے ہوئے ہین اگر کوئی دلیل اور کوئی نظیر بھی نہ بچاتی اور صرف اس شخص کا انتخاب مین سے انتخاب کرنا ہی پیش کیا جاتا تو کافی ووافی تھا کاملین و ماہرین فن اس شخص کے مرتبے کو بہت کچھ سمجھتے ہین - افسوس کی بات ہے کہ جس شعر کو اتنا بڑا محقق جان انتخاب مین درج کرے اوسپر حضرت میر بھی اعتراض کرین" حال مین فصیح الملک حضرت داغ دہلوی کو مین نے ایک نیاز نامہ مثنوی سوز وگداز کی تاریخ کے لیئے حیدرآباد لکھا تھا اور اپنی ایک غزل بھی بھیجی تھی - جناب ممدوح نے یہ عنایت نامہ مع قطعہ تاریخ ارسال فرمایا -

اریکہ آرائے بزم کمال محقق بیمثال دام عنایتکم - مین چھ مہینے تک ہمرکاب حضور بندگانعالی کے سفر مین رہا - اسی دورے مین آپ کا عنایت نامہ پہونچا - سواری مبارک بلدہ واپس آئی - شیر کے شکار سے نجات پائی تو شعر کی طرف توجہ ہوئی - حسب ارشاد قطعہ تاریخ حاضر اسکی رسید سے مطلع فرمایئے - غزل دیکھکر کیا دل خوش ہوا ہے - اچھون کی سبھی باتین اچھی ہوتی ہین - ہمیشہ کار لائقہ[۱] سے مع کلام تازہ کے مسرور فرماتے رہیئے فقط

اب مین پھر اپنی شاعری کا کچھ حال لکھتا ہون جو فوائد سے خالی نہین - مجھکو

---

[۱] اردو بلکہ فارسی مین بھی اکثر فصحا بعض مقام مین قواعد عربیہ کا قصداً لحاظ نہین رکھتے اور جا بجا ایسے الفاظ وتراکیب استعمال کر جاتے ہین کہ جو لوگ محض مُلّا ہوتے ہین وہ دیکھکر غلط بتانے لگتے ہین جیسے غفور کی صفت الرحیم مع اللام یعنی غفور الرحیم - اور بجالت نصب ابوحنیفہ کے عوض ابی حنیفہ اور بحالت جرابی حنیفہ کے بدلے ابوحنیفہ - مکان کی جمع مکانات حال کی جمع حالات - اسی طرح اکثر ایسے الفاظ جو مؤنث نہین اُنکی صفت کے ساتھ ہے بڑھا دیا کرتے ہین جسکو ہائے استحسانی کہنا چاہیئے - جیسے گناہ کبیرہ وغیرہ - مین نے ایک مقام مین عبارت لکھی تھی کہ "تخصیص غیر مرضیہ وتاویلات رکیکہ" ظاہر ہے کہ اگر غیر مرضیہ کے عوض یہان غیر مرضی استعمال کیا جائے تو برا معلوم ہوتا ہے - مگر بعض ارباب علم اسپر معترض ہوئے کہ تخصیص کی صفت مؤنث کیسی - مین نے اونکو لکھا کہ یہان ہائے استحسانی ہے نہ ہائے تانیث - چونکہ اسوقت کوئی سند موجود نہ تھی غالباً اونکی تشفی نہوئی - اب فصیح الملک حضرت داغ کا خط میرے قول کا شاہد ہے - کیونکہ "کار لائقہ" مین وہی ترکیب موجود ہے - اور حضرت تسلیم لکھنوی نے بھی مثنوی دل وجان[۲] مین یہ شعر نظم فرمایا ہے ۵ تاریخ مقررہ مین ٹھہرا + جانا سوئے کشورِ تمنا ۱۲ منہ

جس طرح مبتذل مضامین سے مجھے گھن آنے سے نفرت رہی اوسی طرح متروکات کے باب مین ہمیشہ ایک کد رہی جو لفظ برا معلوم ہوا ترک کیا اور جو لفظ میرے مذاق مین برا نہ ٹھہرا رہنے دیا۔ کہین تقلید شعراے کام لیا۔ اور کہین اجتہاد کو دخل دیا۔ اکثر الفاظ تو ایسے ترک کیے جنکو آجکل کے اکثر یا بعض شعراے لکھنؤ نے ترک کیا ہے۔ اور بعض لفظ ایسے بھی مین نے ترک کیے کہ جمہور شعرا استعمال کرتے ہین۔ اور مجھے علم نہین کہ آیا کسی نے اسکو ترک بھی کیا ہے مگر مجھے خود برے معلوم ہوے۔ اور بعض الفاظ ایسے بھی ہین کہ بعض شعراے حال نے ترک کیے ہین مگر اس خیال سے کہ اِن کے ترک سے زبان کا خزانہ ظم کی روانگی۔ بیان کی وسعت جاتی رہتی ہے مین اونکو استعمال کرتا ہون۔ غرض کہ تین طرح کے متروکات ٹھہرے اونکو علیحدہ علیحدہ جدولون مین لکھے دیتا ہون۔

متروکات مؤلف و دیگر شعرا

[illegible]	بجائے	کیفیت
آبہی	آپ ہی	یعنی آبہی بجاے مخلوطہ متروک ہے ۱۲
آخرش	آخر	آخرش ذوق دہلوی و سرور لکھنوی کے کلام مین جابجا موجود ہے۔ چونکہ بعض فصحاے حال احتیاط کلی رکھتے ہین۔ مین بھی استعمال نہین کرتا۔ مگر میرے نزدیک اردو مین یہ لفظ کچھ برا نہین۔ روزمرہ مین بکثرت مستعمل ہے ۱۲
آنکر۔ آنکے آنے کے نہین	آکر۔ آکے آیوانے ہی نہین	
از	سے	جیسے ع۔ یہ غیل اِس عہد کے ناسخ کم از حاتم نہین۔ مگر جہان جزو محاورہ ہو جیسے از خود رفتہ اکثر شعرا استعمال کرتے ہین ۱۲
انتظاری	انتظار	
اندھیارا	اندھیرا	
انکھڑیان	آنکھین	
اوپر	پر	جہان اوپر کے عوض پر استعمال کرسکتے ہون۔ اور یعنی فوق و بالا جیسے اوپر سے نیچے چلے آو۔ متروک نہین ۱۲

متروک	فصیح	کیفیت
اوجیالا	اوجالا	
اورن یا سقاط واو بروزن خزر	اور بروزن غور ۱۲	
اوکھون	جھون	ننے کے سوا کتے کا کوتے وغیرہ کے ساتھ متروک ۱۲
ایام	زمانہ	چونکہ ایام بمعنی حیض کثیر الاستعمال ہے لہذا اکثر کلمہ پہلو سے ذم پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسے ع یاد ہونگے تمھین اپنے ایام ۔ ع ۔ اونکے ایام ہین فرغت کے + پس جہان کہین پہلو سے ذم نکلتا ہو احتراز مناسب ہے ۱۲
بولا	بگولا	پیشتر بگولا ہی مستعمل تھا۔ بعض تلامذہ ناسخ نے بگولا کی عوض بولا استعمال کرنا شروع کیا۔ مگر فی الحال بولا متروک اور بگولا مستعمل ۱۲
بل بے		
بن	بغیر	
بوقت	وقت	جہان بے زائد ہو جیسے بوقت ذبح وغیرہ ۱۲
بیچ	مین	لیکن بیچ بمعنی وسط۔ جیسے بیچون بیچ متروک نہین ۱۲
پابوسی	پابوس	
پَر	لیکن	
پہ	پر	اگر کہین پر نظم نہین ہوتا اور پہ موزون ہوتا ہے تو اس لفظ کے بعد ایسا کلمہ لاتے ہین جسکے شروع مین الف ہوتا ہے تاکہ رے ثابت رہے اور الف گرجائے۔ جیسے ع ۔ دل پر اک چوٹ عشق کی کھائی ۱۲
پیالا بیاے مخلوط	پیالہ بیاے غیر مخلوط	
پیر	پاؤن	
تب	اوسوقت	اور جب نہ تب متروک نہین کیونکہ یہ جزو محاورہ ہے ۱۲
تلک	تک	
تلے	نیچے	مگر جہان کہین تلے جزو محاورہ ہو تو متروک نہین ۱۲

متروک	فصیح	کیفیت
تم نے سمجھا	تم سمجھے	
جا	جگھہ	جیسے کس جا گئے تھے۔ اور جابجا اور جا و بیجا ایسے الفاظ جہان ترکیب فارسی ہے متروک نہین ١٢
جانی	جانان	تنہا جانی برا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے اے جانی وغیرہ۔ لہذا اکثر شعرا احتراز کرتے ہین۔ مگر ترکیب کے ساتھ۔ جیسے یار جانی وغیرہ استعمال کرتے ہین
جون یعنی مانند ١٢	مثل	جون تون۔ اور جون جون متروک نہین کیونکہ یہان جون کے معنے مانند کے نہین ہین ١٢
خودرفتہ	از خود رفتہ	کیونکہ خودرفتہ فارسیون کے کلام مین پایا نہین جاتا۔ شاید کسی نے احیاناً استعمال کیا ہو۔ مگر عموماً از خود رفتہ دیکھا جاتا ہے ١٢
ذری	ذرا	
زور	عجیب	
سدا	ہمیشہ	
سمیت	ساتھ	
سو	وہ	جیسے ع۔ تمھارا جو عاشق تھا سو مرگیا۔ مگر بعض جگہہ یہ لفظ جان فصاحت ہے۔ جیسے جو ہو سو ہو ١٢
طرح سے	طرح	چونکہ طرح کے بعد سے زائد ہوتا ہے لہذا بعض شعرا قطعی احتیاط رکھتے ہین۔ مگر چونکہ اہل زبان کی روزمرہ گفتگو مین یہ لفظ بکثرت مستعمل ہے بعض شعرا بے تکلف استعمال کرتے ہین۔ اور بعضے اسطرح جسطرح کسطرح۔ کے بعد سے استعمال نہین کرتے اور صرف طرح کے ساتھ سے استعمال کرتے ہین۔ جیسے تمھاری طرح سے ١٢
کا سا	سا۔ کے ایسا کا ایسا۔	جیسے ع چہرہ یار ہے قمر کا سا۔ شعرائے دلی نے اکثر استعمال کیا ہے۔ مگر اب احتیاط رکھتے ہین۔ اور اسکے عوض رہتا وغیرہ باندھتے ہین۔ مگر بعض جگہہ سا بھی برا معلوم ہوتا ہے ١٢

متروک	فصیح	کیفیت
کون	کیا	غیر ذی روح کے لیے اکثر شعرا صرف کون استعمال نہین کرتے یا تو اسکے بعد سے بھی ضرور لاتے ہین - جیسے کون سی چیز - کون سی بات - یا اسکے عوض کیا استعمال کرتے ہین - جیسے کیا چیز - کیا بات -
کیسے	کیونکر	کیسے بمعنی کیونکر متروک ہے اور کیسے کیسے لوگ گزر گئے - اسمین کچھ مضائقہ نہین ۱۲
گھائل بکسر یا ۱۲	گھایَل بفتح یا ۱۲	اسکی بحث رسالہ اصلاح مین بسط کے ساتھ لکھی گئی ہے ۱۲
گر	اگر	
مت	نہ	
موا	مرگیا - مرا	
مَوسِم بفتح سین	مَوسَم بکسر سین	
نَشَا بحرکت ثانی ۱۲	نَشْہ بسکون ثانی ۱۲	
نے	نہ	
وان	وہان	
ولیکن - ولیک وے - لیک	لیکن	
وہ ہی	وہی	
یہ ہی	یہی	
وے	وہ	
دیکھ	دیکھ کر	دیکھ جیسے ع - دیکھ یہ بات وہ حیران ہوئے - یون باندھنا چاہیے ع - دیکھ کر یہ بات وہ حیران ہوئے ۱۲

ناجائز	جائز	کیفیت
ہوے	ہو	جہان صرف ہو کافی ہے جیسے یہ اگر ہوے تو ایسا کرون۔ ہوے کی عوض ہو استعمال کرنا چاہیئے ۱۲
یان	یہان	
جاوے۔ کھاوے	جائے۔ کھائے	قس علیٰ ہذا
دیکھکرکے سنکرکے	دیکھہ کر سنکر	
احبابون اخبارون اسرارون	احباب۔ اخبار۔ اسرار	اور پرچہ اخبار کے معنون مین اخبار کی جمع اخبارون متروک نہین ۱۲
چکھا رکھا لکھا بالتخفیف ۱۲	چکھا۔ رکھا۔ لکھا۔ بالتشدید	ابدا و تھا بالتشدید اور بالتخفیف دونون طرح مین استعمال کرتا ہون۔ مگر تشدید کے ساتھ زیادہ فصیح ہے ۱۲
پیجے۔ دیجے لیجے۔ کیجے	پیجیے۔ دیجیے لیجیے۔ کیجیے	جیم کے بعد صرف ایک یے کے ساتھ متروک ہے ۱۲
قافیہ مجہول و معروف	مجہول با مجہول معروف با معروف	جیسے چور کا قافیہ شور اور تیر کا قافیہ دیر ۱۲
الف ندا	اے	جیسے دلا۔ زاہدا۔ ساقیا۔ اور تخلص کے ساتھ نہایت ہی مذموم ہے۔ ایک جگہہ حضرت آتش نے جو آتشا استعمال کیا ہے لوگ نام رکھتے ہین ۱۲
سقوط واو		افعال ہندیہ کے آخر سے حرف واو کو اکثر شعرا گراتے ہین مگر اسمار کے آخر سے گرانا بالکل معیوب سمجھتے ہین جیسے ع۔ آنسو بہتے ہین چشم گریان سے
عربی و فارسی الفاظ کے آخر سے حروف علت گرانا۔		اور بعض شعرا بحالت اجتماع یائین جیسے جدائی۔ صفائی۔ یائے آخر گراتے ہین مگر مؤلف کو احتیاط ہے ۱۲

متروکاتِ بعض شعرا [لہ]

کیفیت	فصیح	متروک
مین دونون طرح استعمال کرتا ہون ۱۲	ایک	اک
شخص واحد کی نسبت بعض شعرا لفظ اہل استعمال نہین کرتے زید اہل ہنر ہے کے عوض زید صاحب ہنر ہے استعمال کرتے ہین مین التزاماً تارک نہین ۱۲	صاحب	اہل
	خوش کرنا	بہانا - بہاے مخلوط ۱۲
اس کلمہ کو عربی و فارسی کلمہ کے ساتھ - جیسے دیوانہ پن وغیرہ بعض شعرا استعمال نہین کرتے ہین ۱۲		پن
مین دونون طرح استعمال کرتا ہون ۱۲	پہنانا	پنہانا
مین دونون طرح استعمال کرتا ہون ۱۲	تیرا - میرا	ترا - مرا
سارا کا استعمال دو طرح ہے - ایک بجاے ہر فرد جیسے سارے گل مرجھا گئے - دوسرے بجاے ہر جزو - جیسے سارا گھر جل گیا - ساری رات گزر گئی - جناب بحر اور انکے اتباع نے سارا بمعنی کل افراد کو ترک کیا ہے ۱۲	سب	سارا
میرے نزدیک ہی کلمہ زائد نہین - سب اور سبھی کے مفہوم مین بڑا فرق ہے ۱۲	سب	سبھی
بحالت عدم ترکیب فارسی بعض شعرا بالکسر ہی استعمال کرتے ہین مگر میرے نزدیک اگرچہ بالکسر بھی جائز ہے لیکن بہر صورت بالفتح اچھا ہے ۱۲	سِر بالکسر ۱۲	سَر بالفتح ۱۲
جیسے ع - دل وجان سے اوپر مین شیدا ہوا - اور بعض شعرا سر مصرع نہین گراتے - ۱۲	مین مع الیا ۱۲	ہین - بالفتح بسقوط یا

لہ یہ وہ متروکات ہین جنکو مؤلف نے التزاماً ترک نہین کیا ۱۲ منہ

ناجائز	جائز	کیفیت
وُصلت	وصل	بعض شعرائے وُصلت کو ترک کر دیا ہے مگر وجہ ترک سمجھہ مین نہین آتی فقط یہ لفظ صحیح استعمالاً بھی جائز۔ اگر تنے نے قصور کیا ہے تو مدحت۔ نصرت ایسے الفاظ بھی ترک کیے جائین ۱۲
ہاے مُخْتَفِیہ ۱۲	ہاے ملفوظہ ۱۲	مین دونون طرح استعمال کرتا ہون ۱۲
ہنوز	ابتک	
ہاے مختفیہ	ہاے مظہرہ	
بتلانا دکھلانا	بتانا دکھانا	بعضون نے لام زائد سمجھہ کر بتلانا وغیرہ کو ترک کیا ہے مگر جناب جلال لکھنوی اسکے خلاف ہین وہ رسالہ منتخب القواعد مین لکھتے ہین کہ "ان مصادر مین لام زائد اور بیکار نہین ہے فائدہ تعدیہ کی تاکید کا دیتا ہے"، بہرکیف لام زائد ہو یا لام تاکید میرے نزدیک مع اللام غیر فصیح نہین۔ کیونکہ روزمرہ کی بول چال مین مع اللام بکثرت مستعمل ہے۔ جناب منیر جو متروکات کے بہت بڑے پابند تھے وہ بھی استعمال کرتے تھے۔ منیر افسردہ ہون پابندیِ عطف و اضافت سے ۔ وگرنہ لطف دکھلاتا سخن مین گرہبان کا۔ اور کہلانا اور کھِجلانا لام ہی کے ساتھہ فصیح ہے۔ اسکے عوض کہانا اور کھِجانا غیر فصیح ۱۲
دیکھہ کر سنکر	دیکھکے سنکے	مین دونون طرح استعمال کرتا ہون۔ بلکہ میرے نزدیک دیکھہ کے سے دیکھکر فصیح ہے ۱۲
قافیہ لفظ فارسی و عربی یا لفظ ہندی		حال کے بعض شعراے لکھنو نے یہ قاعدہ نکالا ہے کہ خنجر کو تہجر کے قافیے مین نہین لاتے مین مگر میری سمجھہ مین نہین آتا کہ فصاحت مین کونسا دھبا لگتا ہے جو اس قسم کے تقفیہ سے احتراز کرتے ہین
حذف حرف ندا		بعض لوگ ذے حرف ندا کا حذف تخلص کے سوا کہین اور جگہہ پسند نہین کرتے مصرع دل کا خون ہو تو ہو مگر منادیٰ کے ساتھہ حرف ندا ضرور لاتے ہین۔ مین اسکے بالکل مخالف ہون ہان جہان کہین حذف سے کلام بالکل غیر فصیح معلوم ہوتا ہو وہان مین بھی حذف نہین کرتا۔ اور میرے نزدیک تو بعض جگہہ بحذف ندا ہی فصیح ہے ۱۲

نام جز	کیفیت
تاخیر نون نافیہ	بعض شعرا فعل کے بعد نون نافیہ استعمال نہین کرتے ع بولا نہ کبھی فضول اک بات۔ اسکو یون باندھین گے ع اک بات فضول مین نہ بولا۔ میرے نزدیک اگرچہ تقدیم نون فصیح ہے۔ مگر عند الضرورۃ مین ایسی خفیف تعقید جائز رکھتا ہون ۱۲
الفاظ ہندیہ کے آخر سے الف کا گرانا	بعض شعرا لفظ ہندی کے آخر سے واو معروف اور یاے معروف کو گراتے ہین۔ مگر الف نہین گراتے۔ اور بعضے باستثناے کلمہ کا نہین گراتے۔ مین کہتا ہون کہ جب الف نہین گراتے ہین تو واو اور یے بھی نگرائین۔ الف کی تخصیص یعنی چہ۔ بہرکیف مولف عند الضرورۃ عموماً الف گرادیا کرتا ہے مگر مصرع کے رکن اول سے گرانے مین احتیاط رکھتا ہے جیسے ع کہا ان سے کہ کیون خفا ہین آپ۔ قلق مرحوم بھی رکن اول سے الف گرانا پسند نہین کرتے تھے ۱۲
مہمانون کا قافیہ مینخانون وغیرہ	بعض شعرا نے اس قسم کے قوافی ترک کیے ہین اور وجہ یہ بیان کیجاتی ہے کہ بعد حذف زوائد مہمان اور مینخان رہجاتے ہین مینخان کے کچھ معنی نہین۔ مین کہتا ہون کہ قافیہ کا بامعنی ہونا کچھ ضرور نہین۔ دیکھو غم کا دم کا کے ساتھ چمکا بالاتفاق جائز ہے۔ چم جو قافیہ ہے اوسکے کیا معنے ۱۲
نون غنہ	بعض شعرا بحالتِ عدم ترکیب فارسی ضرور اعلان نون کرتے ہین۔ اور مین بھی حتی الوسع اخفاء نون نہین کرتا خصوصاً الفاظ سہ حرفی مین جیسے جان خون دین وغیرہ۔ مگر جہان کہین اعلانِ نون سے مضمون کا خون ہوتا ہے وہان مین نون غنہ استعمال کرتا ہون ۱۲
قافیہ شمشیر با تیر وغیرہ	چونکہ کتب لغات مین لکھا ہے کہ شمشیر مرکب ہے شم بمعنی ناخن اور شیر بیاے مجہول سے لہذا جناب جلال وغیرہ نے تیر و شمشیر مین اختلاف معروف و مجہول سمجھ کے ترک کیا ہے مین کہتا ہون کہ شمشیر شم اور شیر سے اگر مرکب ہے تو ہوا کرے۔ مگر تلوار کے معنون مین یہ لفظ بیاے معروف ہی بولا جاتا ہے پس تیر وغیرہ کے ساتھ باندھنے مین اختلاف معروف و مجہول لازم نہین آتا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شعرا جنکو اختلاف معروف و مجہول سے احتراز ہے بے کھٹکے تیر و شمشیر باندھتے ہین ۱۲

متروکات مؤلف عفی عنہ

الفاظ	کیفیت
آنچک	آنچک بجائے آنجا دیچک بجائے دیجا لوگ استعمال کرتے ہین۔ جناب جلال لکھنوی نے کہین آنکھون مین آنچک نزع کی آسان ہو مشکل + کلیجائے وہ دم جو بستہ ہے راہ مین تیری + میرے نزدیک یہ لفظ رکیک معلوم ہوتا ہے ۱۲
آئیو۔ جائیو۔ کہیو۔ وغیرہ	ان کے عوض آنا جانا کہنا۔ وغیرہ ۱۲
ازخودرفتہ	چونکہ از کے ساتھ اردو مین یہ کلمہ مجکو بُرا معلوم ہوتا ہے اور خود رفتہ مین لوگون کو تامل ہے لہذا مین نہ ازخودرفتہ استعمال کرتا ہون نہ خودرفتہ بلکہ اسکے عوض وارفتہ استعمال کرتا ہون جسکے معنے وہی ازخودرفتہ کے ہین ۱۲
اے بلبلو اے زاہدو وغیرہ	اسکے عوض مین بلبلو۔ زاہدو وغیرہ استعمال کرتا ہون۔ مگر جب اس قسم کے منادی کے بعد صفت یا اضافت لیے ہوتا، تو اظہار حرف ندا ہی فصیح ہے۔ جیسے اے میرے پیارے دوستو ۱۲
بِچھا	بالتشدید میرے نزدیک نہایت مکروہ ہے ۱۲
بغل آغوش ۱۲	جیسے ع۔ آجکل یار میرے بر مین ہے ۱۲
بَن بالفتح ۱۲	
پُر	جیسے ع۔ ہوے جام دل میرا ہے اب پُر۔ صوت کریہہ پیدا ہونے کے علاوہ یہ لفظ رکیک بھی معلوم ہوتا ہے۔ مگر بحالت ترکیب جیسے دیدہ پُرنم و نہر پُرآب چونکہ نہ رکاکت رہتی ہے نہ بوے ذم۔ لہذا فقیر استعمال کرتا ہے ۱۲
چاہت	
سجھون	سین علحدہ کرنے سے صوت کریہہ پیدا ہوئی ہے ۱۲

الفاظ	کیفیت
کاہیکو	میرے نزدیک یہ لفظ رکیک ہے ۱۲
مُردن	شعرائے ہند اور مصادر فارسیہ کو تو اب استعمال نہین کرتے مگر مردن کو آجتک استعمال کرتے ہین جیسے دم مُردن وقتِ مُردن - مگر مین اِس مصدر کو بھی اُردو مین استعمال نہین کرتا ۱۲
قافیہ مُردہ بار بردہ	عروضیون کا اتفاق ہے کہ اگر روی متحرک ہو تو اوسکے ماقبل کی حرکت کا اختلاف جائز ہے اِسی بنا پر لوگ چلے کا قافیہ کھُلے خستہ کا قافیہ شُستہ باندھا کرتے ہین - چونکہ یہ اختلاف مجکو بُرا معلوم ہوتا ہے مین اس سے احتیاط کلی کرتا مگر جب یای کے بعد حرف زائد دو مین ملتے ہین جیسے جلادن اور ملادن تو مین بھی احتراز نہین کرتا ۱۲
چھڑائے لکھنؤ کا قافیہ فدائے لکھنؤ وغیرہ	واضح ہو کہ نظم فارسی و اُردو مین حرف مکتوبی کا قافیہ غیر مکتوبی جیسے ملے عاشق اور دلِ عاشق جائز نہین مگر تعجب ہے کہ پھر بھی اکثر اساتذہ ہند نے اِس قسم کے شعر لکھے ہین جیسے آسمان کی کیا ہے طاقت جو چھڑائے لکھنؤ - لکھنؤ مجپر فدا ہے مین فدائے لکھنؤ - اِس شعر مین چھُڑائے کا الف روی ہے اور ہمزہ وصل اور یے خروج ہے - اور فدا ے مین الف روی اور یے وصل اور چونکہ یائے مکسورہ لہجہ مین ہمزے سے بدلجاتی ہے جیسے آرائش - فرمائش - لہذا یائے فدائے بھی ہمزے سے بدل گئی ہے اور بوجہ اشباع کسرۂ اضافت تلفظ مین ایک اور یے پیدا ہو گئی ہے پس جسطرح ہو گئے روشن کا قافیہ میرے روشن جائز نہین اوسیطرح چھڑائے لکھنؤ کا قافیہ فدائے لکھنؤ جائز نہین ہو سکتا - کیونکہ چھڑائے مین خروج ملفوظی ہے اور فدائے مین خروج ملفوظی نہین - یا یون سمجھو کہ چھُڑائے ساکن الآخر ہے کیونکہ افعال ہندی و فارسی متحرک الآخر نہین ہوتے اور فدائے لکھنؤ مین فدآے بوجہ اضافت متحرک الآخر ہے - یہ ایک باریک بات ہے جسکو شعرا نے خیال نہین کیا - بہر کیف جو لوگ یہ سمجھہ کے کہ ہمارا کلام تعقیبہ حرف مکتوبی و ملفوظی سے پاک ہے اِس قسم کے قوافی استعمال کرتے ہین وہ بیشک غلطی مین پڑے ہین - ہان جو لوگ یہ سمجھہ کے کہ اساتذہ نے یہ قوافی استعمال کیے قصداً تعقیبہ مکتوبی و ملفوظی کے روادار ہین اونپر کچھہ اعتراض نہین ۱۲

اب ناظرین پر ظاہر ہو گیا کہ متروکات کی وجہ سے میری شاعری کا میدان کسقدر تنگ ہو رہا ہے - یان وان - پہ - گر - اور - باسقاط واو - پر - بمعنی لیکن - سدا - وغیرہ - ایسے الفاظ جنکے استعمال کی اکثر ضرورت پڑتی ہے اور اکثر لوگ بے کھٹکے استعمال کرتے ہین - مین استعمال نہین کرتا - اسمین شک نہین کہ حتی الوسع ان سب لفظون سے احتیاط چاہیے - کیونکہ روزمرے مین جو لفظ جس طرح بولا جاتا ہے اوسی طرح اوسکو نظم کرنا فصیح ہے - اسی قاعدے پر بیسیون لفظ متروک ہوئے اور روز بروز متروک ہوتے جاتے ہین - مگر اسکے یہ معنی نہین کہ نظم مین بوجہ عدم وسعت کوئی اور خرابی بڑھ کے پیدا ہو جائے تو ہو جائے مگر متروکات کی پابندی نہ چھوٹے - اکثر دیکھا گیا کہ جو لوگ یہ وغیرہ استعمال نہین کرتے اونکے کلام سے مزہ جاتا رہتا ہے کیونکہ ان الفاظ کے نکالنے مین خواہ مخواہ اونھین دقت واقع ہوتی ہے اور بسا اوقات ترکیب کے تغیر و تبدل سے زبان کا لوچ باقی نہین رہتا - اور مین تو ان متروکات کا پابند ہوتا مگر کیا کرون اب لوگ روز بروز پابند ہوتے جاتے ہین - اور اس قسم کے لفظون کو عجز طبیعت پر محمول کرتے ہین - اور تو اور مولف کے اساتذہ مین سے جناب تسلیم لکھنوی جو پیشتر پابند نہ تھے اب وہ بھی اکثر متروکات کا لحاظ رکھتے ہین - اونکی حال کی مثنوی دل و جان یان وان سدا ایسے الفاظ سے پاک ہے - اور حضرت شمشاد تو ابتدا سے پابندی کرتے ہین - انکا دیوان اول اکثر متروکات قسم اول سے اور دیوان دوم کل متروکات قسم اول سے پاک ہے بلکہ یہ تو بجز کلمہ "کا" الف بھی نہین گراتے اور اعلان نون کے باب مین سخت خیال رکھتے ہین - خلاصہ یہ کہ انھین وجوہ سے مین بھی قسم اول متروکات کا التزاماً تارک ہون ورنہ مین ایسے کثیر الاستعمال الفاظ کو ترک کرکے میدان شاعری کو تنگ نہ کرتا - اور مین نے جو خاص اپنے جی سے چند الفاظ ترک کیے ہین اوسکی وجہ یہ ہے کہ فی نفسہ وہ رکیک ہین دوسرے وہ کثیر الاستعمال نہین جنکے ترک کی وجہ سے زیادہ دقت واقع ہو - بہرکیف باوجود پابندی متروکات مجکو یہ ضرور خیال رہتا ہے کہ زبان کی روانگی پر آنچ نہ آنے پائے - پیشتر میرا انداز سخن کچھ اور تھا نوک کے شعر زیادہ پسند تھے - اب عاشقانہ رنگ کے صاف صاف مزیدار شعر مرغوب خاطر ہین - مین نے اپنا دیوان چار دفعہ مرتب کیا - اور ہر دفعہ بیسیون غزلین اور سیکڑون اشعار جن پر مجکو پیشتر ناز تھا - خارج کر دیے اب چھوٹا سا دیوان رہگیا ہے - ہرچند ملک والے قدردانی سے برابر میرے دیوان کا اشتیاق ظاہر کیا کرتے ہین اور برابر خطوط بھیجکر طبع کا حال

دریافت فرمایا کرتے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ مجھے موجودہ دیوان بھی باوجود اسقدر انتخاب کے پسند نہیں - پھر چھپواؤں تو کیا چھپواؤں - اب وہ اگلا شوق نرہا - دینیات کے مشاغل سے غزل گوئی یکقلم موقوف ہے - ہاں اگر پھر کبھی شوق بھڑکا تو عجب نہیں کہ خاطر خواہ دیوان طیار ہوجائے - موجودہ دیوان سے چند اشعار انتخاب کرکے لکھتا ہوں - جن سے حضرات ناظرین میرے مذاق کا اندازہ کرسکتے ہیں اور سمجھ سکتے ہیں کہ میں کس رنگ کے شعر پسند کرتا ہوں -

حمد کے اشعار

دل میں ہے یاد تیری آنکھوں میں نور تیرا
جس گھر کو میں نے دیکھا پایا ظہور تیرا

جلوہ ترا عیاں ہے پستی ہو یا بلندی
پھولوں میں بو ہے تیری تاروں میں نور تیرا

یہ سر ترے قدم پر یونہیں پڑا رہیگا
جبتک نہ تو کہے گا بخشا قصور تیرا

گردن جھکانے میں ہی کیا سربلندیاں ہیں
پایا مراقبے میں اکثر حضور تیرا

کہتا ہوں صدقِ دل سے دونوں کو خوشنما ہیں
مجھکو تو عجز میرا تجھکو غرور تیرا

اپنی رگِ گلو سے پایا قریب تجھکو
غفلت یہ تھی کہ رستہ سمجھے تھے دور تیرا

اپنے کرم کے صدقے محشر میں بخشدینا
ہے اک ذلیل بندہ **شوق** اے غفور تیرا

عاشقانہ اشعار

کسی طرح خمِ گیسو سے دل نکل نسکا
ہزار پیچ کیئے کوئی پیچ چل نہ سکا

جو چلمن اوسنے اوٹھائی تو میں سنبھل نسکا
گرا تو اوٹھ نسکا اور اوٹھا تو چل نسکا

کسی کو دیکھتے ہی بے نقاب محشر میں
ہزار دل کو سنبھالا مگر سنبھل نہ سکا

دیگر

اودھر رخ سے گھونگھٹ اٹھانا کسی کا
ادھر کھا کے غش تلملانا کسی کا

سرِ بزم تم اور غیری نگاہیں
اجی کھل گیا دل چرانا کسی کا

چمن میں جو گلچین نے کچھ پھول توڑے
تو یاد آگیا دل دکھانا کسی کا

دیگر

رقیبون سے رہا کرتے ہین جس بُت کے لیے جھگڑے — خدا جانے قیامت مین ادہر وہ یا اودہر ہوگا

دیگر

بن کے پیمانۂ مے تا لبِ دلبر آیا — بوسہ لینے کو مین کیا بھیس بدل کر آیا
ہائے رے حسرتِ دیدار مین سمجھا کچھ اور — ملک الموت دمِ نزع جو سر پر آیا

دیگر

ہم ڈھنگ بتاتے ہین تمھین ناز و ادا کا — پردے مین وفا کے رہے کچھ لطف جفا کا
سمجھے کہ نہین سُن کے جسے تم ہوئے بے چین — تھا ساز کسی ٹوٹے ہوئے دل کی صدا کا
چھوٹا کہین دل اور کہین گر پڑے آنسو — غربت مین چھٹا ہے تعلق رُفقا کا

دیگر

خانۂ دل کی خبر بھی کچھ تمھین ہے یا نہین — جسمین تم رہتے تھے اب وہ یاس کا گھر ہوگیا
دعوئے اُلفت تو رکھتے ہو مگر ہے کچھ خبر — ہجر مین کیا حالِ شوق اے بندہ پرور ہوگیا

دیگر

آپ کے زہد کو جب مانتے اے حضرتِ شیخ — آپ کا دل بھی کسی شوخ پر آیا ہوتا

دیگر

خدا کی شان ہے مجکو وہی اب ذبح کرتے ہین — ہلا دینا تھا دل جنکا تڑپنا مرغِ بسمل کا

دیگر

دل شوق حسینون سے لگانا نہین اچھا — ہو جاؤگے بدنام زمانا نہین اچھا
رہتے ہو جو دل مین تو جگر کو نہ جلاؤ — ہمسائے کے گھر آگ لگانا نہین اچھا
دل کوئی چرائے تو نہین اسکی شکایت — آنکھین مگر ایجان چرانا نہین اچھا
[۱] دامن کبھی جھٹکتے ہین کبھی ملتے ہین وہ ہاتھ — اے شوق ابھی ہوش مین آنا نہین اچھا

دیگر

دل بھی مجھے ملا تو بڑا بے وفا ملا — کمبخت یہ بھی اوس بُتِ ظالم سے جا ملا
بیٹھین ہم ادھر ہین اودھر غیر اور وہ — عاشق مزاج شوق ہمین دلربا ملا

[۱] اس مقطع کی نسبت اکثر حضرات نے فرمایا کہ صرف یہ ایک شعر ایک دیوان کے برابر ہے ۱۲ منہ

دیگر

میری آنکھون مین ہین وہ گھر کی طرح / سب سے پوشیدہ ہین نظر کی طرح
دل دے آیا ہے کیا یہ خط کے عوض / اب ہے کچھ اور نامہ بر کی طرح
دیکھ کر خلد جی بھر آیا شوق / یاد آئی کسی کے گھر کی طرح

دیگر

کیا خوشی مرگ عدو کی جب کسی کا ہے یہ حال / چوڑیان توڑین بڑھایا سوگ مین دشمن کے طوق
عید مین بھی شوق وہ مجھ سے گلے ملتا نہین / جی مین ہے اب حوصلہ دل کا نکالون گلے طوق

دیگر

بتون کا دم بھرا کرتا ہے دن رات / نہ دے کافر کو بھی ایسا خدا دل
یہ ڈالا تفرقہ الفت نے اے شوق / جدا مین دل سے ہون مجھ سے جدا دل

دیگر

حد سے جب مشق تصور بڑھ گئی / ہر دم اپنے پاس انھین پاتے ہین ہم
ہائے یہ کہنا کسی کا صبح وصل / شوق اب دل تھام لو جاتے ہین ہم

دیگر

آہ کرنا دل حزین نہ کہین / قہر ڈھا دیگی یہ کہین نہ کہین
کوئی پہلو مین آہ کرتا ہے / ہو ہمارا دل حزین نہ کہین
شوخیان تم جو کرتے ہو دم قتل / خون مین تر ہو آستین نہ کہین
کوئی لوٹا گیا حسینون مین سے / شوق کا ہو دل حزین نہ کہین

دیگر

بار او ٹھانے کا تحمل مجھے اے حور نہین / نازبیجا نہ کرو مین کوئی مزدور نہین
مختسب سنگ ستم سے اسے دھوکے مین نہ توڑ / دل پر خون ہے یہ جام مے انگور نہین
چشم بد دور مری آنکھون کے تارے تم ہو / سات پردون مین رہو چھپکے تو کچھ دور نہین

دیگر

آخر سے تیرے باز آئے ہم اے آہ / وہ پہرون سے دبائے ہین جگر کو
کہان کی آگ کیسی ہفت دوزخ / خدا رکھے سلامت چشم تر کو

دیگر

شبِ فراق جو ہم آہ بھول کر کرتے — کلیجا تھام کے اُف اُف وہ رات بھر کرتے
یہ دردِ عشق ہے کیا فکر چارہ گر کرتے — ترقی اور بھی ہوتی علاج اگر کرتے
حضور سے ہمین کہنا ہے کچھ اشارہ نہین — خدا کے واسطے آپ اِک نظر ادھر کرتے
ہوئے جو نام کے ہم شوق بھی تو کیا حاصل — مزا تو جب تھا حسینون کے دِل مین گھر کرتے

دیگر

یہ کاہشین کہ ہم اپنے کو آپ پا نسکے — یہ زورِ ضعف کہ نازِ بتان اُٹھا نسکے
دہانِ زخم سیا اِس سبب سے قاتل نے — کہ روزِ حشر مرا نام یہ بتا نسکے

دیگر

ہون دِل سے نثارِ یارِ جانی — اِتنی ہے فقط مری کہانی
جُون جُون بڑھتی گئی محبت — بڑھتی گئی اور بدگمانی

دیگر

دامنِ یار سے جا لپٹے ہمارے آنسو — گر کے اسطرح سنبھلتے ہین سنبھلنے والے
اِس ادا نے دمِ مرگ اور ہمین قتل کیا — کون تھے تم کفِ افسوس کے ملنے والے

دیگر

آنسو او دل کے آنکھو مین پھر خشک ہو گئے — اِس مدّ و جزر نے مری کشتی تباہ کی
اُفتادگانِ خاک کو ٹھکراتے ہو عبث — شوخی بھی اِک ادا ہے مگر راہ راہ کی

دیگر

فکر ابھی سے ہے جو گھر جانے کی — کیا ضرورت تھی ابھی آنے کی
دلِ بشکستہ ہے یون پہلو مین — جیسے مسجد کسی ویرانے کی

دیگر

آنکھو مین آ بسے کوئی یا دل مین گھر کرے — لازم ہے پاسِ صاحبِ خانہ مگر کرے
ہم سے تو لاکھ درپے ہے اُبھی ہماری آہ — ترسین ہم اِک نگاہ کو یہ دلمین گھر کرے
کیون بار بار چھیڑتے ہو ذکر حور کا — بندہ یہ وہ نہین جو کسی پر نظر کرے
تارِ نظر مین آج ہم اُلجھائین گے ضرور — ہم گُل کے کہتے ہین کوئی فکرِ کمر کرے

اوس سے حضور رکھتے ہین ہم بدگمانیان
جو کوئی دل کو چھوڑ کے آنکھون مین گھر کرے

دیگر

نہ ٹھہرے میرے دلمین غیر کی منزل مین جا ٹھہرے
تمھین انصاف سے سوچو نہ کیونکر بے وفا ٹھہرے

نگاہ شوخ سمجھانے سے محفل مین رُکے کیونکر
جسے عادت ہو چلنے پھرنے کی وہ گھر مین کیا ٹھہرے

یہی دو گھر تو کل نکلے دیارِ حسن و الفت مین
مین اونکے دلمین جا ٹھہرا وہ میرے دلمین آ ٹھہرے

شکایت کیجیے کسکی بتائین نام ہم کس کا
کرین فریاد جسکی جب اوسی پر فیصلا ٹھہرے

چلا ہے مجکو تنہا چھوڑ کر دل کوے جانان کو
فراجب ہے وہان بھی جا کے ظالم بیوفا ٹھہرے

مرا دل گلشن جنت مین گھبراتا ہے اے رضوان
یہ کچھ کوچہ نہین اونکا یہان میری بلا ٹھہرے

نظر کی کیا حقیقت شوق دل تک ملگیا اونسے
مگر یہ خوبی قسمت کہ پھر ہم وہ جدا ٹھہرے

رباعیات

اے شوق یہ چہرے کا اوترنا کیسا
رہ رہ کے کسی کو یاد کرنا کیسا
مانا کہ کوئی اور سبب اسکا ہے
لیکن یہ سرد آہ بھرنا کیسا

دیگر

یہ کیا کہ رقیب ہی کی محفل مین ہو
اے غیرت ماہ اپنی منزل مین ہو
تم نورِ نگاہ آرزو ہو میری
آنکھون مین کبھی رہو کبھی دل مین ہو

احیاناً خدا جانے کتنے لوگون نے مجھسے مشورہ لیا ہے اور دوستانہ بعض اوقات دیوان کا دیوان بنظر اصلاح دیکھنے کا اتفاق ہوا مگر جو لوگ بحیثیت شاگردی آجتک اپنا کلام دکھایا کرتے ہین اور مجھسے اصلاح لیا کرتے ہین اور اکثر اونہین صاحب دیوان ہین اونکے نام وغیرہ لکھے جاتے ہین۔

تخلص	نام	پتہ	کلام	
اختر	حکیم عبد الحق ولد جناب محمد ہادی مرحوم	موضع حاجی پور علاقہ شمشیر نگر ضلع سلہٹ	دل حزین گلہ ہجر یار کر موقوف طبیعت اس سے بہلتی ہے اے ہجوم الم	ہر ایک کام تو ہے اپنی قدرت پر موقوف نہ ایک دم ہو یہ بیتابی جگر موقوف

تخلص	نام	پتہ	کلام	
بسمل	سید ابو البقا محمد یوسف ولد جناب مولوی محمد اسمعیل صاحب	عظیم آباد محلہ چوہٹہ	جی مین ہے آج گل کھلائین ہم جام بھر کر پلا دے اے ساقی	اونکو داغ جگر دکھائین ہم دینگے داتا تجھے دعائین ہم
بشیر [1]	منشی محمد بشیر ابن جناب قاضی عبد الحلیم صاحب	پکا کوٹ ضلع بلیا	صد شکر اثر کر گئی فریاد کسیکی کسمد جو تھی ظالم تری ناوک سے محبت	کہتے ہین ملا دیجیے کیون یاد کسیکی پیکان سے لپٹا ہوا دل بھی نکل آیا
مستطیر	منشی امیر الدین	شہر پورنیہ محلہ عالم گنج	کوچۂ عشق مین چلنے کا ارادہ ہے اگر مظلوم کی آہ ہونگی بری ہوتی ہے	خیر ہے حضرت دل آپ کیا کرتے ہین پچھتاؤگے - تمنے جو ستایا ہے مرد دلکو
تفسیر	منشی معز الدین احمد ولد جناب مولوی منیر الدین احمد مرحوم	شہر پورنیہ محلہ سید باڑا	رنج و غم اپنا کوئی کیا جانے نزع مین بالین سے اٹھکر چلے	درد دل درد آشنا جانے آپ میرے حق مین یہ کیا کر چلے
خیر [2]	مولوی ابو الخیر فرزند جناب مولوی حکیم محمد شفیع الدین مرحوم	بہیرہ - ضلع دربھنگہ	ستم بجا کیے ہم پر رقیبون نے وہ دگرنہ ہاتھ مین کیون لیے ہو تم خنجر	ہمارے دل کو کھا نہین جو کر زبان غم خوار لاؤ اسکو گلے لگائین ہم
راغب	سید عبد العزیز ولد جناب شاہ کریم بخش صاحب	بہار - محلہ خواجہ لواے سرائے	جذبۂ دل اگر دکھائین ہم ادھر آ جاؤ تم اگر ایمان	اپنی گھر اونکو کھینچ لائین ہم پردۂ چشم مین چھپائین ہم
شاغل [3]	مولوی میر الحسن ولد جناب مولوی محمد اسمعیل صاحب	شہر عظیم آباد محلہ چوہٹہ	حشر مین جو یون خراماں اپنی جلوہ گر ہو ہم وہ میکش ہین کہ جلوہ ہی نہ پی لینگے کبھی	داور محشر کے آگے فتنۂ محشر ہو کچھ نہین پروا جو اے ساقی کوئی ساغر نہ ہو

[1] رسالہ مذکورہ شوق جو سرخ تخمیس کے ساتھ چھپا ہے انھین کی تالیفات سے ہے ۱۲ منہ

[2] مظہر حالم انکا تاریخی نام ہے خاندانی آدمی ہین - اکثر نامی اخبارون کے نامہ نگار رہے ہین - آجکل پنچ مین اکثر ان کے مضامین چھپتے رہتے ہین پنچ مین اپنا نام ابو الظرفا لکھا کرتے ہین ۱۲ منہ

[3] سابق مین یہ اخبار دار السلطنت کلکتہ اور اردو گائیڈ کے اڈیٹر تھے - انکی تالیفات سے نجم الشہاب نام ایک رسالہ چھپ چکا ہے ۱۲ منہ

تخلص	نام	پتہ	کلام	
شفق	مولوی سید حسن مرتضےٰ ولد جناب مولوی حسن رضا خان مرحوم	عماد پور علاقہ رفیع گنج ضلع گیا	تو گرفتار محبت ہوں ابھی کیا جانوں کیا مزا ہو انقلاب آسیا اگر ہو دہر میں	فرقت اچھی ہے کسی کی کہ وصال اچھا ہے میں تو روٹھوں اور وہ مجھے منانے آئے
طالب[۱]	منشی خدا بخش ولد جناب عبد اللہ مرحوم	شہر ملتان - بیرون پاک دروازہ محلہ گیریان	دل لگانا ایک دن ہوگا وبال کہنا یہ دم نزع قیامت تھا کسی کا	دیکھو طالب تمکو سمجھاتے ہیں ہم طالب تمہیں کچھ ہوش ہے ہم آ گئے ہیں
عرشی[۲]	مولوی محمد عبد الشکور ولد جناب سید سعادت علی مرحوم	قصبہ کراے ضلع پٹنہ	داور محشر نے تو طے سارے جھگڑے کردیے ان کی فراق میں اس درد سے آہ اے ظالم	تم ہمارے ہو گئے یہ دل تمہارا ہو گیا کہیں نہ ٹوٹ پڑے آسمان
کامل[۳]	مولوی سید تفضل حسین ولد جناب سید شاہ حاجی وصی علی مرحوم	بہار - محلہ بارہ دری	دل کچھ تو خون ہو بہا ہجر یار میں گھر سے باہر نکل آ گئے سنو جو کبھی	کچھ اشک نکلے دیدہ گریاں میں رہ گیا نالہ دل کی تہ پر درد آہ
کاہش	محمد معین الحق ولد جناب منشی وحید الحق صاحب	امتھوہ ضلع گیا	وعدہ اگر کرو تو نباہو ضرور اٹکھیلیوں کی چال جو چلتے ہیں آج	اقرار اگر کرو تو کبھی پھر نہیں نہ ہو برپا حضور فتنہ محشر کہیں نہ ہو
مائل	سید عبد السبحان ولد جناب حافظ عبد اللہ مرحوم	شہر پٹنہ محلہ لودیکٹرہ	مجھے پروانہ اپنا صورت موسیٰ بنانا تھا ہوتے کس طرح مائل غریق بحر وحدت ہم	مری آنکھوں کو شمع طور کا جلوہ دکھانا تھا حباب آسا وجود بے ثبات اپنا مٹانا تھا

۱ انکا کلیات لکھنؤ میں چھپ چکا ہے جسمیں دو دیوان شامل ہیں ایک لطیفہ دوسرے کا شفانہ ۱۲ منہ

۲ میری مثنوی سوز و گداز کے محشی یہی ہیں ۱۲ منہ

۳ انکی تالیفات انجاح التواریخ اور فتح کامل یہ دو رسالے چھپکر شایع ہو چکے ہیں ۱۲ منہ

تخلص	نام	مقام	کلام	
مذاق	محمد عبد الواسع معروف بہ حکیم محمد جان ولد جناب شیخ ولایت علی ساکن گنپورہ ضلع پٹنہ	شہر پٹنہ منگل تالاب	دیکھہ کر آئینۂ رخ مجکو سکتا ہو گیا پہلے تو تیغ ناز سے کشتہ بنا دیا	وہ پری گھبرا کے بول اوٹھا کہ لیلےٰ ہو گیا اعجاز لب سے پھر مجھے دم مین جلا دیا
واصل لہ	حکیم سید محمد محفوظ الحق ولد جناب سید شاہ ابو المحسن مرحوم	عظیم آباد کنگھیا ٹولہ	اودھر اوس حور شمائل نے اوٹھائی چلمن جو رخ کو واصل گنہ بچلین گے	اور ادہر منھ پہ مرے تھام کے ہم دل اپنا تجھے کھینچ لیگی شفاعت کسی کی
واقف	سید شاہ ناظر حسین ولد جناب سید شاہ محمد مہدی مرحوم	بہار بارہ دری	زلفین الجھی ہین آنکھین ہین مخمور تم خرامان ادہر بھی آجاؤ	رات بھر آپ تھے جناب کہان ہے عیادت بھی دل لگی بھی ہے

اب مین اپنے دوسرے حالات مجملاً لکھتا ہون کہ جب مین فارغ التحصیل ہو کر لکھنؤ سے نیمی پہونچا تو کچھہ دنون وہان رہ کے شہر عظیم آباد عہ مین جو نیمی سے چند کوس کے فاصلے پر ہے طرح اقامت ڈالی۔ طبابت کے ساتھہ کتب عربیہ معقولات و منقولات پڑھانا شروع کین۔ اور درمیان مین تالیفات لہ کا سلسلہ بھی جاری کر دیا چنانچہ اونمین سے بعض رسائل چھپکر شایع ہو چکے ہین۔ چنانچہ تقلید کی بحث مین اوشحۃ الجید اور آمین کے باب مین حبل المتین یہ دو رسالے ایسے پُر زور لکھے کہ جو لوگ تقلید کو مذموم سمجھے تھے یا آمین بالجہر کی قوت کے قائل تھے اونمین سے اکثر غیر متعصب حضرات کے خیالات پلٹ گئے آج کل بطور مشکوۃ شریف حدیث مین

لہ انکی تالیفات سے متعدد رسالے ہین چنانچہ لوح محفوظ یعنی شرح حزب البحر اور غایۃ التسہیل اور مثنوی گنج ہزار یہ سب کتابین چھپ کر ملک مین شایع بھی ہو چکی ہین ۱۲ منہ

عہ یہ شہر نہایت قدیم ہے اسکو پہلے پٹل مگدہ دیس یعنی صوبہ بہار کے راجہ پاٹلی نے جسکو تخمیناً تین ہزار برس گذرے ہونگے دار الملک بنانے کی غرض سے آباد کیا۔ عظیم الشان قلعہ بنوایا۔ پانچ سو ستر برج قائم کیے

آثار السنن نام ایک کتاب کی بنائے تالیف ڈالی ہے جسکے لیئے بلاد مختلفہ خصوصاً
مصر وروم وحرمین شریفین کا سفر درکار ہے۔ السعی منی والاتمام من اللہ اگر یہ
کتاب طیار ہو گئی تو انشاءاللہ تعالےٰ حنفیہ کے لیئے نہایت بکارآمد ہوگی۔ حضرت واہب العطایا
کا مجھپر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ فن حدیث مین جسکا شوق مجھکو زیادہ ہے چند قلمی کتابین ایسی
ہاتھ آگئی ہین جو ہندوستان کیا عرب مین بھی کمیاب ہین۔
کئی سال سے اکثر جمعہ کو وعظ کہنے کا اتفاق ہوتا ہے آج تک چھ پارے ہوچکے ہین۔ اگر
حیات مستعار باقی ہے تو انشاءاللہ تعالےٰ قرآن مجید وفرقان حمید کو سر منبر تمام کردونگا۔
ایک دفعہ وعظ مین ایک نعتیہ شعر پڑھنے کا اتفاق ہوا جسنے عجب مزا دیا۔ مین نے بھی نعت شریف

چونسٹھ دروازے لگائے جنمین دو دروازے ایک پورب اور ایک پچھم نہایت عظیم الشان تھے
اور اس شہر کا نام پاٹلی پتر رکھا۔ راجہ چندر گپت جو سکندر رومی کا ہمعصر تھا اور حضرت عیسیٰ سے
۳۲۰ سال پیشتر تخت نشین ہوا تھا اوسکا دارالملک یہی شہر تھا۔ اس نامی راجہ کی فوج مین تیس ہزار
مسلح سوار اور چھ لاکھ پیادے اور نو ہزار ہاتھی تھے۔ اسنے بہار سے لیکر پشاور تک قبضہ کرلیا تھا
جب اسکا پوتا اسوکا تخت نشین ہوا تو اسنے عجیب عجیب کار نمایان کیئے۔ کلنگا کو فتح کیا۔ بنگال
اور اوڈیسہ پر قبضہ کرکے مگدھ اور شمالی ہند سے ملحق کردیا۔ اسکا راج خلیج بنگال سے لیکر پنجاب
تک اور ہمالیہ پہاڑ سے وندھیا پہاڑ تک ہوگیا۔ اسنے بودھ کا مذہب اختیار کیا جسکی وجہ سے
اس مذہب کو بہت بڑی ترقی ہوئی ۲۴۲ء قبل مسیح اسنے پاٹلی پتر مین ایک بڑا جلسہ قائم کیا جسمین
دور دور کے لوگ شریک ہوئے اور بودھ مذہب کی کتابین مکمل کیگئین۔ جینیون اور بودھ مذہب
والون کی اگلی کوئی تاریخی کتاب ایسی نہین جسمین اس علو الغرم راجہ کا نام عظمت کے ساتھ
نہ لیا گیا ہو۔ آجتک وولگا سے جاپان تک اور سائبریا سے لنکا تک اس راجہ کا نام نہایت عزت کے
ساتھ لیا جاتا ہے اسوکا کے بعد مگدہ دیس مین بہتیرے راجہ ہوئے جنمین اکثر کا پایہ تخت پاٹلی پتر ہی تھا
راجہ کوسم نے اپنے عہد مین پاٹلی پتر کا نام کوسم پور اور راجہ پدماوت نے پدماوتی رکھا۔ مگر
یہ دونون نام مشہور نہ ہوئے۔ جب راجہ پٹن مگدہ دیس پر قابض ہوا تو اوسنے پٹن دیبی نوالی کی
اور بعض بعض عمارتین طیار کرائین اور اس شہر کا نام پٹنہ رکھا۔ رفتہ رفتہ پاٹلی پتر متروک اور پٹنہ
زبان زد ہو گیا۔ پھر عالمگیر کے پوتے عظیم الشان نے قلعہ وغیرہ کی کچھ مرمت کی اور اسکا نام
عظیم آباد رکھا۔ اوس زمانے سے یہ دونون نام زبانون پر جاری ہین ۱۲ منہ

مین ایک فارسی قصیدہ کہنا شروع کیا۔ جس شب کو مین نے تمام کیا خواب مین دیکھا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ سے ہجرت کرکے ابھی مدینہ طیبہ مین تشریف لائے ہین اور ایک جماعت مین رونق افروز ہین اور مین بھی شریک جماعت ہون۔ اوٹھ کر آپ سے ایک مسئلہ پوچھنے کا قصد کیا کہ آنکھین کھل گئین۔ رویت پر شکر بجا لایا اور بیداری پر سخت تاسف ہوا اوس قصیدے مین ایک شعر یہ بھی تھا ؎ نقاب خویش بکشائی بخواہم جلوہ فرمائی جمال پاک بنمائی کہ یا ام نعمتِ عظمیٰ ✦ الحمد للہ کہ یہ شعر مقبول ہوگیا مین نے اوس قصیدے کا نام نعمت عظمیٰ رکھا۔ اور اوسکی مختصر سی ایک شرح بھی لکھی جسکا نام حل القصیدہ ہے یہ دونون کتابین سرمۂ تحقیق کے ساتھ چھپ کر شائع ہوچکی ہین۔ اس متبرک خواب کے علاوہ مین اور رویاے صالحہ سے بھی شرف اندوز ہوا ہون ایک دفعہ خواب مین دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ مبارک سر پر اوٹھائے ہوئے ہون جسکی تعبیر دل نے یہ کہی کہ تو انشاء اللہ تعالیٰ حامل علم نبوی ہوگا۔ اور واقعی اوسی زمانے سے مجکو دینیات خصوصًا حدیث شریف کا زیادہ شوق ہے فالحمد للہ علیٰ ذلک ایک دفعہ خواب مین مدینہ طیبہ پہونچا اور روضہ مبارک مین داخل ہوا اندر چار قبرین نظر آئین ایک قبر حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کی جو مربع نظر آئی[1] اور تین قبرین مسنم جنمین ایک آنحضرت کی قبر مبارک تھی اور دو صاحبین رضہ کی اندر ایک پیر مرد کو جسکا چہرہ نہایت نورانی تھا فرش بچھاتے ہوئے دیکھا۔ خواب ہی مین عجب سرور حاصل ہوا۔ اور بعد بیداری جو مسرت حاصل ہوئی وہ بیان سے باہر ہے۔ اللھم صل وسلم علیٰ سیدنا ونبینا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ✦ ✦

شیخ ظہیر الدین منیوری مرحوم

بن شیخ شہامت علی بن شیخ رحمت علی بن شیخ محمد شفیع بن شیخ چھکوڑی بن شیخ عبد الرزاق غفر اللہ لہم ان کے آبا و اجداد موضع کوردہتہ کے رہنے والے تھے شیخ محمد شفیع مرحوم نے منیور مین بود و باش اختیار کی چند سال ہوئے کہ ظہیر الدین مرحوم ایک لڑکا محمد صغیر نامی چھوڑ کر راہی ملک بقا ہوئے

---

[1] خواب مین ام المومنین رضہ کی قبر اندر روضہ مبارک کے شاید بوجہ کمال تعلق نبوی کے نظر آئی ورنہ حقیقت مین انکی قبر بقیع مین ہے ۱۲ منہ

زین جہان جانب جنان رفتہ	شمع بزم صفا ظہیر الدین
بجنان شمع دودمان رفتہ ۱۳۰۶ھ	خامہ ام شوق زد رقم سالش

شیخ عبد الحکیم نیموی مرحوم

ابن شیخ شیر محمد عرف محمد بھیکہ بن شیخ عبد الرزاق بن شیخ عزیز اللہ غفر اللہ لہم سنہ ۱۱۰۳ھ مین پیدا ہوئے۔ **صاحب بخت** تاریخ ولادت ہے۔ انکا گھر فیض اللہ پور مین تھا نیمی مین شادی ہوئی۔ انکی سسرالی معاش موضع **سالار پور**[1] کے کسی ملک[2] کے قبضے مین تھی۔ بہت چاہا کہ کسی طرح وہ معاش اپنے قبضے مین لائین مگر وہ ملک بہت بڑا جابر تھا ہمیشہ انبوہ کثیر جمع رکھتا تھا۔ کسی کو نظر پر چڑھاتا نہ تھا۔ بات کی بات مین خونریزی پر آمادہ ہو جاتا تھا۔ حاکم وقت کی حکومت کا کچھ اور ہی رنگ تھا۔ ہر طرف ہر بونگ مچی ہوئی تھی۔ لیٹیرون کا زمانہ تھا جسکی لاٹھی اوسکی بھینس کا مضمون تھا۔ بیچارے شیخ عبد الحکیم سے کچھ بنائے نہ بن سکا۔ اتفاقاً ایک روز کچھ رات گزرے بیرون کے شکار کو اودھر سے وہ ملک باہر نکلا اور ادہر نیمی سے شیخ عبد الحکیم نکلے۔ شکار کھیلتے کھیلتے دونون مین مقابلہ ہو گیا۔ ایک دوسرے کے خون کا پیاسا تھا۔ لڑائی شروع ہو گئی جانبین سے تیر چلنے لگے دونون طرف کے کچھ لوگ زخمی ہوئے یکایک کسی کا تیر اوس ملک کے گلے پر لگا اور شہرگ چھید کر اوس پار نکل گیا۔ دم بھر مین سارا چہرہ خون آلود ہو گیا اور تڑپ تڑپ کے مر گیا۔ اندھیری رات تھی ملک کے ساتھی سمجھے کہ شیخ عبد الحکیم مارے گئے۔ فوراً سر کاٹ لیا۔ اور وہان سے روانہ ہو گئے۔ جب گھر پہونچے شیخ عبد الحکیم کے مارے جانے کی خوشیان ہونے لگین۔ ناقص العقل عورتون نے خوشی کے مارے ایک سرے سے تن پر غسل کیا۔ اور اپنے دل کا بخار نکالا۔ پھر ملک جی کی تلاش ہوئی تو اوس مجمع مین نہ پایا سخت حیرت ہوئی۔ آخر کسی نے جب اوس سر کو خاک و خون سے پاک کیا تو شیخ جی کے بدلے ملک جی کو پایا۔ ایک کہرام مچ گیا۔ اون لوگون کو اپنے کردار پر سخت ندامت ہوئی ہاتھ مل کر رہ گئے۔ اوس ملک کے بعد پھر کسی مین وہ زور نہ رہا۔ شیخ عبد الحکیم اپنی معاش پر

[1] سالار پور نیمی سے دکھن مائل بمشرق آدھ کوس پر ہے ۱۲ منہ

[2] ملک بفتح میم و کسر لام ایک قوم کا نام ہے جو صوبہ بہار مین بکثرت ہے ۱۲ منہ

قابض ہوگئے۔ اور آرام سے نیمی مین اوقات بسر کرنے لگے۔ آخر عمر مین دہلی جانے کا اتفاق ہوا وہان کسی عہدہ سلطانی پر مامور ہوئے تحفے کے طور پر وہان سے اپنے بیٹے شیخ سیف اللہ کے دودھ پینے کو کچھ گاین بھیجی تھین۔ سنہ ۱۱ھ مین انتقال کیا۔

قطعہ تاریخ

جو نیمی مین تھے شیخ عبد الحکیم
جنان کی طرف اس جہان سے گئے
یہ تاریخ رحلت کہی شوق نے
بہشت برین کو یہان سے گئے
ا۱ھ

محمد عبد الرشید سلمہ

فرزند دلبند مولف عفی عنہ ماہ صفر کی تیئیسوین تاریخ اتوار کے صبحکو طلوع آفتاب کے کچھ پس پیدا ہوا۔ محمد ابو اللطیف اور محمد مظفر اور ظفر اسلام تاریخی نام قرار پائے۔ خداوند تعالی ہمیشہ مکروہات سے محفوظ رکھے اور دولت علم و ترقی عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

قطعہ تاریخ

شد چو پیدا پور من عبد الرشید
مایۂ آرام جان نور البصر
شوق کلکم زد رقم تاریخ سال
جلوۂ یکشنبہ و شہر صفر
۱۲ ۱۳۰ھ

محمد عبد الشکور سلمہ

ابن اخی مولوی محمد نذیر احسن صاحب نیموی۔ یہ میرے علاتی بھتیجے ہین۔ انکو شعر و سخن کا بھی شوق ہے کبھی کبھی کچھ نظم کر لیا کرتے ہین۔ جوش تخلص رکھا ہے۔ ۱۲ھ ہجری مین پیدا ہوئے۔ جناب اخی منشی محمد ظہور احسن صاحب نے انکی ولادت کی یہ تاریخ لکھی ہے۔

قطعہ

چو شد ولادت عبد الشکور سلمہ
دلم ز باد نسیم طرب چو گل بشگفت
ز فکر خویش چو سال ولادتش جستم
ظہور مردمک دیدۂ نذیر بگفت

اور مولف نے یہ تاریخ نظم کی ہے۔

قطعہ

چون جناب نذیر احسن را	داد فرزند خالق اکبر
بہر تاریخ فکر کرد چو شوق	خامہ ام زد رقم بلند اختر

۱۲۸۷ھ

شیخ محمد عبدالعزیز مرحوم

بن شیخ الطاف حسین نیموی مرحوم - نہایت بااخلاق آدمی تھے - برادری کا اسقدر خیال رکھتے تھے کہ کیسا ہی غریب ہوتا اوسکی برات مین ضرور شریک ہوتے - خدا جنت نصیب کرے - جسطرح وہ مرحوم اپنے پدر بزرگوار کے تابع حکم تھے اس زمانہ ناہنجار مین ایسے لڑکے کم ہوتے ہین - ان سے ایک فرزند نرینہ پیدا ہوا تھا مگر وہ ایک سال کا ہوکر فوت کر گیا - پھر کوئی اولاد نہوئی وہ مرحوم اپنے بوڑھے باپ کے ساتھ موضع چرون مین بعہدہ تحصیلداری رہتے تھے - یکایک بخار اور سرسام مین وہان مبتلا ہوئے ۱۴ - رمضان ۱۳۰۲ھ مین راہی ملک بقا ہوے اور وہین مدفون ہوئے -

قطعہ تاریخ

شیخ عبدالعزیز نیک صفات	صاحب عقل و فہم و دانش و علم
کرد چون فوت شوق سال گفت	شیخ عبدالعزیز جامع حلم

۱۳۰۲ھ

محمد عبدالغفار سلمہ

بن شیخ لیاقت حسین بن شیخ صفدر حسین عرف شیخ منگو بن شیخ جلال الدین عرف شیخ چمن داروغہ بن شیخ مظفر حسین عرف شیخ کہدیڑن مرحوم ساکنان موضع ڈیانوان - جناب شیخ امانت التوحید صا پھوری مرحوم اور میری عمہ محترمہ کے نواسے ہین - سنہ ۱۲۰۹ ہجری کے ۱۳ - رجب کو ڈیانوان مین پیدا ہوئے - غفار ۱۲۰۹ انکی تاریخ ولادت فصلی ہے - لڑکپن ہی مین انکے سر سے انکے والدین کا سایہ اوٹھ گیا - انکی نانی صاحبہ نے انکو اپنے آغوش شفقت مین پالا - یتیمی مین نشو دنما پائی - سنہ ۱۳۰۹ھ مین جناب شیخ فضیلت حسین ساکن بنگلہ بن شیخ فرخ حسین مرحوم

علیم آبادی کی لڑکی سے انکا بیاہ ہوا - اس تقریب میں مؤلف کو جانبین سے نظم من
رقعات کہنا پڑے بلکہ نوید کا رقعہ بھی مؤلف ہی نے نظم کیا - وہ رقعات ہدیۂ ناظرین ہیں

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنام چہرہ آرائے معانی — حُلی بندِ عروسِ نکتہ دانی
ہمانا عطر بیزِ نکہتِ گل — بہ گلشن زمزمہ پردازِ بلبل
بہم پیوند سازِ لفظ و معنیٰ — حنا بندِ کفِ دستِ تمنا
ز گل آویزۂ گوشِ چمن ساخت — سمن را مشک بیز و سیمتن ساخت
فلک را داد طوقِ ہالۂ ماہ — بہ ہر شش خلعتِ زرینِ نوشاہ
نسیمِ صبح را داد آن تجمل — کہ شد مشاطۂ گیسوئے سنبل
پئے ہر طالب آمد عین مطلوب — جنابِ مصطفیٰ را ساخت محبوب
رسولے کو امامِ انبیا گشت — غلط کردم حبیبِ کبریا گشت
شبِ معراج شد بر عرشِ اعلیٰ — مقامش قاب قوسین است ادنیٰ
ہمانا فانکحوا ما طاب فرمود — طریقِ انبیا از لطف بنمود
سلامم بر روانش دائما باد — بر اصحابِ کبار و آلِ امجاد
کنون در خدمتِ بحرِ مودت — دُرِ بیضائے دریائے محبت
گرامی منزلت بازیب و زین است — کہ نام او فضیلت با حسین است
پس از عرضِ سلامِ سنت آمود — کند صمد حسین اظہار مقصود
بہ بست و ششم ازین ماہِ پرانوار — شود نوشہ عزیزم عبد غفار
بہ فتوصہ کہ ہست او جائے دلکش — شود با دختِ شان عقدِ نکاحش
بہ بست و پنجمین از ماہِ شوال — رود زینجا براتِ آن خوش اقبال
بزیرِ سایہ ات آرام گیرد — بہم رسمِ برات انجام گیرد
بپاسخ عنبر افشانی نماید — لبِ حرفِ تمنا وا کشاید

جوابِ نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنام حلی بخشِ بازوئے فن کے — حنا بندِ دستِ عروسِ سخن کے

شفق را ردائے عروسانہ کرد ۔ بباد سحر سبزہ را شانہ کرد
بہ برگ چمن خلعتِ سبز داد ۔ زگل بر سرش تاج زرین نہاد
فلک را ز عقدِ ثریا نواخت ۔ مہ و مہر را از نور چرخ ساخت
بقرآن کہ ہست آیۂ فانکحوا ۔ فلا تبغوا[1] آمدہ ہم از حکم او
رسول عرب را طلب کرد پیش ۔ بہ بزمِ ازل کرد محبوب خویش
رسولیکہ بادش صلوٰۃ و درود ۔ نکاحِ خودش با خدیجہؓ نمود
بہ عثمانؓ سپرد امِ کلثومؓ را ۔ رقیہؓ ہم او را نمودہ عطا
ابو العاصؓ را زینبؓ پاکِ او ۔ علیؓ را بتولِ خجستہ نہاد
پس از حمد و نعتِ رسولِ خدا ۔ فضیلت حسین است عرض آشنا
کہ در وقت خوش نامۂ مشکبار ۔ دل افزا برنگِ گلِ نوبہار
سطورش چو گیسوے سنبل عیان ۔ روان جدولش ہمچو نہر جنان
سوادش دلاویز چون زلفِ حور ۔ بیاضش طرب خیز مانند نور
مدادش چو مشکِ ختن عطر بیز ۔ حروفش گہر سنج و یاقوت ریز
بدستِ فرستادگانت رسید ۔ دلم گشت خندان چو صبحِ امید
بہ بزمِ طرب رونقِ تازہ یافت ۔ رخِ شادی و خرمی غازہ یافت
ز تحریرِ عالی شدم شادمان ۔ زہے خانۂ من خہے میہمان

رقعۂ نوید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنامِ حسن بخشِ شاہدِ عید ۔ ثنا بندِ عروسِ صبحِ امید
بہار افروزِ رنگِ چہرۂ گل ۔ طرازِ نغمۂ آہنگِ بلبل
محمد را عنایت کرد تجید ۔ کہ پہلوئے احد شد میمِ احمد
بنائے این جہان تا ہست قائم ۔ سلامم بر روانش باد دائم
پس از حمدِ خدا و نعتِ احمد ۔ کند صفدر حسین اظہارِ مقصد
بہ نسبتِ دو نجبین از ماہِ شوال ۔ محمد عبد غفارِ خوش اقبال

[1] اشارہ ہست بہ آیۂ کریمہ فان اطعنکم فلا تبغوا علیہن سبیلا ۱۲ منہ

رود لنگہ براتِ او بسامان
امیدم ہست از احبابِ ذیشان
زخاکِ پائے خود ممتاز سازند

چو کوکب ہا بگرد ماہِ تابان
ز تشریفِ خودم سازند شادان
مرا از مقدمِ والا نوازند

محمد عبد الغفور نیموی

اخی مولوی محمد نذیر احسن صاحب کے منجھلے بیٹے ہین - نہایت ذہین و فطین ہین - آج کل ایل اے مین پڑھتے ہین اصغر انکا اور صغیر انکے چھوٹے بھائی محمد عبد القیوم کا تاریخی نام ہے -

محمد عبد الغفور مرحوم

ابن شیخ فدا علی ابن شیخ قادر علی ابن شیخ قاسم علی ممنوری - نہایت نیکبخت تھے افسوس کہ ۱۳۰۲ھ مین انتقال کیا

غم عبد الغفور جانکاہ است
سالِ تاریخِ رحلتش میجست
میزند دل صدائے ہائے غفور
دلِ من شوق گفت وائے غفور
۱۳۰۲ھ

منشی عبد القادر

ابن شیخ ریاض علی مرحوم ابن شیخ زین الدین ابن شیخ مہر علی مغفور - یہ اور انکے پدر بزرگوار دونون ہمیشہ معزز عہدون پر مامور رہے - فی الحال ہوگلی مین کسی عہدہ سرکاری کے ملازم ہین - میان محمد عثمان نیموی انکے بھانجے ہین - نہایت خلیق آدمی ہین - انکے آبا و اجداد بنارس کے رہنے والے تھے اور یہ خود ایک جگہ نہین رہتے نوکری کے ذریعے سے مختلف مقامات مین انکو رہنے کا اتفاق ہوتا ہے - مگر عرصے سے نیمی ہی گویا انکا گھر ہے -

محمد عبد القیوم سلمہ

ابن شیخ عبد الرزاق ممنوری ابن شیخ مدار بخش ابن شیخ عشرت علی مرحوم - خدا عمر طبعی عطا کرے - یہ لڑکا میرا حقیقی بھانجا ہے - چھبیسوین رمضان روز جمعہ کو ۱۳۰۰ھ مین پیدا ہوا - مین نے یہ تاریخ صوری و معنوی لکھی

گشت مولود چو عبد القیوم
روزِ آدینہ بہ صوم و قیام

سال تاریخ رقم کردم شوق	بود لبست و ششم ماہ صیام ۱۳۰۸ھ

شیخ محمد عبد اللہ مرحوم

بن شیخ الطاف حسین نیموی مرحوم - انکا جثہ اگرچہ بہت ہی لاغر تھا - مگر دل کے بہت بڑے شیر تھے - ایک دفعہ موضع کوسرہ مین بحیثیت تحصیلداری مقیم تھے - وہان کے اسامی بگڑے ہوئے تھے - ایکروز سب مل جل کے انکو مار ڈالنے کو ٹوٹ پڑے - اور یہ جس مکان مین تھے اوسکو گھیر لیا - پھوس کا مکان تھا چاہتے تھے کہ کسی طرح اندر گھسکے انکا کام تمام کردین - حسن اتفاق سے انکا گھوڑا اندر ہی تھا - جلد لگام چڑھا کر اوسپر سوار ہوئے اور بسم اللہ کہکے جو ایڑ لگائی تو وہ راہوار تیز رفتار مکان پھاند کر صاف باہر نکل آیا - عجلت مین ایسی گلی اختیار کی کہ آگے بڑھ کے نکلنے کا راستہ نہ تھا - کوئی مکان حائل تھا - جب یہ اوسکے قریب پہونچے تو مکان حائل دیکھکر ششدر ہوئے - اتنے مین وہ گنہگار قریب آ پہونچی - پھر انھون نے ہمت مردانہ سے کام لیا - بسم اللہ کہہ کے پھر گھوڑے کو ایڑ لگائی - وہ گھوڑا اوس مکان کو پھاندتا ہوا باہر نکل آیا - پھر کیا تھا دم بھر مین وہان سے آندھی ہوگیا - مخالفین اوسکے گرد تک نہ پہونچ سکے - انکا بال بیکا نہ ہوا - غرضکہ یہ بڑے چست و چالاک تھے - مگر افسوس کہ عین جوانی مین اپنے بوڑھے باپ کو داغ جدائی دے گئے - ورم طحال مین مبتلا ہوئے - بہت کچھ علاج کیا کچھ سود مند نہوا - آخر ۲۵ - جمادی الاخری شب جمعہ کو ۱۲۹۵ھ مین انتقال کیا - آخی جناب منشی محمد ظہور احسن صاحب نے یہ تاریخ لکھی -

بست و پنجم از جمادی الآخرہ	چون ردائے نصف شب بر سر کشید
ناگہان آواز گریہ شد بلند	شور فریاد و فغان آمد پدید
کرد عبد اللہ مرحوم انتقال	حسرت و افسوس شد از حد مزید
بہر سال سن زد رقم کلک ظہور	روح عبد اللہ در جنت رسید ۱۲۹۵ھ

شیخ محمد عثمان

بن شیخ محمد یعقوب مرحوم بن شیخ محمد علی بن شیخ نادعلی بن شیخ غلام خضر بن شیخ معصوم علی

غفر اللہ لہم ۱۲۶۰ھ مین پیدا ہوئے۔ **غفور** تاریخی نام ہے - انکے آبا و اجداد موضع جھکار[۱] کے رہنے والے تھے - انکے نانا جناب شیخ الطاف حسین نیموی مرحوم تھے لہذا انکا قیام برابر نیمی ہی مین رہا اور آجتک یہین بود و باش اختیار کرکے رہتے ہین - حال مین انکے ہاتھون عجب واقعہ ہوا - یہ اور انکے چند احباب سرخاب شکار کرنے کو بندوق لیکر پچھم تال کیطرف چلے - اور اخی منشی محمد ظہور احسن صاحب کا ایک بیل جو جوان اور بہت فربہ تھا - ساتھ لیچلے کہ اسی کی آڑ مین شکار کھیلین گے - جب منزل مقصود کو پہونچے تو دیکھا کہ جھیل مین بیشمار سُرخاب پڑے ہوئے ہین - اوسی بیل کی آڑ مین چھپکر اون سُرخابون کی طرف چلے - آگے آگے وہ بیل تھا اور پیچھے پیچھے یہ تھے - ہاتھ مین انگریزی بندوق تھی - اوسپر ٹوپی چڑھی ہوئی تھی - جب شکار کے قریب پہونچے تو ہرچند گھوڑا گرا ہوا تھا مگر کچھ ایسی حرکت پہونچی کہ وہ بندوق خود بخود دغ گئی اور ادہر وہ شکاری بیل نیل گاو کی طرح شکار ہو کر گرا اور اِدہر انکے ہوش و حواس فاختہ ہو گئے - جب آپ مین آئے تو بیل کو ذبح کیا اور گوشت پوست علیحدہ کرکے گھر لائے - خیریت یہ ہوئی کہ بیچارہ بیل ہی صید ہوا - ان لوگون پر کچھ آنچ نہ آئی - نہین تو شکار کرنے گئے تھے خود شکار ہو جاتے
ع رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت +-

شیخ عشرت علی مرحوم

بن شیخ صلیح الدین ممنوری بن شیخ محمد واصل بن شیخ محمد جعفر بن شیخ عبد الحی غفر اللہ لہم تراسی برس کی عمر مین جمعہ کے روز ۳۰ - رمضان کو ۱۳۰۳ ہجری مین انکا انتقال ہوا - شیخ سخاوت حسین اور شیخ لیاقت حسین اور شیخ عبد اللطیف ممنوری انکے صاحبزادے ہین جو اپنے باپ کے یادگار ہین - انکے بڑے صاحبزادے شیخ مدار بخش مرحوم نے انکے سامنے ہی انتقال کیا تھا - اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون -

قطعہ تاریخ

شیخ عشرت علی پاک نہاد
زین جہان رفت سوے باغ جنان
سال فصلیش گفت شوق حزین
بود آدینہ سی ام رمضان
۲۴
۱۲ فضلی

[۱] جھکار کا اصلی نام جھکال تھا - جولاہے کا لغات مین لام ہی سے یہ نام پایا جاتا ہے - مگر اب عموماً جھکار را اور جھکار بولا جاتا ہے

شیخ عنایت کریم

بن شیخ ناصر علی نیموی بن شیخ اصغر علی مرحوم - جوانی مین یہ نہایت جسیم و قوی اور بہت بڑے پھکیت تھے کتنے معرکے دیکھے ہوئے تھے - ایکدفعہ عجیب اتفاق ہوا کہ کسی زمین کے لیے چند راجپوتون سے مخاصمت کی نوبت آگئی - یہ بیچارے خالی ہاتھ تھے اور اِن کے حریف ایک تو خود نہایت قوی تھے دوسرے اونکے ہاتھون مین تلوارین تھین - وہ لوگ اِنپر ٹوٹ پڑے اور خون کے پیاسے ہوگئے - تلوارین چلانے لگے - بجلیان چمکانے لگے - اِنکے ہاتھ مین ایک پتلی سی لاٹھی تھی اوس سے اپنا جوہر دکھانے لگے - تلوارون کے وار سے وہ لاٹھی سر کی طرف سے تھوڑی تھوڑی ترشنے لگی - یہان تک کہ بہت ہی چھوٹی ہوگئی اور کسی کام کی نرہی اوسوقت نہایت جرادت سے حملہ کرکے ایک راجپوت کو پکڑ کے زمین پر دے مارا اور چھاتی پر چڑہ کر اوسکی تلوار کا قبضہ اپنے قبضے مین کیا قریب تھا کہ اوسکا اور اوسکے ساتھیون کا کام تمام کردیتے کہ ایک دوسرا راجپوت جھپٹ کر آیا اور تلوار کا ایک ایسا ہاتھ مارا کہ اِن کے ہاتھ کا قبضہ جدا ہوگیا - تلوار چھوٹ گئی اور وہ حریف انپر وار کرنے لگا یہ حالت دیکھ کر اپنے حریف مغلوب کو چھوڑ کر شیر ببر کی طرح اوسپر حملہ آور ہوے اور دوسرے ہاتھ سے ہمتِ مردانہ و جرادتِ رستمانہ دکھانے لگے - آخر حریفون نے پیٹھ پھیری اور میدان معرکے سے جان بچا کے رفوچکر ہوگئے - واہ ری ہمت مردانہ کہ دشمنون مین گھر گئے - تلوارون کا سامنا ہوگیا - پھر بھی میدان سے مُنہ نہ موڑا - آخر ہاتھ قلم ہوگیا بیسون زخم کاری کھاگئے مگر کچھ پروانہ کی ع جوانمردان نتابند از کسے رو * ہمین میدان ہمین چوگان ہمین گو * جب دشمن بھاگ گئے - یہ مکان پر آئے زخمون پر پٹیان باندھی گئین - فوجداری مین مقدمہ دائر ہوا - مخالفین پر جرم ثابت ہوا - کالے پانی بھیجے گئے - یہ حضرت ابتک زندہ ہین ضعیفی کے سبب سے وہ جثہ نرما صوم و صلوٰۃ و درود وظائف کے نہایت پابند ہین *

غلام حسن مرحوم

ولد شیخ بارا الله بن شیخ فیض الله مرحوم نیمی کے رہنے والے تھے - ۱۲۹۴ھ تک زندہ تھے

باقی حال کچھ معلوم نہین ٭

شیخ غلام حیدر مرحوم

ابن شیخ حمیدالدین ابن شیخ محمد واصل مرحوم۔ ممنپور کے رہنے والے تھے۔ خدا جنت نصیب کرے۔ ۱۲۴۹ھ مین انتقال کیا۔

قطعۂ تاریخ

اجل آمد غلام حیدر را	سوے جنت گرفت روحش راہ
شوق تاریخ زد رقم کلکم	شیخ مرحوم پاکباز آہ آہ

۱۲۴۹ھ

محمد فرید احسن فرد

ولد اصغر حضرت والدی جناب شیخ سبحان علی مرحوم۔ یہ میرے عینی برادر ہین۔ ۱۲۸۱ھ مین پیدا ہوے۔ جب مین غازیپور مین تھا تو یہ میرے ساتھ تھے اور مجھے عربی پڑھتے تھے۔ وہان اکثر شعر و سخن کے جلسے ہوا کرتے تھے۔ دیکھا دیکھی انکو بھی شاعری کا شوق ہوا۔ فرد تخلص رکھا۔ کبھی کبھی فکر کرکے کچھ کہہ لیا کرتے تھے۔ ایک مثنوی نیرنگ الفت نام نظم کی جو پہلے لکھنؤ مین پھر دوبارہ صحت کے ساتھ اسٹار آف انڈیا پریس آرہ مین چھپی ہے۔ جب مین لکھنؤ چلا گیا انکا پڑھنا چھوٹ گیا شعر و سخن سے بھی دل پھر گیا۔ چند غزلین جو کہی تھین انکی بے پروائی سے گم ہوگئین۔ یہ کچھہ دنون غازیپور مین رہے پھر عظیم آباد چلے آئے۔ اور سروینگ مین نام لکھایا۔ امتحان مین بفضلہ پاس ہوگئے عرصے سے سرکاری ملازم ہین۔ انکی گم شدہ غزلون مین سے چند اشعار جو یاد تھے وہ یہان لکھے جاتے ہین۔

جب پوچھتا ہون اون سے کہ دل کیا طرح ہوا	کہتے ہین ناز سے کہ خدا جانے کیا ہوا
ہم خوب روئے جانکے اپنا شکستہ دل	دیکھا جو جام مے کوئی ٹوٹا پڑا ہوا
دل پھنس چکا ہے زلف مین کنگھی نہ کیجیے	پھندے سے چھوٹ جائیگا طائر پھنسا ہوا
آیا دہین خیال کسی گلعذار کا	گلشن مین کوئی پھول جو دیکھا کھلا ہوا

کہتے ہو دل سے فرد عبث تم کوئی امید

عالم مین کب کسی کا کوئی آشنا ہوا

جب سے عشق میان یار ہوا	شکل ہو گھل کے جسم زار ہوا
کی جو آ ہوے چشم کی الفت	وحشیون مین مرا شمار ہوا
جوش وحشت نے کیا بڑھائے ہاتھ	کیون نہ گریبان تار تار ہوا
داغ مرجھا گئے مرے دل کے	ختم اب موسم بہار ہوا

عشق کی راہ ہے عجب اے فرد
جو گیا وہ ذلیل و خوار ہوا

نام لب تک حیا سے لا نسکے	میرے سر کی قسم وہ کھا نہ سکے
کام کس روز آؤ گے اشکو	جب لگی دل کی تم بجھا نہ سکے
تھا جو افشائے راز کا کھٹکا	خواب مین بھی مرے وہ آ نسکے
خانۂ دل مین وہ جو آئے بھی	درد اپنا اونھین دکھا نہ سکے
عمر بھر جنکے ناز اوٹھاتے رہے	میری میت وہی اوٹھا نہ سکے
لاکھ پردہ کیا محبت کو	مگر اے فرد ہم چھپا نہ سکے

تذکرہ یادگار ضیغم مین جناب ضیغم حیدر آبادی نے انکا ترجمہ لکھا ہے۔ اور ان کے یہ متفرق اشعار درج کیے ہین۔

ادا مین ناز مین انداز مین رشک بتان نکلے	ہزارون نوجوانون مین تمھین یکتا جوان نکلے
دل و جان سبنے کی ہمسے جدائی دشت غربت مین	جنھین ہم دوست سمجھے تھے وہی نامہربان نکلے
کشتۂ ہوس زلف مین بیکار ہے کاوش	حاصل بھی ملا مجھکو تو زنجیر کا دانہ
بے شبہ اوسے حسن کی گرمی نے جلایا	کالا ہے جو خال بت بے پیر کا دانہ
جلتی ہے سموم نفس گرم شب و روز	سرسبز ہو کیا اس دل دلگیر کا دانہ

کسی صاحب نے بہت مشکل زمین سمجھ کے انھین غزل کہنے کی فرمایش کی تھی۔ پندرہ سولہ شعر لکھے تھے اونمین سے صاحب تذکرہ نے اپنے مذاق کے موافق تین چار شعر انتخاب کیے۔ باقی شعر یاد نہین کہ مین درج کرون اور بقیہ اشعار کے لطف دکھاؤن۔

شیخ فقیر اللہ مرحوم

بن شیخ محمد اعظم بن شیخ زکی الدین نیوی۔ خدا بخشے ان کے زمانے مین نیوی مین جیسون

عجب ہنگامہ بپا رہا سنگین فوجداریان ہوتی رہین - آخر نبی والون نے معرکہ مار لیا
حریف کے دل پر اپنی بہادری کا نقش جما دیا - اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک زمانے
سے نبی زمان کے شرکا کے قبضے مین چلی آتی تھی - ہر شخص اپنے حصے پر قابض تھا -
۱۱۹۶ فصلی مین مسٹر ٹامس لا صاحب نے بندوبست دہ سالہ کے زمانے مین یہ حکم
دیدیا کہ جس موضع مین چند شرکا ہون سرکاری مالگذاری داخل کرنے کو ایک شخص مقرر
کرکے اوسی کے نام درخواست داخل کرین - شرکاے نبی نے شیخ محمد اعظم نبوی کو اس
کام کے لیے تجویز کیا اور انھین کے نام سے درخواست دی - لہذا کتاب بندوبست مین
انھین کا نام درج ہوا - چند مہینے گزرے تھے کہ سنہ ۱۱۹۰ فصلی ماہ پوس مین انکا انتقال ہوگیا
شرکاے نبی نے جناب شیخ اکبر علی نبوی مرحوم کو مختار بنایا - جناب مرحوم برسون نہایت
ہوش و گوش کے ساتھ کام انجام دیتے رہے -

اوس زمانے مین پائندہ پور کے ایک بزرگ سید امین الدین نامی تھے جنکا لقب میر لقچہ
تھا وہ ایسے لڑاکے تھے کہ جوار بھر مین اونکی دھاک بندھی ہوئی تھی - لڑائی بھڑائی کی بدولت
جیلخانے تک کی ہوا کھا چکے تھے - اونھون نے چاہا کہ کسی طرح نبی کو دخل کیجیے اپنا سکہ
بٹھایے - شیخ فقیر اللہ سے یہ فقرہ جڑا کہ یہ گانون تمھارے باپ کے نام سے بندوبست ہے
اگر تم آدھے آدھ کا شریک کر دو تو مین یہان کے لوگون کو لڑ جھگڑ کے بیدخل کر دون -
وہ انکے دام مین آگئے - ان کے ایک چھوٹے بھائی تھے جنکا نام احمد علی تھا وہ بھی
متفق الراے ہوئے - غرضکہ دونون سے میر لقچہ نے سنہ ۱۲۱۵ فصلی مین اپنے چھوٹے بھائی میر ناصر الدین
کے نام شرکتنامہ بالمناصفہ لکھوایا - جب غلہ طیار ہوا تو میر لقچہ اپنا قبضہ کرنے کو اور غلہ لوٹ لیجانے کو
مور و ملخ کی طرح گنوار لیکر نبی آ پہونچے اون دونون بھائیون نے میر لقچہ کا ساتھ دیا - باقی
حضرات سب ایکطرف ہو گئے - چھوٹے بڑے مقابلہ کرنے کو تلوارین لاٹھیان گڑانسے لیکر باہر

سنگین فوجداریان

له ایک دفعہ حاکم وقت نے کسی جرم مین اساڑہ سے لیکر اگہن تک کہ برسات کا زمانہ ہے چار مہینے بیچارے
لقچے کو باندہ دیا - امسٹ صاحب کے یہان اپیل دائر ہوئی وہ ایک قابل انگریز تھا - اوسنے فیصلہ
بحال رکھا اور چونکہ لقچے برسات بھر بندھے رہین کہ برسات کی ہوائے ناقص سے کپڑے خراب ہون
اور بعد گزر جانے برسات کے دھوپ کھانے کو کھولے جاتے ہین اوسنے یہ دلچسپ فقرہ اپنے فیصلے مین لکھا کہ لقچہ بسبب
ماندہ گرشاید چند ایام برشکال براے تاب آفتاب واکردہ خواہد شد ۱۲ مرتب

نکلے۔ دونون گھٹائین مل گئین قیامت کا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ تلوارین چلنے لگین۔ لٹھ پڑنے لگے۔ کسی کا سر پھٹ گیا کسی کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ شیران جنگی بپھرنے لگے۔ بزدلی کانپنے لگی۔ امن و امان کے گوشے ڈھونڈھنے لگے۔ بہادران نیمی نے وہ ہمت مردانہ و جرأت رستمانہ دکھائی کہ حریفون کے قدم اوکھڑ گئے۔ حوصلے پست ہو گئے۔ بات کی بات مین اودھر کی گھٹا نے پیٹھ دکھائی۔ میر بقچہ نے سخت ہزیمت اوٹھائی۔ مگر پھر بھی اونکا حوصلہ پست نہ ہوا۔ عجب ہربونگ مچائی۔ غلہ اوٹھا لیجانے کے لیئے متواتر بائیس فوجداریان کین۔ طرح طرح کی صف آرائیان فرمائین۔ مگر کبھی کسی سبز ہوے ایک دانہ نصیب نہ ہوا۔ برابر نیمی والون ہی کے ہاتھ کھیت رہا۔ اور آخر نوبت یہ پہونچی کہ سرکار نے شیخ فقیر اللہ سے ہزار روپے کا مچلکا لیا۔ کہ پھر خونریز نہونے پائے۔ جب فوجداریون سے میر بقچہ کی دال نہ گلی تو ورثاے شیخ محمد اعظم سے یہ درخواست دلائی کہ زمانہ بندوبست سے نیمی ہمارے باپ کے قبضے مین رہی اونکے انتقال کے بعد ہماری والدہ نے شیخ اکبر علی کو مختار بنایا اوسوقت ہم لوگ لڑکے تھے برسون وہ مختار رہے منافع و محاصل برابر ادا کرتے رہے۔ جب ہم لوگون نے ہوش سنبھالے تو مختار سابق کو بوجہ تصرفات بیجا برطرف کر کے سید ریاض الدین کو مقرر کیا۔ اسپر نیمی کے لوگ متفق ہو کر بگڑ گئے اور بیدخل کر دیا۔ غرض نیمی نے اس عرضی دعوی کا جواب نہایت دھوم دھام سے لکھا اور میر بقچہ کی شرارت ثابت کی چنانچہ یہ فقرہ بھی لکھا کہ "امین الدین عرف بقچہ کہ آفت روزگار و مفتری زمانہ در تمام ضلع و تا بحضور صاحبان عالیشان مشہور و معروف است مدعیان را ورغلانیدہ از نام ریاض الدین برادر خرد خود شراکت بالمناصفہ از مدعیان نویسانیدہ" حاکم وقت نے بعد معائنہ کاغذات و مباحثہ وکلا کے مقدمہ ڈسمس کیا۔ اور ۷۔ دسمبر ۱۸۸۲ء کو ایک طولانی فیصلہ لکھا جسکا ایک فقرہ یہ ہے کہ دعوی مدعیان باطل محض و سراپا بے اصل متصور است و صاف متحقق و ہویدا است کہ امین الدین عرف بقچہ کہ مردم بدنام و بشعار اغواے مردمان مشہور و معروف است مدعیان را ورغلانیدہ شرکت نصف بقری موضع مذکور از نام ریاض الدین حسین برادر خود نویسانیدہ گرفتہ اول بجہت دخل بر موضع مذکور ہنگامہ دگوہار برپا ساختہ مصدر انواع بدعت و فساد گشتہ۔ اس فیصلے کے بعد بقچہ صاحب ڈھیلے ہو گئے۔ شیخ فقیر اللہ کو مفت خفت حاصل ہوئی۔ کچھ دنون بعد انتقال کیا۔ انکے بیٹے شیخ مبارک علی مرحوم موضع سریانوان ضلع مرزاپور مین جا بسے۔ افسوس نیمی مین کوئی انکا نام لیوا نہ رہا +

شیخ فیض اللہ مرحوم

یہ بزرگ منیر کے رہنے والے تھے۔ انکو کتاب لکھنے کا بہت شوق تھا۔ زبدۃ المنشآت[1] وغیرہ کتابین ان کے ہاتھ کی لکھی ہوئین فقیر کے کتب خانے مین موجود ہین۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ سو برس سے زیادہ انکا زمانہ نہین گزرا۔

[1] اس کتاب مین خواجہ عبد اللہ تائید عظیم آبادی المتوفی ۱۲۰۶ھ کے رقعات ہین جنکو تائید کے بیٹے خواجہ محمد علی تمنا نے جمع کیا ہے۔ ان دونون حضرات کے ترجمے تذکرون مین موجود ہین۔ اس کتاب مین ایک عجیب و غریب حیرت انگیز و حسرت آمیز رقعہ بنام شاہزادہ مرزا جوان بخت جہاندار شاہ بہادر درج ہے جسکا خلاصہ ناظرین کی دلچسپی کے لیئے ہم نقل کرتے ہین کہ عظیم آباد کی چھوٹی پٹن دیبی مین محمد حسن نام ایک نوجوان شریف زادہ تھا جسکو فارسی اور بھاکا مین کمال مہارت تھی۔ ایکدن صبح کو گنگا کنارے ٹہلنے کو گیا وہان کسی مہاجن کی ایک نہایت حسین نوجوان لڑکی جسکا نام شام سُندر تھا چند عورتون کے ساتھ گنگا اشنان کو پہونچی۔ میان حسن دیکھتے ہی اوسپر عاشق ہو گئے۔ پھر تو طرح طرح کی مصیبتین جھیلین۔ کڑیان اوٹھائین۔ کبھی مجنون وار اوسکے کوچے مین پہونچے۔ اور کبھی جوگی اور کبھی پنڈت بنکر اوسکے یہان آئے۔ آخر کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ وہ پری وش انکے ہاتھ آگئی۔ بعد وصلت بھی حضرت عشق اپنی نیرنگیان دکھاتے رہے۔ اگر دم بھر بھی جدائی ہو جاتی تو دونون کا عجب حال ہو جاتا۔ اتفاق سے ایک سال میان حسن چھپرے تشریف لیگئے۔ جب وہان سے پھرے انکی کشتی تباہی مین پڑی۔ کچھ لوگ نکلے۔ کچھ ڈوبے۔ یہ غریب ڈوبتا اوچھلتا۔ دور جا پہونچا۔ اور بہزار خرابی زندہ دریا سے نکلا مگر یہان لوگون نے اسکے ڈوب جانیکی خبر اوڑا دی۔ جب شام سندر نے اپنے جانباز عاشق اور وفادار شوہر کے ڈوب جانے کی خبر سنی دل پر کچھ ایسی چوٹ کھائی کہ فوراً اسکی جان نکل گئی۔ اور اوسکی پاک روح کئی روز تک برابر گنگا پار لبِ دریا نورانی لباس مین آدھی رات کو آسمان سے اوترتی رہی اور حسن کا نام لے کر پکارتی رہی شام سندر کے مرجانے سے بیچارے حسن کا عجب حال ہو گیا۔ مجنون وار ادھر اودھر پھرنے لگا۔ ایکدن لوگون کی زبانی اوس شعلۂ آسمانی کا حال سنا خوش خوش گھر پہونچا۔ نہا دھو کر کپڑے بدل ڈالے اور یہ عبرت انگیز و حسرت آمیز تحریر لکھی: "ای یاران وفا کیش و احباب خیر اندیش شما از حال من آوارہ کوچہ محن مصیبت زدہ گردش چرخ کہن محمد حسن آگاہی ندارید۔ و نائرہ عشق خانہ انگیز کہ در سینۂ من شرر ریز بپا کردہ و کاشانۂ دلم را خاک سیاہ نمودہ

از آن بیخبر ہستید۔ شمع خیکہ دلم را پروانہ وار کردہ و آخر در سوگ من جان دادہ۔ در حقیقت دختر مہاجنے بود
کہ واقعہ اش پر سوز و حسرتناک است۔ روزے بلب دریا با او دو چار شدم تیر عشقش بجگر رسید مدتہا در فراقش
خونِ دل خوردم و سراسیمہ و بیقرار خاک بسیر بہا کردم۔ گاہ بہوائے دیدار بکوچۂ دلدار مجنون وار پا کشیدم و
گاہے بصورتِ جوگیان مستانہ وش بآستانہ اش رسیدم و گاہی تا مدت چند بلباس برہمنان صرف
گنگا خوانی ماندہ شربتِ دیدار یار چشیدم۔ چون نوبت عروسیش رسید بخانہ اش چنان آتشے سر گرفت
کہ بطرفۃ العین نمونہ آتشکدۂ پارس گردید ہر کسے راہ نجات بجست و کسے پروائے عروس نداشت۔
در آنوقت منِ دل سوختہ بتبدیل لباس در آنجا حاضر بودم بمعائنۂ این حادثۂ جگر سوز او را در آغوش
خود گرفتہ از دریچہ بیرون کردم و بخانۂ خویش آوردم۔ چون وقت شب بود و ہنگامہ بر پا کسی اش نشناخت
و تعرضے نساخت۔ ہمگنان دانند کہ چون بخانۂ مہاجن آتش بر افروخت دخترش نیز اندرون خانہ
بسوخت۔ چون عشق من پاک بود خواستم کہ بعزت و آبرو بخانہ اش رسانم۔ آن مخلہ رو دم سر کشید
و راضی نگردید۔ آخر الامر بحبالۂ نکاح خود در آوردم۔ این مختصریست از واقعات گذشتہ کہ از احبابے من
میر محمد رضا کہ فی الحال بدہلی ہستند مفصلاً آگاہی دارند۔ از ایشان پرسیدنی است۔ درین چند روز
زمان آنچہ بر سرم گذشت حاجت بیان ندارد۔ اکنون بہ تحقیق پیوست کہ از چند روز بعد نصف شب شعلۂ
بشکل ہودج از آسمان سر میزند بہ آن روئے دریا فرود می آید و تا دیر سراسیمہ و بیقرار میماند و صدائے
حسرت آمیز و لہجۂ درد انگیز مرا یاد میکند۔ نیک دانستم کہ روح پاک آن غیرتِ حور لاثانی بہ ہودج نورانی
بتلاش منِ زندہ در گور می آید۔ ہیہات ہیہات کہ من زندہ مانم و دعوی عشق بر زبان رانم۔ عزم
بالجزم دارم کہ بہ آن شعلۂ آتشین پیوستہ جان بجانان سپردہ آتش شوق را بآب وصال فرو نشانم۔
چشم کہ ہمگنان در حقِ منِ دل سوختہ دعائے مغفرت سازند و از صدمۂ فراق و دردِ ہجران بہ نوحہ و زاری
نپردازند۔" حسن یہ خط جیب مین رکھ کر اپنے احباب کو ساتھ لیکر کشتی مین سوار ہوا۔ شام کے وقت
گنگا پار جا پہونچا اور آخر بعد ردّ و کد وہین بستر لگایا۔ آدہی رات گزر جانے پر آسمان سے وہ شعلہ اترا
اور ہر طرف دوڑنے لگا اور حسن حسن پکارنے لگا۔ حسن نے وہ تحریر جیب سے نکالی اور ایک دوست کے
حوالہ کی اور آپ دوڑ کر اوس شعلے سے جا ملا۔ پھر خدا جانے اوسکا جسم خاکی کیا ہوا۔ جل کر غبار
کی طرح اوڑ گیا۔ یا دریا مین جا پڑا۔ مختصر یہ ہے کہ اوس مرحوم کی میت کا کچھ پتہ نہ لگا۔ حضرت عشق
کے بھی عجب نیرنگ ہین۔ یہان نئی روشنی والے حضرات کی فہم و ادراک بھی دنگ ہین۔ اس شعلے
کے واقعہ کو ملک الشعرا امیر دہلوی نے بھی شعلۂ عشق مین نظم کیا ہے اور سر داستان یہ سرخی لکھی ہے

ازنائر حسن بابکا ہر کہ در عہد محمد شاہ در عظیم آباد رو بروے وصی دشریف بظہور پیوستہ" یہ مثنوی شعلۂ شوق مطبوعہ مطبع سلطانی "انوار محمدی" میں موجود ہے مگر کلیات میر مطبوعہ نولکشوری میں جو ہمارے پاس اسوقت موجود ہے چھاپے والوں نے عجب گڑبڑ کی ہے ایک تو شعلۂ عشق کے بدلے شعلۂ شوق چھاپا ہے دوسرے یہ سُرخی اوڑا دی ہے۔ تیسرے اس شعر میں ؎

عجب کام پٹنہ میں اس سے ہوا
عجب ایک عالم کو جس سے ہوا

پٹنہ کے عوض سینے لکھا ہے۔ بہرکیف یہ واقعہ بہت صحیح ہے مگر میر مرحوم کو بوجہ بُعد مسافت و انقضاے مدت بعض باتیں ٹھیک طور پر معلوم نہوئیں۔ مثلاً حسن نے کتھا کے زمانے میں اپنا نام پرسرام مشہور کیا تھا۔ میر نے اسی نام کو اپنی مثنوی میں نظم کیا۔ تایید مرحوم نے جو کچھ لکھا ہے وہی قابل وثوق ہے کیونکہ یہ شخص اوسی زمانے کا شاعر ہے۔ ایک تو خود اوس مرحوم عاشق کی تحریر جسکو خط کہیے یا وصیت نامہ قرار دیجیے یا مختصر الفاظ میں تصور کیجیے پیش کرتا ہے۔ دوسرے لکھتا ہے کہ حسن نے جو اپنی سرگذشت بعض احباب سے زبانی کہی تھی آخر وہ شکست ارہام ہوگئی میں نے خوب اچھی طرح تحقیق کر کے ہر واقعہ کی تصریح کی ہے۔ تایید نے یہ بھی لکھا ہے کہ مکان عالی شان ان ہماہین کے قریب چوک جو بوجہ حادثۂ آتش زدگی بنام عروس اشتہار یافتہ" یہ تحریر بھی بعض واقعہ کی شہادت دیتی ہے کیونکہ ہم خود عظیم آباد میں چوک سے ... کی گلی اور گوری گلی کے درمیان سمندر بائی نام ایک محلہ موجود ہے۔ اِس قصہ کو منشی باقر علیخان لکھنوی مرحوم نے بھی مثنوی میں لکھا ہے جسکا نام شعلۂ جانسوز رکھا ہے۔ یہ کتاب ۱۲۹۵ھ میں مولوی حاجی محمد حسین لکھنوی مرحوم کے مطبع میں چھپ گئی ہے۔ اسمین جا بجا اشعار بھی ہیں سر عنوان یہ شعر لکھا ہے ؎ بنام شعلہ افروز محبت ٭ کہ دلہا سوخت از سوز محبت ٭ حضرت جلال لکھنوی نے بھی نعت گلشن فیض میں پرسرام کی نسبت جو حسن کا جعلی نام تھا لکھا ہے کہ وہ نام شیخ ہو وارد عشاق" اوس فوز آسمانی کی نسبت یہ تو کسی کتاب میں ہماری نظر سے نہیں گذرا کہ کس طرح میں جلوہ افروز ہوتا تھا مگر عظیم آباد میں مشہور ہے کہ خواجہ کلان گھاٹ کے سامنے اوترتا تھا۔

خلاصہ یہ کہ یہ حسرت انگیز و حیرت آمیز واقعہ مثل جوان بخت شیرین فرہاد کی سرگذشت کے کچھ کم نہیں تقدمین اور واقعات اسکے کچھ وقعت نہیں رکھتے۔ مولف نے اس جا مگداز قصہ کو حال میں نہایت خوش بیانی کے ساتھ نظم کیا ہے جسکا نام سوز و گداز رکھا ہے مختلف مقامات میں اسکی تحسین ہوئی خصوصاً عظیم آباد میں ایک بہت بڑا جلسہ ہوا جسمیں علماء شہر کے علاوہ جناب فصاحت وغیرہ شعراے لکھنؤ بھی شریک تھے کل حضرات سامعین نے مصنف کو امید سے زیادہ داد دی۔ انشاء اللہ تعالیٰ یہ مثنوی عنقریب چھپکر نظر افروز عالم ہوتی ہے۔

محمد قابل مرحوم

عُرف شیخ رفیع الدین۔ موضع کولانوان کے رہنے والے تھے۔ نمینور مین انکی شادی ہوئی تھی۔ آخر ہین بود باش اختیار کی برس ۱۳۱۱ھ تک زندہ تھے۔ بنجارون کے جھگڑے مین یہی بزرگ پھنسے تھے اور آخر یہ شعر پڑھ کر رہائی پائی ؎ اسپ تازی شدہ مجروح بزیر پالان ✣ طوق زرین ہمہ در گردنِ خری منیم ✣

محمد قطب عالم مرحوم

بن شیخ محبوب حسین نیموی بن شیخ امداد حسین بن شیخ نور علی مرحوم۔ بی اے تک انگریزی پڑھے تھے۔ امتحان وکالت کا قصد رکھتے تھے۔ خلق و مروت مین نہایت قابل آفرین تھے۔ نیمی مین جو انجمن قائم ہوئی ہے اوسکے سرگروہ یہی مرحوم تھے۔ افسوس امسال ہیضہ جانکاہ مین مبتلا ہوکر ۱۵ صفر کو ہفتے کی رات عین عالم شباب مین داخل جنت ہوے۔ اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعون۔ تجہیز و تکفین کے وقت بادل گھِر آیا آسمان سے پانی برسا۔ اسی رعایت سے مینے یہ تاریخ لکھی ہے۔ ؎

قطب عالم کہ فخرِ نیمی بود	‏	صاحبِ عقل و فہم و خلق و ہنر
کردر حلتِ بہیضہ جانکاہ		شبِ شنبہ ۱۵ زدسط ماہِ صفر
ہاتمش کرد چرخ نیلی فام		کہ لباس سیہ کشید ببر
نالہ ہا رعد زد بجوش و خروش		شد تپان برق چون دلِ مضطر
دودِ آہِ سیہ سحاب کشید		تیرہ و تار شد جہان یکسر
آسمان اشک در غمش بارید		شد بساطِ زمین چو چشم تر
دلِ من شوق سال تاریخش		گفت شد سوے خلد نام آور
		۱۲ ۱۳ھ

دیگر

قطب عالم بشوق حور و قصور	چون بباغ بہشت کرد خرام
خامہ شوق زد رقم تاریخ	شد سوے خلد مایۂ آرام
	۱۲ ۱۳ھ

شیخ کریم بخش مرحوم

فریدپور کے رہنے والے تھے۔ منشی ابو الحسن صاحب نیموی کے اقارب مین تھے۔ نیمی مین آکر رہتے تھے۔ کچھ زیادہ زمانہ نہین گزرا۔ مگر تاریخ وفات کا کچھ پتا نہ لگا

شیخ کلیم اللہ ممپنوری

معروف بہ شیخ کلامی بن شیخ محمد شاکر مرحوم۔ نہایت زور آور آدمی تھے۔ یہ اور شیخ سیف اللہ نیموی دونون آپسمین کشتی لڑا کرتے تھے۔ معرکہ و میدان مین ساتھ رہا کرتے تھے۔ شیخ عشرت علی مرحوم کے نانا تھے۔ ۱۱۵۹ھ تک زندہ تھے غفر اللہ لہ

شیخ لعل محمد مرحوم

عرف شیخ روح اللہ ولد شیخ باب اللہ بن شیخ عبد الحلیم بن شیخ عبد الحکیم ممپنوری غفر اللہ لہم۔ ممپنور مین انکا بہت بڑا حصہ تھا۔ ابتدا مین نہایت خوشحال تھے۔ آخر عمر مین زمانہ انپر کچھ تنگ ہو گیا تھا۔ کاغذات سے ثابت ہوتا ہے کہ میر قچہ کی لڑائی کے زمانے مین زندہ تھے۔ ممپنور مین انکے پرپوتے شیخ محمد رفیق اور شیخ محمد وحید پسران شیخ ہدایت علی ولد شیخ خادم علی مرحوم انکے یادگار رہ گئے ہین۔

شیخ مان اللہ نیموی مرحوم

پرانے کاغذات کے اولٹ ڈالنے سے ظاہر ہوا کہ یہ بزرگ شیخ شیر محمد بن شیخ عبد الرزاق مرحوم کے بیٹے تھے۔ سنہ ۱۱۶۵ھ مین انتقال کیا۔ یہ بزرگ مؤلف کی جدۂ حقیقیہ کے آبا و اجداد سے ہین۔ اللہم اغفر لہ۔

قطعہ تاریخ

کرد رحلت چوزین جہان بجنان — پاک دین پاک زاد مان اللہ
شوق تاریخ رحلتش گفتم — شیخ والا نہاد مان اللہ
۱۱۶۵ھ

ڈاکٹر محمد حسین نیموی مرحوم

بن شیخ راحت حسین بن شیخ بشارت علی بن شیخ کفایت اللہ بن شیخ سیف اللہ مرحوم
انکے حسرتناک واقعات لکھتے آنکھون سے بیساختہ آنسو نکلے پڑتے ہین۔ سن مین یہ مجھے
دو تین برس بڑے تھے۔ مین اور وہ دونون لڑکپن مین ایک ہی مکتب مین پڑھا
کرتے تھے۔ کھیل کود مین ساتھ رہا کرتے تھے۔ جب وہ فارسی کی چند کتابین پڑھ چکے تو
ڈاکٹری پڑھنے لگے۔ اور محنت کرکے بہت جلد کامیاب ہوگئے۔ اور سرکار کے نوکر ہوگئے
چار پانچ برس تک لشکر کے ساتھ سپاہیون کے علاج کیلیے دُور دُور جایا کیے ۱۲۹۹ھ
مین سفر سے گھر واپس آئے۔ اوسی سال اونکے ماموں جناب شیخ وصی احمد صاحب ساکن
منورہ سالارپور کی لڑکی سے اُنکی شادی ہوئی۔ جسکی تاریخ مؤلف نے یون لکھی۔

	اُنیس دل وجان محمد حسینم پئے ماہ وہم روز وسالِ زواجش	چو شد کتخدا شادہ ہر کہہ و مہ بگو شہر شوال ہم پنجشنبہ ۹۹ ۱۲ھ	

مین بھی اونکی برات مین شریک تھا اوسکے بعد پھر ملاقات کی نوبت نہین آئی۔ ایک
اُنکا وہی عروسانہ لباس میری آنکھونمین پھر رہا ہے۔ مین اس تقریب مین شریک ہوکر
تحصیل علوم کے لیے پٹنہ چلا گیا اور وہ کچھ روز اپنے گھر اور سسرال مین رہے۔ اوسی
زمانے مین مہدی سوڈانی کا زور شور تھا۔ سرکار نے چڑھائی کی تھی۔ اوس مرحوم کو
بھی مجبور کرکے لشکریون کے علاج کے لیے مصر کی طرف روانہ کیا۔ جب وہ جانے لگے
تو زندگی سے کچھ ایسے نااُمید ہوگئے تھے کہ ہر شخص سے نہایت حسرت سے مل کے اپنی پیاری
بستی نیمی کو چھوڑا۔ کچھ لوگ دُور تک پہونچانے گئے راستے مین غم ترک وطن کچھ ایسا
بیقرار کردیتا تھا کہ بیساختہ آنکھون سے آنسو ٹپک پڑتے تھے۔ جن سے ساتھیون کا کلیجا
پھٹتا تھا۔ یہ لوگ دور تک پہونچا کے واپس آئے اور اوس غریب الوطن نے فوج انگریزی
کا ساتھ نہ یا سواکم جو مصر کے قریب ہے اور جہان لڑائی ہوتی تھی وہان پہونچ کے
اوس مرحوم نے اپنی خیریت کا خط لکھا۔ اسی طرح ایک مدت تک اونکا خط آیا رہا
یکایک وہان سے اُنکے کسی دوست کا خط پہونچا کہ ڈاکٹر محمد حسین مرحوم نے بعارضہ ذات الجنب

۲۷- رمضان سنہ ۱۳۲۲ھ مطابق ۱۱- جولائی سنہ ۱۹۰۴ء ہفتے کے دن انتقال کیا- اناللہ وانا الیہ راجعون- لشکر میں جو لوگ مسلمان تھے تجہیز و تکفین میں شریک تھے- اور سواکم کے میدان میں جو فرودگاہ لشکر تھا مدفون کر دیے گئے-

اسوقت اوس مرحوم کے خیالات دل کو تڑپا رہے ہیں- اگلے زمانے یاد آرہے ہیں- اے میرے غمخوار ہموطن ایکدن تم اپنی پیاری بستی نیمی سے یہ کہتے ہوے رخصت ہوے تھے کہ اگر جیتے رہے تو پھر اپنے وطن مالوف کو دیکھینگے احباب و اقارب سے ملینگے اور ایک روز ایسا پیش آیا کہ موت بالین پر کھڑی ہوگی اور اپنے اقربا کے عوض غیروں کو افسوس کرتے ہوے دیکھتے ہوگے اور تمھارا پیارا وطن تمھاری حسرت آنسو و آنکھوں میں بھرتا ہوگا- اور دیدار کی آس جو ایک مدت سے تمھارے دل میں تھی وہ ٹوٹ گئی ہوگی اور وطن کے عزیز و آشنا کو یاد کر کے اوسوقت زبان حال سے پڑھتے ہوگے ؎ نہ قاصدے نہ صبائے نہ مرغ نامہ برے، کہ از بیکسی من بنی برد خبرے + اے میرے مرحوم دوست ایک روز میں نے تمکو بھری محفل میں چھوڑا تھا- اور آج تم ایسے لق و دق بیابان میں جاگزین ہو جہان وحشیانِ دشت کے سوا انسان کا نام تک نہیں- اے میرے شفیق و ہمدم برادر اگرچہ تمنے کوئی اولاد نہیں چھوڑی جس سے کچھ دنوں تمھارا نام رہتا- مگر خدا چاہے تو اس تذکرے سے قیامت تک صفحۂ عالم پر تمھارا نام روشن رہیگا- اور ناظرین تمھاری بیکسی کو خیال کر کے نہایت حسرت کے ساتھ تمھارے لیے دعاے مغفرت کرینگے- اور میں نے تو بارہا تمھارے لیئے دعا کی ہے اور اسوقت بھی دل سے دعا کرتا ہون کہ اللہ تعالے تمھیں اپنے جوار رحمت میں جگہہ دے آمین ثم آمین-

قطعۂ تاریخ

ہے یہ دُنیا بھی عجب عبرت فزا   مِٹ گئے افسوس کیا کیا نامور
تیری بستی میں جو ہیں راحت حسین کے   رکھتے تھے اک نوجوان نورِ نظر
صاحبِ فہم و فراست خوش صفات   پاک طینت- نیکخو- عالی گہر
جب محمد سے ملے لفظِ حسین کے   نام ہو جائے عیان مثلِ قمر
ڈاکٹر تھے رہتے تھے لشکر کے ساتھ   اونکو پیش آیا سواکم کا سفر

پھونچے جس دم منزلِ مقصود کو	کچھ دنون اچھی طرح سے کی بسر
بعد چندے ناگہان آئی اجل	دے گئے وہ داغِ دل داغِ جگر
خاک ریزِ سال ہے کلکِ ظہور	مر گیا صد حیف پیارا ڈاکٹر
	۱۳۰۲ھ

شیخ محمد حسین

ابنِ شیخ احسان حسین بن شیخ تفضل حسین بن شیخ نور علی نیموی مرحوم ۱۲۸۶ھ مین پیدا ہوے - بہت پرانے کاغذات جونیمی کے اگلے بزرگون کے زمانے کے لکھے ہوے ہین ان کے پردادا جناب شیخ نور علی مرحوم کے جمع کیے ہوے انکے یہان سے مؤلف کے ہاتھ لگے جن سے بہت سی اگلی باتین دریافت ہوئین اکثر لوگون کی وفات کے سن معلوم ہوے -

شیخ مدار بخش مرحوم

ممپنور کے رہنے والے جناب شیخ عشرت علی بن شیخ صلیح الدین بن شیخ محمد واصل بن شیخ محمد جعفر مرحوم کے بڑے بیٹے تھے - ۱۲۸۵ ہجری مین انکا انتقال ہوا - ان کے پانچ بیٹے تھے - شیخ عبدالوہاب مرحوم شیخ امیر احسن مرحوم - منشی شیخ وحید احسن صاحب شیخ کریم احسن مرحوم - شیخ عبدالرزاق سلمہ - انہین سے منشی وحید احسن جو مؤلف کے پیر بھائی ہین اور شیخ عبدالرزاق جو راقم کے نسبتی برادر ہین اپنے پدر بزرگوار کی یادگار رہگئے ہین - خدا صحیح وسالم رکھے - اور بقیہ حضرات داخل جنت ہوے - اللھم اغفر لہم - مین نے جناب مدار بخش مرحوم کی تاریخ وفات یون لکھی ہے -

چون جناب مدار بخش افسوس	زین جہان رفت سوے خلد برین
سال تاریخ شوق گفت دلم	رفت والا نشین بہ علیین ۵
	۱۲۸۵

فائدہ - علیین مین دو یا مین محسوب ہوئی ہین - جناب جلال لکھنوی نے افادہ تاریخ مین جو یہ لکھا ہے کہ لفظ بنین و صین وغیرہ مین ایک یا کے عدد تاریخ مین لیے جائینگے کہ ان الفاظ کے رسم الخط مین مکتوبی ایک ہی یا ہوتی ہے "یہ قول خلاف تحقیق ہے - غالباً قرآن مین نبین وغیرہ کا املا ایک یے سے دیکھکر دہ یہ سمجھے کہ

دو یا دن سے لکھنا ہی خطا ہے۔ حالانکہ قرآن پاک مین جا بجا ایسے املا ہین جو رسم خط
متعارف کے خلاف ہین نوادر الوصول مین لکھا ہے کہ خط مصحف گاہی مخالف قیاس
رسم الخط عروض میباشد ہمذا گفتہ اند خطان لایقاسان خط المصحف وخط العروض
بہرکیف نہین وغیرہ اگرچہ قرآن پاک مین ایک ہی ی سے ہین مگر انکا املا دو یا دونون
سے بلا شک صحیح ہے۔ یہ باتین علما ہی جانین۔ دیکھو شمس العلما جناب مولانا محمد سعید
حسرت عظیم آبادی مرحوم کے دیوان قسطاس البلاغۃ مین یہ تاریخ موجود ہے ع
نازل روضۂ علیین باد۔ اسمین علیین کی دو یا ہین محسوب ہوئی ہین ٭

شیخ مشرف علی مرحوم

بن شیخ صلیح الدین میسوری بن شیخ محمد واصل مرحوم۔ خدا بخشے اُنپر عجیب واقعات
گزرے۔ ایکرات کھلیان مین سوئے تھے کوئی شخص چھری سے انکا گلا کاٹنے لگا۔
بہت کچھ کٹ چکا تھا کہ غل شور کرنے سے وہ چھوڑ کر بھاگ گیا۔ قاتل کو کوئی چور
کہتا ہے۔ کوئی بھوت بتاتا ہے۔ بہرکیف چونکہ رگین بچ گئی تھین کچھ دنون بعد
زخم اچھا ہو گیا انکی جان بچگئی۔ مگر زندگی بھر انکے گلے پر خط زخم رہ گیا۔ انکی وفات
سے قبل دو سال [illegible] و میسور مین ایسی دھوان دھار آگ لگی کہ ساری بستی جل گئی۔
ایک گھر نہ بچا۔ آتشزدگی کے دوسرے سال سنہ ۱۲۸۵ ہجری مین صوبہ بہار مین وہ طوفان
خیز بارش آئی کہ بڑی بڑی بلند عمارتون پر پانی پھر گیا۔ ہزارون آدمی بہ گئے۔
کتنے جانور ڈوب کر مر گئے۔ یہ عالم تھا کہ چھپرون پر آدمی بہے چلے جاتے تھے دوسرے
لوگ آنکھون سے دیکھتے تھے مگر نکالنے کی کسی کو جرأت نہین ہوتی تھی۔ اگر کوئی ڈوبتا
اچھلتا خوش قسمتی سے کسی درخت کے پاس پہونچ جاتا۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا
وہ تو درخت سے لپٹ جاتا اور درخت کے کانٹے اوسکے بدن مین پیوست جاتے۔
پانی کے مارے حشرات الارض کچھ ایسے بدحواس ہو رہے تھے کہ انسان اپنے بدن سے
سانپون کو چھوڑا کر پھینکدیتا اور وہ کاٹتے تک نہ تھے۔ [illegible] مین دو ایک گھر کے سوا
جتنے اونچے اونچے مکانات تھے اونکے صحن مین پانی ایک قد بھر گیا تھا کہ آمد و رفت
یک قلم موقوف ہو گئی تھی۔ کتنے مکان بیٹھ گئے۔ کتنے گھر غرقاب ہو گئے۔ کیونکہ

اِسقدر پانی آگیا تھا کہ لوگ گھرنیٔ پر چڑھ کے ایک مکان سے دوسرے مکان مین جاتے۔ لوگون نے اِس طوفان خیز سیلاب کا نام بڑھیا باڑھ رکھا ہے غرضکہ طوفان نوح کا عالم تھا۔ مگر بفضلہٖ بہت جلد پانی گھٹنے لگا اور دو تین ہی روز مین معمولی سیلاب کی طرح پانی رہ گیا۔ اِن دنون مشرف علی مرحوم ڈبائین مین تھے۔ شیخ بہادر علی مرحوم ساکن ڈبانوان کے خسر صاحب نے ایری مین انتقال کیا تھا۔ چہلم کی تقریب مین وہ گھرنیٔ پر ایری آنے لگے۔ شیخ مشرف علی مرحوم کو گھر کا دِھیان بندھا تھا کہ خدا جانے اِس طوفان مین کیا حالت ہوئی وہ بھی ساتھ ہوئے۔ ڈبائین سے دو تین کوس تک خیریت کے ساتھ پہونچے۔ راستہ مین کہین یکایک ایک گھڑا ٹوٹ گیا۔ گھرنیٔ چکر کھا کے ڈوبنے لگی۔ شیخ مشرف علی مرحوم گھرنیٔ سے پانی مین اولٹ گئے اور گرتے ہی غائب ہوگئے۔ شیخ بہادر علی مرحوم بڑے پیراک تھے۔ اونکا ایک لڑکا بھی ساتھ تھا۔ اوسکو اپنے کاندھے پر چڑھا کے پانی مین کودے۔ پانی کا کچھ ایسا توڑا تھا کہ کچھ دور تک تو میرے پھر باپ بیٹے الگ ہوگئے۔ خدا کی قدرت دیکھیے کہ لڑکا تو بہکر ایک ٹیلے پر چڑھ گیا۔ اور شیخ بہادر علی جو بڑے تیراک تھے غوطے کھا کھا کے بیٹھ گئے۔ غرضکہ نہ شیخ مشرف علی مرحوم کا پتا لگا نہ شیخ بہادر علی مغفور کا نشان ملا۔ دونون ڈوب کر غریق دریاے رحمت ہوگئے۔ اِنّا لِلّٰہ واِنّا الیہ راجعون ✦۔

مظہر علی مرحوم

بن شیخ کرم علی ولد شیخ لطف اللہ بن شیخ محمد افضل مرحوم۔ میسور کے رہنے والے تھے۔ سنہ ۱۲۰۰ھ تک زندہ تھے۔ باقی حال کچھ معلوم نہین۔

محمد معشوق مرحوم

بن شیخ وجیہ الدین بن شیخ معزالدین بن شیخ عبداللطیف بن شیخ عبدالحکیم مرحوم میسور کے رہنے والے تھے۔ سنہ ۱۲۷۷ ہجری تک زندہ تھے۔ باقی حال کچھ معلوم نہین ✦

منشی منیر احسن

میرے سنجھلے چچا جناب منشی شیخ سعادت علی صاحب کے صاحبزادے ہین سنہ ۱۲۶۹ھ مین پیدا ہوئے۔ نہایت تجربہ کار و جہاندیدہ آدمی ہین۔ کلکتہ۔ بنارس۔ بھوپال۔ حیدرآباد کی سیر کرآئے ہین۔ حضرت پیر و مرشد جناب مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی مدظلہ کے مرید ہین۔ خدا صحیح و سالم رکھے۔ اپنے پدر بزرگوار کے یادگار ہین ✦

شیخ ناصر علی مرحوم

بن شیخ اصغر علی بن شیخ سیف اللہ نیوی مرحوم۔ جوانی مین انکو بنگالے جانے کا اتفاق ہوا۔ وہان کچھ دنون رہ کے کسی بنگالی سے وہ منتر سیکھ کر گھر پہونچے کہ جس سانپ کے کاٹے ہوئے کو جھاڑا وہ بفضلہ اچھا ہی ہو گیا۔ جن لوگون نے انکو دیکھا ہے وہ انکے منتر کی وہ کیفیت بیان کرتے ہین کہ عقل ششدر و دنگ ہو جاتی ہے۔ سنہ ۱۲۷۹ھ مین انکا انتقال ہوا ✦

مولوی حکیم محمد نذیر احسن

ولد اکبر حضرت والدی جناب شیخ سبحان علی مرحوم۔ یہ میرے علاتی بھائی ہین۔ سنہ ۱۳۰۵ھ مین پیدا ہوئے۔ عربی مین جناب مولانا مولوی محمد ابراہیم مرحوم ساکن نگرنہسہ کے شاگرد ہین۔ اور طب مین جناب حکیم سید فدا حسین مرحوم ساکن کوری چک کے تلمیذ رشید ہین۔ نہایت ذہین و فطین آدمی ہین۔ پہلے جناب سید فضل الرحمٰن صاحب رئیس اعظم موضع ڈمری ضلع عظیم آباد کے بیٹے جناب سید خلیل الرحمٰن صاحب کی تعلیم کو مقرر ہوئے۔ پھر اونکے دربار کے مختار ہوئے۔ پھر موضع ڈمری کا شفاخانہ انکے سپرد ہوا۔ آج کل مختلف عہدون پر مامور ہین ✦

نظام الدین مرحوم

بن شیخ محمد قیوم بن شیخ نجم الدین مرحوم۔ میمنور کے رہنے والے تھے۔ سنہ ۱۲۴۲ھ تک زندہ تھے۔ باقی حال کچھ معلوم نہین ✦

شیخ نعیم الدین

ابن شیخ بشارت علی ممنوری ابن شیخ جوگی مرحوم - سنہ ۱۲۸۱ھ مین پیدا ہوے - نہایت نیکبخت سلیم الطبع آدمی ہین - فارسی - انگریزی بقدر ضرورت جانتے ہین - سنہ ۱۳۰۱ھ مین انکی شادی ہوئی - دوسرے سال خدا نے ایک فرزند عطا کیا جسکا مشہور نام عبد الحفیظ اور تاریخی نظیر الدین احمد ہے - منشی عبد الغفور صاحب دقیق ساکن موضع جھوملی نے انکی شادی کی تاریخ یون لکھی ہے -

شکر صد شکر کہ شد صورت امید پدید — وصلت صورت دلخواہ مبارک بادا

منسلک گشت چو در رشتۂ تزویج نعیم — ہمہ گفتند ہمانگاہ مبارک بادا

سال تاریخ رقم کرد چنین کلک دقیق — خانہ آبادی نوشاہ مبارک بادا

۱۳۰۱ھ

شیخ نوازش حسین مرحوم

ابن شیخ فرحت علی نیموی مرحوم ابن شیخ کفایت اللہ ابن شیخ سیف اللہ مرحوم - کشتی بنکیتی مین نہایت طاق تھے - ڈنڈ مگدر - پھری گتکے کے فن مین بہت بڑے مشاق تھے - مینے لڑکپن مین انکو دیکھا ہے - پست قد - گندمی رنگ تھے - بدن مین بھی ماشاء اللہ خوب کس بل تھا - جوار بھر مین اُستاد گنے جاتے تھے - خدا جنت نصیب کرے - سنہ ۱۲۸۹ھ مین انتقال کیا - انکے نواسے میان صدر الحق وغیرہ صاحبزادگان ڈاکٹر محمد صدیق نیموی انکے یادگار ہین -

شیخ نور علی مرحوم

ابن شیخ حفیظ اللہ ابن شیخ زکی الدین نیموی مرحوم سنہ ۱۱۸۲ھ مین پیدا ہوے - نہایت تجربہ کار وکار آزمودہ آدمی تھے - لوگ انکو گھاگ نور علی کہا کرتے تھے - خدا بخشے سنہ ۱۲۵۷ھ مین انتقال کیا -

قطعۂ تاریخ

صاحب جود و کرم نور علی — حیف چون زیر زمین شد پنہان

بہر تاریخ وفاتش گفتم — صافدل رفت بہ گلزار جنان

۱۲۵۷ھ

شیخ محمد واصل مرحوم

بن شیخ محمد جعفر بن شیخ عبد الحی مرحوم - نمیونور کے رہنے والے تھے - سنہ ۱۲۱۷ھ تک زندہ تھے - یہ بستی آج انھین کی اولاد سے آباد ہے -

منشی وحید احسن

بن شیخ مدار بخش بن شیخ عشرت علی بن شیخ صلیح الدین بن شیخ محمد واصل نمیونوری مرحوم - ہوشیار و تجربہ کار آدمی ہین - صوم و صلوٰۃ کے نہایت پابند ہین - مولف کے پیر بھائی ہین - خدا زندہ رکھے - مغتنمات سے ہین ؎

منشی وحید الکریم مرحوم

بن شیخ ناصر علی نیموی مرحوم - فارسی بہت اچھی جانتے تھے تحریر نہایت پاکیزہ تھی - اشعار کے نکات خوب سمجھتے تھے - آخر عمر مین سیر و سیاحت کے لیے بنگالے کی طرف نکل گئے تھے وہان کسی مرد درویش سے ملاقات ہوئی - اوسکو مرد کامل پا کے اوسکے ہاتھ پر بیعت کی - جب کچھ دنون صحبت رہی تو اوس مرد درویش نے انکو مرد سنجیدہ جامع اوصاف حمیدہ پا کے چاہا کہ میرے بعد یہی سجادہ نشین ہون - مگر انھون نے قبول نہین کیا - کچھ عذر معقول کرکے ٹال دیا - ایک مدت تک پیر کی خدمت مین رہے - پھر رخصت طلب کی چلتے وقت اوس بزرگ نے ایک ٹوپی عطا کی - جو فقیرانہ وضع پر تھی اور جسمین جا بجا پیوند لگے تھے - اور اوس بزرگ نے خود اپنے ہاتھون سے اوسکو سیا تھا - جب اپنے وطن مین پھونچے - ایکرات اوس ٹوپی کو اپنے سرھانے رکھکر سوئے نماز تہجد پڑھنے کو جو اٹھے تو اوسمین چنبیلی کے پھول رکھے ہوئے پائے اوس روز سے اوس ٹوپی کو نہایت احتیاط سے رکھتے تھے - سنہ ۱۳۲۱ھ مین پہلے بخار مین مبتلا ہوئے - پھر ران مین پھوڑا نکلا - ۱۶ - رمضان کو یکشنبہ کے روز انتقال کیا - اوس متبرک ٹوپی کو بھی لوگون نے تبرکاً قبر کے کسی گوشے مین رکھدیا - ہر کیف کریم النفس - عمیم الاخلاق - زاہد و عابد آدمی تھے ان سب باتون کا ثمرہ یہ کیا کم ہے کہ رمضان ایسے مبارک مہینے مین انتقال کیا - جسکی نسبت

حدیث شریف مین آیا ہے اِذَا دَخَلَ رَمَضَانُ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ یعنی رمضان آتا ہے تو بہشت کے دروازے کھولدیے جاتے ہین اور ابواب جہنم بند کردیے جاتے ہین۔ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ۔

قطعہ تاریخ

جناب شیخ وحید الکریم نیک نہاد	چو کرد جانب فردوس زین جہان رحلت
برای سالِ وفاتش نوشت کلکِ ظہور	فرودگاہ وحید الکریم در جنت
	۱۳۰۲ھ

شیخ ولایت کریم مرحوم

شیخ ناصر علی نیموی مرحوم کے بڑے بیٹے تھے۔ خدا بخشے بہت اچھے آدمی تھے۔ شادی بیاہ مین بہت کام آتے تھے۔ ہر عمدہ کام مین بہ مستعدی کیا کرتے تھے۔ ۱۳۰۶ھ مین عظیم آباد مین انکو عارضہ ذات الجنب ہوا۔ دو تین روز ٹھہرے۔ یکم جمادی الآخرہ کو ہفتے کے دن انتقال کیا۔

تاریخ

چون ولایت کریم در پٹنہ	بخدای قدیر رحلت کرد
شوق تاریخ رحلتش گفتم	زین جہانِ تغیر رحلت کرد
	۱۳۰۶ھ

فائدہ۔ پٹنہ عظیم آباد کا قدیم نام ہے۔ اور یہ لفظ ہندی ہے۔ تائے ثقیلہ کا ہونا اسپر صاف دال ہے۔ چونکہ ایک شہر کا نام ہے باوجود لفظ ہندی ہونے کے اسکا استعمال بترکیب فارسی درست ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جو لفظ ہندی کہ کسی چیز کا نام یا لقب واقع ہو جیسے لکھنو۔ دلبہ۔ مہاراجہ۔ یا اسم جنس واقع ہو اور اوسکی فارسی مشہور ہو جیسے گونڈہ۔ پٹھہ۔ تو اوسکو بترکیب فارسی استعمال کرنا درست ہے مگر افسوس کہ اکثر حضرات اس قاعدے سے واقف نہین اور بے علمی سے اس قسم کی ترکیب پر اعتراض کر بیٹھتے ہین چنانچہ آتش مرحوم کا یہ شعر ہے ؎ کسی کی محرم آب رواں کی یاد آئی حباب کے برابر کوئی حباب آیا۔ اسپر لوگون کا اعتراض ہے کہ محرم انگیا کی ایک چیز کا نام ہے ہند کے سوا کہین اسکا وجود نہین۔ لہذا یہ نام ہندی ہے۔ اسی طرح آب رواں جو ا

قسم کے کپڑے کا نام ہے اسکو ہندی سے خصوصیت ہے۔ غرضکہ دونون لفظ ہندی ہین پس بطور فارسی اسکی اضافت درست نہین۔ یون کہنا چاہیے۔ "آب روان کی محرم" جناب مرزا مچھو بیگ صاحب عاشق لکھنوی نے اپنے لغت بہار ہند مین آب روان کی تحت مین یہ لکھکر کہ اس لفظ پر بھی فارسی کا دھوکا ہوتا ہے۔ آتش مرحوم کا وہ شعر تحریر فرماکر یہ لکھا ہے کہ "اسپر بڑے بڑے اعتراض ہوئے۔ اولٹے سیدھے جواب دیے گئے محرم کو بے اضافت پڑھنے کو کہا۔ بہر نوع بشریت سے نظر چوک گئی اور دراصل یہ ترکیب ہی کمبخت ایسی ہے" مین کہتا ہون کہ سرے سے اعتراض ہی بیجا ہے کیونکہ اب اسکی عربی ہے۔ فارسی تو کلام فارسی مین جب انکو بیان کرنا چاہین گے تو آخر کسطرح بیان کرینگے۔ لامحالہ یہی الفاظ مستعمل ہونگے جب کلام فارسی مین انکو استعمال کر سکتے ہین تو اردو مین باضافت فارسی استعمال کرنا یقیناً درست ٹھہرا۔ یہی وجہ ہے کہ محققین ہند نے بے کھٹکے اس قسم کے الفاظ بترکیب فارسی استعمال کیے ہین ناسخ سے امام باڑہ بناکر دمصرع تاریخ "امام باڑہ گردون بناے سلطانی است" ظاہر ہے کہ امام باڑہ ہندی لفظ ہے۔ رائے ہندی موجود ہے۔ محرم اور آب روان پر تو عربی فارسی ہونے کا دھوکا ہو سکتا ہے۔ مگر یہ لفظ تو ایسا ہے جسکا ہندی ہونا اظہر من الشمس ہے۔ ممکن نہین کہ ناسخ ایسے قابل شخص پر اس لفظ کی ہندیت مخفی رہی ہو۔ پس دیدہ و دانستہ جو استعمال کیا تو آخر اسکی وجہ کیا ہے وہی جو مین لکھ آیا ۔*۔

محمد ہادی مرحوم

بن شیخ عالم اللہ بن شیخ محب اللہ بن شیخ باراللہ بن شیخ شیر محمد مرحوم۔ نہی کے رہنے والے تھے سنہ ۱۲۰۳ھ مین لاولد انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔*۔

محمد ہاشم مرحوم

منپور کے رہنے والے تھے شیخ غیاث الدین مرحوم کے بیٹے تھے۔ سنہ ۱۲۱۲ھ مین انکا انتقال ہوا۔

قطعہ تاریخ

محمد ہاشم فرخندہ بنیاد ❊ ز دنیائے دنی شد سوئے جنت
پئے تاریخ نوشت خامہ شوق ❊ رقم زد آہ ہاشم کرد رحلت
۱۴ ۱۲ھ

محمد یحییٰ مرحوم

بن منشی غلام شرف بن شیخ غلام مظفر بن شیخ نصر اللہ مرحوم - ان کے آباد اجداد موضع اشرف پور کے رہنے والے تھے - انکے باپ منشی غلام شرف مرحوم کی شادی نیمی مین ہوئی تھی جسکی وجہ سے نیمی مین بود و باش اختیار کی تھی - یہ بہت بڑے خوشنویس تھے - خط نسخ نہایت عمدہ لکھتے تھے - عربی سے بھی واقف تھے - انکی گواہی اکثر کاغذات مین باین عبارت شہد بما فیہ غلام شرف پائی جاتی ہے - خوشنویسی کی وجہ سے بادشاہ دہلی کے یہان نوکر تھے - محمد یحییٰ مرحوم ۱۱ھ مین پیدا ہوئے خجستہ طالع انکی تاریخ ولادت ہے - افسوس نیمی مین آج انکا کوئی نام لیوا نہ

شیخ محمد یوسف

بن شیخ سخاوت علی نیموی مرحوم ۱۲ھ مین پیدا ہوئے - ظفرمند تاریخ ولادت ہے - مؤلف کے حقیقی چچازاد بھائی ہین ✤

فائدہ

تحقیق سے کماحقہ ثابت ہوتا ہے کہ نامون کا بہت بڑا اثر پڑتا ہے - جس وصف کا نام ہوتا ہے - اکثر اوسی وصف کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے - اور غالباً اسکا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بعض حضرات کی زبان مین اثر بخشا ہے اور بعض اوقات کو بھی مؤثر بنایا ہے کہ اوس وقت جو لفظ مُنہ سے نکلتا ہے اوسکا اثر ظاہر ہوتا ہے - جب کوئی برا نام رکھا جاتا ہے تو آخر کسی اچھے وقت یا کسی اچھے شخص کی زبان سے ضرور نکلتا ہے جسکا نتیجہ بد ظاہر ہوتا ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قبیح نام بدل دیا کرتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے اپنی ایک لڑکی کا نام عاصیہ رکھا تھا - آپنے بدل کے جمیلہ رکھا

حضرت علیؓ نے اپنے بڑے صاحبزادے کا نام حرب رکھا۔ آنحضرتؐ نے حسنؓ بدل دیا۔ پھر جب دوسرے صاحبزادے پیدا ہوئے تو حضرت علیؓ نے وہی حرب رکھا۔ آپ نے حسینؓ بدل دیا۔ پھر جب تیسرے صاحبزادے پیدا ہوئے۔ حضرت علیؓ نے وہی حرب رکھا آپ نے محسن بدل دیا۔ اور فرمایا کہ یہ نام ہارونؑ کے بیٹوں کے نام کے مناسب ہیں کہ شبر و شبیر و مشبر تھے۔ دیکھیے کہ حضرت علیؓ کی زبان سے جو پہلے حرب نکلا تھا۔ ہرچند آنحضرتؐ نے بدل دیا مگر آخر اوسکا نتیجہ ظاہر ہی ہو گیا کہ حضرت سید الشہدا علیہ السلام کو حرب کے کیسے سخت جانگزا واقعات پیش آئے۔

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کے جد امجد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور میں پہونچے تو آپ نے نام دریافت فرمایا اونھوں نے حزن بتایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا بل انت سہل چونکہ حزن نام اونکے باپ ماں کا رکھا ہوا تھا اور بیچارے لوگوں میں اسی نام سے مشہور ہو چکے تھے اپنا نام وہی حزن ہی رہنے دیا۔ سعید بن مسیب کہتے ہیں کہ آجتک ہم لوگوں میں ہمارے دادا کے نام کا اثر چلا آتا ہے کہ کسی وقت ہم لوگ حزن و ملال سے خالی نہیں رہتے۔

اب نہایت افسوس کا مقام ہے کہ بعض جہلائے ہندوستان یہ خیال فاسد کرکے کہ اگر ذلیل و خوار نام رکھے جاوینگے تو لڑکا زندہ رہیگا نہایت برے برے نام رکھتے ہیں۔ جیسے دمڑی۔ چھکوڑی۔ لنڈوری۔ گھاسی۔ بھوسی۔ وغیرہ۔ انسان کو چاہیے کہ اپنی اولاد کا نام نہایت عمدہ رکھے۔

ابو داؤد میں ہے عن ابی وہب الجشمی وکانت لہ صحبۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تسموا باسماء الانبیاء واحب الاسماء الی اللہ عبد اللہ وعبد الرحمن۔ یعنی ابو وہب جشمی صحابی سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا ہے کہ انبیا علیہم السلام کے نام رکھا کرو۔ اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ نام عبد اللہ اور عبد الرحمن ہے۔ یوں تو کل انبیا علیہم السلام کے نام نامی و اسم گرامی عمدہ ہیں۔ مگر ظاہر ہے کہ سب سے متبرک اور پیارا نام محمد ہے۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابو القاسم تھی۔ ایکدفعہ آپ بازار تشریف لیے جاتے تھے۔ کسی نے کہا یا ابا القاسم آپ سمجھے کہ مجھے پکارتا ہے آپ اوسکی طرف متوجہ ہوئے اوسنے کہا کہ میں نے آپ کو نہیں پکارا بلکہ اس شخص کو پکارا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ میرا نام جو محمد ہے وہ رکھو مگر میری کنیت نہ رکھو اور بعض احادیث میں یہ بھی مروی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نام بھی میرا اور کنیت بھی میری ایسا نہ کیا کرو اگر محمد نام رکھو تو ابو القاسم کنیت نہ رکھو اور اگر ابو القاسم کنیت رکھو تو محمد نام

رکھو۔ علما نے یہاں پر اختلاف کیا ہے کہ یہ نہی آیا آنحضرت کی حیات تک مخصوص تھی یا
عموماً ہر زمانے میں اس طرح کا اجتماع ممتنع ہے۔ بہرکیف محمد نام متبرک و محمود ہونے میں کسی
مسلمان کو کچھ کلام ہی نہیں ہو سکتا۔ خود آنحضرت نے اس نام کے رکھنے کی اجازت دی ہے
اور اکثر صحابہ رض نے اپنے لڑکوں کا نام محمد رکھا ہے۔ مگر فی زماننا ہندوستان میں فقط
محمد نام رکھنے میں ایک خرابی یہ ہے کہ اس نام کے لوگ بہت کم ہیں جہاں یہ لفظ متبرک زبان
پر آتا ہے ذہن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف انتقال ہوتا ہے۔ یہ وہ مبارک نام ہے
جسکا مسمی کوئی ہو مگر اس نام کا احترام لازم ہے۔ اگر اس نام کے ساتھ کسی قسم کی بے ادبی کے
کلمات منہ سے نکلتے ہیں تو مسمی کوئی شخص ہو۔ مگر دل پر سخت چوٹ لگتی ہے۔ کتب رجال میں
محدثین نے لکھا ہے کہ حضرت عمر کے بھتیجے عبدالرحمن بن زید بن خطاب کا نام پہلے محمد تھا ایکدفعہ
کوئی شخص نام لیکر برا بھلا کہہ رہا تھا حضرت عمر آ پڑے اور انکو وہ کلمات سنکے سخت صدمہ
ہوا اور اپنے بھتیجے سے کہا کہ مجھے ہرگز یہ دیکھا نہیں جا سکتا کہ تمہاری وجہ سے سبِ محمد صلعم
اور آخر اونکا نام عبدالرحمن بدل دیا۔ غرضکہ انہیں وجوہ سے میری رائے ہے کہ صرف محمد
نام رکھا جائے۔ مگر چونکہ یہ نام متبرک ہے مناسب ہے کہ محمد کے ساتھ کوئی اور محمود نام
بھی رکھا جائے جیسے محمد ابراہیم محمد یوسف محمد عبداللہ محمد عبدالرحمن۔ اور ظاہر ہے کہ جس شخص کا
نام مثلاً محمد ابراہیم ہوگا تو لوگ یا تو دونوں نام ملا کر کہینگے یا صرف آخر نام۔ اگرچہ کل انبیا
علیہم السلام کے نام کا احترام مناسب ہے اور ظاہر میں محمد ابراہیم رکھنے میں بھی وہی سوء ادب
کا خیال ہے مگر حقیقت میں فرق ہے کیونکہ محمد کے نام سے فوراً آنحضرت کی طرف ذہن متبادر ہوتا ہے
بخلاف اور اسماء کے کہ اون سے بجز مسمی کسی اور طرف خیال ذہن منتقل نہیں ہوتا۔
اور عبد کے ساتھ اگر نام رکھا جائے تو اسکا خیال ضرور ہے کہ غیر اسماء الہی کی طرف اسکی اضافت
نہو۔ جیسے عبدالنبی۔ عبدالرسول۔ عبدالحارث۔ صحیح مسلم میں ہے عن ابی ہریرۃ قال قال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقولن احدکم عبدی و امتی۔ کلکم عبید اللہ و کل نسائکم اماء اللہ
و لکن لیقل غلامی و جاریتی و فتای و فتاتی۔ یعنی ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے
ارشاد فرمایا کہ اپنے غلام اور لونڈی کو کوئی عبدی اور امتی نہ کہے ہر مرد اللہ کا عبد اور
ہر عورت اللہ کی امت ہے۔ بلکہ اسکے عوض غلامی۔ جاریتی۔ فتای۔ فتاتی کہے۔ ملا علی
قاری نے مرقاۃ میں لکھا ہے لا یجوز نحو عبدالحارث و لا عبدالنبی و لا غیرہ مما شاع بین الناس

یعنی عبد الحارث اور عبد النبی وغیرہ ایسے نام جو بین الناس شایع ہین - وہ جائز نہین
اور شاہ ولی اللہ مرحوم نے فتح الرحمن مین آیہ فلما آتھما صالحا جعلا لہ شرکاء کی تحت
تحریر فرمایا ہے - ازینجا دانستہ شد کہ شرک در تسمیہ نوعی است از شرک چنانکہ اہل زمانہ ما غلام
فلان و عبد فلان نام نہند - مؤلف کہتا ہے کہ عبد النبی ایسے اسماء کی ممانعت تو بیشک
ثابت ہے - مگر غلام نبی ایسے نامون کی ممانعت مین مجھے کلام ہے کیونکہ غلام اور عبد کے
مفہوم مین بہت بڑا فرق ہے - جب خود آنحضرتؐ نے فرما دیا ہے کہ عبدی نہ کہو غلامی
کہا کرو اور غلام کے معنے فرمانبردار کے بکثرت مستعمل ہین تو غلام نبی غلام مصطفے ایسے نام
کیون ممتنع ہونے لگے ؂

خاتمۂ کتاب

اے میرے پیارے وطن نیمی خدا تجھکو آباد رکھے - تیرا ذکر بھی عجب لطف آمیز ہے -
غضب کا لذت انگیز ہے - جی نہین چاہتا کہ مین چھوڑون سکوت اختیار کرون مگر کیا کرون
اگلی باتین کہان تک لکھون - جہان تک صحیح طور پر مجھکو حالات معلوم ہوے قلمبند کیے
خدا جانے اگلے زمانے مین کیسے کیسے لوگ یہان پیدا ہوے - اور پیوند خاک ہوے -
جنکے ذکر خیر سے مین مجبور ہون - میرا قلم صداقت رقم عاجز ہے - جب مین نے مشتے نمونہ
از خروارے صرف چند حضرات کے تذکرے لکھے ہین تو کس منہ سے کہون کہ مین نے حق
وطن ادا کیا ہے - ہان خون لگا کے شہیدون مین داخل ہوا ہون - افسوس کہ زمانۂ حال
کے سب لوگون کا حال بھی نہ لکھہ سکا - طول بیانی کا خیال سد راہ ہوا - دل کا حوصلہ
دل ہی مین رہا ع ہر چہ گیرد مختصر گیرد - پر عمل کیا - خیر پھول نہین تو پنکھڑی
ہی سہی - اے میری پیاری نیمی - اب تجھسے گلے مل کے رخصت ہوتا ہون - اور سچ کہتا
ہون کہ مجھکو تجھسے کچھ ایسی محبت ہے کہ قیامت تک تیری دلکش صورت نہ بھولیگی - ہردم
تیرا سمان آنکھون مین رہیگا - اے میرے خدا جو دعا دل سے نکلتی ہے تو اوسکو رد نہین
کرتا - مین اسوقت نہایت عاجزی کے ساتھ تیری درگاہ عالی مین ہاتھ اوٹھا کے التجا
کرتا ہون کہ جو لوگ نیمی مین پیدا ہوے یا یہان آکے بسے - یا یہان کی خاک کے پیوند ہوے
یا جنکو میرے پیارے وطن سے کچھ بھی تعلق ہے تو اپنی رحمت واسعہ اور شان کریمی کے صدقے

ان کو با ایمان اوٹھانا اور ان کے گناہون کو معاف کرنا - اور جنت مین داخل کر
ع - آمین - آمین ثم آمین -

نظم

اے خداوند آسمان و زمین — خالقِ عرش پاک و خلد برین
عالم الغیب ہے لقب تیرا — حال تو جانتا ہے سب میرا
ہون مین دلدادۂ بہار وطن — جان و دل سے ہون مین نثار وطن
کیا کہون دل مین جو محبت ہے — مجکو یہی سے خاص الفت ہے
بلبلِ گلشنِ وطن ہون مین — جوشِ الفت مین نغمہ زن ہون مین
مجکو ہر خار مین یہانکے بہار — نظر آتی ہے صورتِ گلزار
ہین نظر مین کچھ اور جھاڑ ببال — ہر شجر پر یہانکے ہون مین نہال
دل مین حب الوطن جو ہے جاگیر — ہے یہان کا غبار مجکو عبیر
ٹوٹے پھوٹے جو ہین در و دیوار — دلِ عاشق کے آئینہ ہین آثار
بلبلون کو چمن مبارک ہو — مجکو میرا وطن مبارک ہو
یا خدا ہے یہی دعا میری — صدقِ دل سے ہے التجا میری
ہے جو یہی مراد وطن پیارا — اک جہان کی ہو آنکھ کا تارا
رہے یہ گانون حشر تک آباد — رہنے والے رہین یہانکے شاد
شوق کب تک یہ زمزمہ خوانی — ہو چکی آپ کی گل افشانی

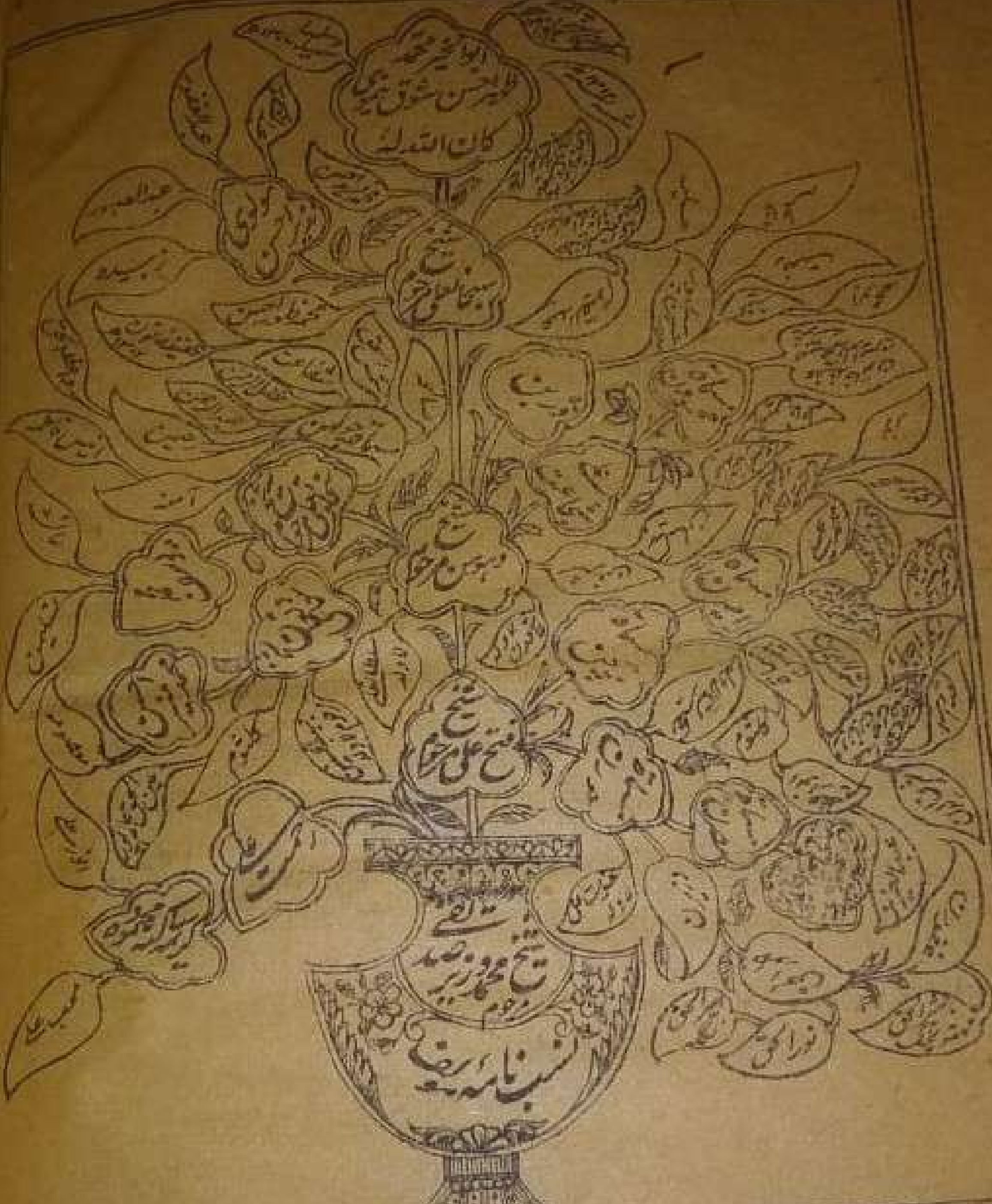
لکھیے تاریخ سالِ رشکِ چمن
ہے طراز ندہ ذکرِ اہلِ وطن
۱۳۰۰ھ ۱۲

تمت

بقیہ صفحہ ۱۱۰ [illegible]
[illegible]



شجرهٔ اصول حضرات شیوخ وسادات



بدانکه سلسلهٔ مولف از روی وثائق بشیخ محمد زبیر مرحوم میرسد و از بعض عبارات معلوم شده که نام پدر شیخ محمد زبیر شیخ محمد علی بود و در بعض کاغذات نام
محمد ولی شیخ غلام محمد بن شیخ عبدالهادی [illegible]
[illegible]



نسب نامہ حضرات نعیمی



نسب نامہ حضرات ممبیور



نسب نامہ حضرات ممبیور



نسب نامہ حضرات ممبیور



نسب نامہ حضرات ممبیور

تمت

غلط نامہ یادگار وطن

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۱	انتا	اتنا
۳	۱	اوبے	اوبل
〃	۵	جبکی	جنکی
۷	۲۶	تہین	نہین
۱۰	۲۲	مورد	مُورد
۱۱	۱۰	مجبور	لوگ مجبور
۱۳	۱۸	النشر	الشعرا
〃	۲۱	انہا	اناہ
۱۶	۲	ندارد	دارد
۱۹	۱۰	تقیہ یا تجربہ	تقیہ با تجربہ
〃	۱۳	〃	〃
〃	〃	داخلی	خارجی
۲۲	۴	آہ	ہاے
〃	۱۱	مظہرہ	مظہرہ کو
۲۴	۱۸	ذیشان	ذیشان حسین
۲۸	۴	پہنگو	پہلگو
۳۳	۸	دال	+
۴۰	۹	یہی	یہی کا
۴۲	۳	سنہ ۱۲۷۴	سنہ ۱۲۷۳
〃	۷	〃	〃
۴۳	۲۲	برہن کو	برہن مین
۴۶	۱۷	۱۲۹۶ھ	۱۲۸۵ھ
۵۲	۳	شون	شور
۵۵	۲	او	اے
۵۸	۷	کلام اپنا	اپنا کلام
〃	۲۲	ابرمی بارد و من	ابر باران و من و یار
〃	〃	میشوم از یار جدا	ستادہ بوداع

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۸	۲۵	درون	دو درون
۶۱	۶	بہلنا	ٹہلنا
〃	۱۳	دم نکلنا	دل بہلنا
〃	۲۴	باہر	وہ باہر
۶۸	〃	سے	تاریخ سے
۷۸	۱۰	آپ دو	آپ خود
۷۹	۸	کان پر جون تک رینگنا	+
۵	〃	نہایت ہی غافل ہونا	+
〃	۹	باندھنا	بندھنا
۸۵	۸	لہرا	لہرانا
۸۹	۳	بے اختلاف	اختلاف
۱۰۲	۴	اونہون	اونھون جنہون
〃	〃	جنہون	اون - ین
۱۰۶	۷	کرنا	نظر آنا
۱۱۰	۲۵	کے	کے ہین
۱۱۹	۷	بارہ دری	دائرہ
۱۲۱	۶	بخواہم	بخواہم
〃	۱۹	عبدالرزاق	عبدالرؤف
۱۲۷	۶	عبدالغفور	عبدالصبور
〃	۱۴	بہانجے	بہانجی کے بیٹے
۱۴۰	۱۰	شاد	شاد شد
۱۴۴	۱۲	توڑا	توڑ
۱۴۹	۵	لیے گئے	دیے گئے
〃	۸	اسکی	انکی
〃	۲۰	سنہ ۱۳۰۲	سنہ ۱۳۰۳ھ
۱۵۱	۱۲	اکثر	اکثر

تمت

اشتہار کتب مؤلف

اوشحۃ الجید

ائمہ اربعہ کی تقلید کا بیان حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی محققانہ سوانح عمری قیمت فی جلد ۔

جبل المتین

آمین بالاخفا کے ثبوت مین یہ رسالہ نہایت عرقریزی سے لکھا گیا ہے جسکے مخالفین بھی مداح ہین قیمت مجلد ۱/

رد السکین

جبل المتین کی تائید ۔ مولوی محمد سعید صاحب بنارسی کے رسالے کا جواب باصواب قیمت مجلد ۔ ۱/

مقالہ کاملہ

بعض حضرات غیر مقلدین کے رسالے کا جواب حضرت مولانا فضل رحمن گنج مرادآبادی کے ملفوظات کی تائید قیمت مجلد ۲/

تذئیل

بزرگانِ دین کے ہاتھ پاؤن چومنے کا ثبوت استحباب ۔ قیمت فی جلد ۔ ۔ ۲/

ازاحۃ الاغلاط

غلط الفاظ کی تحقیق مین یہ رسالہ بحوالہ کتب و اشعار اساتذہ نہایت جانفشانی سے لکھا گیا ہے قیمت مجلد ۸/

اصلاح

اُردو زباندانی کے باب مین یہ رسالہ نہایت ہی عمدہ لکھا گیا ہے ۔ قیمت فی جلد ۔ ۔ ۲/

ایضاح

رسالہ اصلاح کی شرح ہے جسمین شاعری کے متعلق جابجا جدید و مفید باتین درج ہین ۔ اسکے ساتھ اصلاح
اور ازاحۃ الاغلاط یہ دونون نایاب رسالے بھی بعد نظرِ ثانی چھپے ہین ۔ قیمت ۔ ۶/

سُرمۂ تحقیق

یہ رسالہ اسم بامسمٰی ہے جسکی دھوم ہندوستان مین مچی ہوئی ہے ۔ اسمین معرکۃ الآرا الفاظ کی چھان بین کی گئی ہے
اسکے ساتھ نعت عظمیٰ ۔ حل القصیدہ ۔ تذکرۃ الشوق ۔ دندان شکن ۔ طومار التوبیخ بھی شامل ہین قیمت ۔ ۵/

نغمۂ راز

یہ پُر درد مثنوی نہایت پاکیزہ خیال کے پیرائے مین نظم ہوئی ہے ۔ عنقریب یہ بارہ مثنوی سوز و گداز کے ساتھ
چھپنے والی ہے ۔ اسکے ساتھ دردِ جدائی ۔ صبح وصال ۔ شام فراق یہ لاجواب نظمین بھی رہنگی ۔ قیمت ۔ ۶/

المشتہر

ابوالخیر محمد ظہیر احسن شوق نیموی ۔ حال مقامی شہر پٹنہ ۔ شاہ کی املی تاہر